حجۃ الاسلام والمسلمین عقیقی بخشائشی

اہلبیتِ اطہارؑ
کی
مختصر سوانح حیات

حضرات اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں اور اس کی جانب رہنمائی فرماتے ہیں، اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہیں
اس کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں، اس کے راستے کی طرف لوگوں کی رہبری فرماتے ہیں اور اس کے فرمان کے مطابق حکم نافذ فرماتے ہیں
[illegible]

(زیارت جامعہ)

دار الثقافۃ الاسلامیۃ پاکستان

Due date

28-4-07	

یہ کتاب آپ کے پاس امانت ہے۔ اسے پڑھیں، اس کی حفاظت کریں اور
بروقت (اوپر درج آخری تاریخ تک) واپس کریں۔ تاخیر کی صورت میں جرمانہ ادا
کرنا ہوگا۔ نجفی بک لائبریری سولجر بازار کراچی فون: 72/1795

Acc. No. 10093 Date 11/02/04
Section .... Status ....
D.D. Class ....
NAJAFI BOOK LIBRARY

رحمت اللہ بک ایجنسی
کاغذی بازار، کھارادر، کراچی ۷۴۰۰۰
فون 2431577

اہلبیت اطہار علیہم السلام کی

مختصر سوانح حیات

تالیف

حجۃ الاسلام والمسلمین عقیقی بخشائشی

ترجمہ

حجۃ الاسلام مولانا ارشاد نجفی

Acc No. 10693 Date 11/02/04
Section ...Status ...
D.D. Class ...
NAJAFI BOOK LIBRARY

دار الثقافۃ الاسلامیۃ پاکستان

کاغذی بازار، کھارادر، کراچی ۷۴۰۰۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں۔

نام کتاب .... اہلبیت اطہارؑ کی مختصر سوانح حیات

تالیف .... حجۃ الاسلام والمسلمین عقیقی بخشائشی

ترجمہ .... حجۃ الاسلام مولانا ارشاد نجفی

ناشر .... دار الثقافۃ الاسلامیہ پاکستان

طبع اول .... صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

ہم اسلام کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ

وهو فی الآخرة من الخسرین

اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے اور جو شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین کا خواہاں ہوگا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوگا (آل عمران ۱۹-۸۵)

وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا

اور اس نے کافروں کا بول نیچا کردیا اور اللہ کا بول تو اونچا ہی ہے (توبہ ۴۰)

حضرت علیؑ نے فرمایا:

اللہ نے اپنے رسولؐ کو چمکتے ہوئے نور، روشن دلیل کھلی ہوئی راہ شریعت اور ہدایت دینے والی کتاب کے ساتھ بھیجا اللہ نے آپ کو کفایت کرنے والی حجت، شفا دینے والی نصیحت۔ گذشتہ تمام امور (جہالتوں) کی تلافی کرنے والی دعوت کے ساتھ بھیجا ہے اور ان کے ذریعہ سے (شریعت کی) نا معلوم راہیں آشکار کیں اور غلط سلط بدعتوں کا قلع قمع کیا اور (قرآن وسنت میں) بیان کیے ہوئے احکام واضح کیے لہذا اب جو شخص بھی اسلام کے علاوہ کوئی اور دین اختیار کرے گا تو اس کی شقاوت مسلّم اور ریسمان حیات بکھر جائے گی اور اس کا منہ کے بل گرنا سخت و (ناگریز) ہو جائے گا اور انجام کار دائمی حزن والم اور شدید ترین عذاب ہوگا (نہج البلاغہ خطبہ ۱۶۱)

لَاشَرَفَ أَعْلٰى مِنَ الْإِسْلَامِ   اسلام سے بلند تر کوئی شرف نہیں ہے (نہج البلاغہ قصار ۳۷۱)

اسلام کیلئے کیا کر رہے ہیں؟

یا ایها الذین آمنوا
ان تنصروا الله ینصرکم ویثبت اقدامکم

سورۂ محمد - الآیۃ ۷

اے ایمان والو! اگر تم اللہ (اسلام شریعت) کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا

ولو ان اهل القرى امنوا واتقوا لفتحنا عليهم بركات من السماء والارض

اور اگر ان بستیوں کے لوگ ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔ (اعراف ۹۶)

قل انما اعظكم بواحدة ان تقوموا لله مثنى وفرادى

اے نبی کہہ دیجئے کہ میں تمہیں صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کیلئے اکیلے اکیلے اور دو دو مل کر اٹھو کھڑے ہو (سبا ۴۶)

اے نبی، کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ، اور تمہارے بیٹے، اور تمہارے بھائی، اور تمہاری بیویاں، اور تمہارے عزیز و اقارب، اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں، اور تمہاری وہ تجارت جس کے بند ہونے کا تمہیں خوف ہے اور تمہاری پسند کی مکانات اگر تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور راہ خدا میں جہاد سے زیادہ عزیز ہیں تو ٹھہرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے، اور اللہ فاسقوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا۔ (المائدہ/۲۴)

حضرت علیؑ نے فرمایا:

ان لوگوں (انصار) نے خدا کی قسم اپنی دولت کے ساتھ ساتھ اپنے فیاض ہاتھوں اور اپنی تیر کی طرح چلتی ہوئی زبانوں سے، اسلام کی اس طرح پرورش کی جس طرح ایک سالہ بچھڑے کی پرورش کی جاتی ہے (نہج البلاغہ قصار ۴۶۶)

یاد رکھو کہ کسی بندۂ خدا پر اگر زمین و آسمان دونوں کے راستے بند ہو جائیں اور وہ تقوائے الٰہی اختیار کرے تو اللہ اس کیلئے کوئی نہ کوئی راستہ ضرور نکال دے گا۔ دیکھو تمہیں صرف حق سے انس، دلچسپی اور باطل سے خوف و وحشت ہونی چاہیے (نہج البلاغہ خطبہ ۱۳۰)

۱۔ بعض لوگ منکرات کا انکار دل، زبان اور ہاتھ سب سے کرتے ہیں تو یہ خیر کے تمام شعبوں کے مالک ہیں۔

۲۔ بعض لوگ صرف زبان اور دل سے انکار کرتے ہیں اور ہاتھ سے روک تھام نہیں کرتے تو انہوں نے نیکی کی دو خصلتوں کو حاصل کیا اور ایک خصلت کو برباد کر دیا۔

۳۔ بعض لوگ صرف دل سے انکار کرتے ہیں اور نہ ہاتھ استعمال کرتے ہیں اور نہ زبان تو انہوں نے دو خصلتوں کو ضائع کر دیا ہے اور صرف ایک کو حاصل کیا ہے

۴۔ بعض وہ ہیں جو نہ زبان سے، نہ ہاتھ سے، اور نہ ہی دل سے برائی کی روک تھام کرتے ہیں، یہ زندوں میں (چلتی پھرتی ہوئی) لاشیں ہیں (نہج البلاغہ قصار ۳۷۴)

عرض ناشر

الحمد لله الذی جعلنا من المتمسکین بالقرآن العظیم و بنبیہ وصفیہ ونجیبہ وحبیبہ و سیدنا و امامنا و امام الانبیاء والائمۃ المعصومین و اصحابہ المنتجبین علیھم صلواۃ اللہ وصلواۃ المصلین نتبرا من اعدائھم و اعداء اللہ اجمعین من الآن الیٰ قیام یوم الدین

کتاب ہذا ہمارے سلسلہ مطبوعات میں آئمہ معصومین کی سیرت شناسی اوران کی مثالی سیرت اور حیات طیبہ سے متعلق ایک مختصر اور مفید وعمدہ کتاب ہے جسے پہلی بار ایران اسلام انقلاب کے بعد وجود آنے والے بہت بڑے ادارے ''سازمان تبلیغات اسلامی'' نے چھاپی تھی۔

ادارہ ''دار الثقافۃ الا سلامیہ'' پاکستان نے بھی مسؤلیت اور ذمہ داری کو اپنے ناتواں دوش پر اٹھایا ہوا ہے ہم خدا کا شکر گزار ہیں اس نے سیرت شناسی سے متعلق معیاری کتابیں طبع کی توفیق وسعادت نصیب فرمائی خداوند متعال ہم سب کو ان کی مثالی سیرت کی تاسی کی توفیق عطا فرمائے۔

قارئین کرام، ہمارے ہاں تاریخ اسلام اور ائمہ سے متعلق علم کا ایک ایسا تصور ہے جو ہمارے ملک میں موجود چند کتب جن میں غیر مستند یا گھڑے ہوئے معجزات پر مشتمل

کتابیں پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے۔ ائمہ کی سیرت شناسی سے بے بہرگی بھی ہماری زندگی کو لاحق مشکلات اور چیلنجوں اور آخر میں ہماری شقاوت و بدبختی کا بنیادی سبب وعامل ہے ۔بعض حضرات اپنی تمام تر توجہ کو ائمہ طاہرینؑ کی شخصی زندگی پر مرکوز کیے ہوئے ہیں لہذا وہ ان کی ازواج مطہرات اور فرزندان ،ذکور واناث کی تفصیل بتانے والوں کو ہی انعام اور جائزہ سے نوازتے ہیں یہ امامت شناسی کی راہ میں ایک لنگڑا پن سفر ہے۔

امام شناسی بمعنی شخصیت شناسی ہماری زندگی کے کسی درد کیلئے دوا نہیں ہے۔ اس کا واضح ثبوت ائمہ اطہارؑ کی زندگی کے دوران وہ لوگ تھے جو آپ کی ذوات سے قریبی تعلق رکھتے تھے ان میں سے بعض ایسے مداح خواہاں تھے جو کسی نہ کسی موڑ پر ان ذوات سے منحرف ہوئے اور راہ ضلالت وگمراہی پر گامزن ہوئے۔ کیا کوئی ہے جو ہمیں ان شخصیات کے عمل کی تفسیر بتائے۔ جنھوں نے امام وقت سے انحراف کیا۔ حسان بن ثابت جو غدیر خم کے موقع پر سب سے پہلے شعر انشاء کرنے والا تھا لیکن علیؑ کی بیعت سے انکار کیا۔۔ اسکے علاوہ آپ اس شخص کے بارے میں کیا تبصرہ کریں گے جو پیغمبرؐ کے متنبی زید بن حارثہ کا بیٹا ہو پیغمبرؐ کے گھر میں علیؑ کے ساتھ رہا ہو جس کے باپ کو جنگ موتہ میں لشکر رسول کا علمبردار بنایا ہو لیکن اسی شخصیت کے بیٹے اسامہ نے علیؑ کی خلافت کے دوران علی کی بیعت کرنے سے پہلوتہی کی ۔ اسکے علاوہ زبیر جو پیغمبرؐ کے بعد سب سے زیادہ منصب خلافت کا علیؑ کو حقدار سمجھتا ہو جس نے تیسرے خلیفہ کے چننے کے موقع پر سب سے پہلے علیؑ کی بیعث کی ہو لیکن چوتھے خلیفہ کے طور پر علیؑ کے انتخاب کے بعد خود کو علیؑ کے برابر، منصب خلاف ،کا امیدوار قرار دیا۔ ایسی بہت سی شخصیات آپ کو ملیں گی جو طول تاریخ امامت میں ائمہ طاہرینؑ کے خاندان میں سے برجستہ اصحاب میں سے ہوں گی جنہوں نے موقع پر ضلالت

وگمراہی کو اپنایا۔

لہٰذا یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ امامت میں شخصیت شناسی بنیاد نہیں ہے بلکہ بنیاد خود امامت شناسی ہے یعنی نظام امامت اور اصول امامت سے آگاہ ہونا ہے۔ اصول امامت کی رو سے ہر زمان و مکان کیلئے سب سے زیادہ لائق وسزاوار ہستی کو تلاش کرنے کی ضرورت ہے البتہ یہ ایک پیچیدہ اور مشکل کام ہے۔ عام انسان کیلئے اصول وضوابط کی شناخت مشکل ہے لیکن یہ مشکل ہونا انسان کیلئے درد کی دوا نہیں ہے دوا کا تلخ ہونا یا نہ ملنا مرض کی شفا کا سبب نہیں بنتا ہے مرض کیلئے اسی دوا کا ملنا اور استعمال کرنا ضروری ہے لیکن اس اصول مسلمہ کے تحت اگر کسی نے کوشش کی اور راہ حق کو اپنانے کا عزم وارادہ کیا تو خدا اس کی راہنمائی و رہبری کرتا ہے اس حقیقیت کو سامنے رکھنے کے بعد نظام امامت میں انتخاب امام کے دو مسلمہ اصول موجود ہیں۔

ا۔ کسی ایسی معصوم ہستی کی طرف سے واضح و روشن بیان و زبان سے ضمانت ملے کہ یہ تمہارے لئے میرے بعد مقتدیٰ اور پیشوا ہونگے ان سے انحراف وروگردانی گمراہی کا سبب بنے گی جیسے کہ پیغمبر اکرمؐ نے مولا امیر المومنینؑ اور آپ نے اپنے فرزند گرامی اور اسی طرح امام حسن عسکریؑ نے اپنے نوزائیدہ پانچ سالہ فرزند مہدیؑ کے بارے میں فرمایا اور مہر ثبت کی۔ یہ ایک شناخت امامت کا مسلمہ اصول ہے لیکن ایسی ہستی کی شناخت کا تسلسل اختتام کو پہنچا ہے اور یہ تسلسل اب آئندہ تکرار نہیں ہوگا اور اس راہ سے پہچانا گیا امام پورے کرہ ارضی کیلئے ایک امام ہوگا اور اسکے مقابل میں کوئی دیگر امام کھڑا نہیں ہو سکے گا۔

۲۔ امامت عمومی: پہلے طریقے کے راستے مسدود ہونے کے بعد یا امام معصومؑ تک رسائی ممکن نہ ہونے کی صورت میں ہر زمانے اور ہر علاقے میں ایک ایسے امام و پیشوا کا ہونا

عقل ونقل مسلمہ کے تحت ایک ضرورت ناگزیر ہے اور یہ ضرورت واصول آیات قرآن اور روایات کی رو سے مُسلّم ہے۔ باب امامت میں تحقیق کرنے والوں نے ان آیات وروایات کو اپنی کتب میں یکجا کیا ہے لیکن بدقسمتی سے یہ کتب اب تک اس ملک کی زبان میں نشر تک نہیں ہوئی ہیں۔

پیشوا اور رہبر کے انتخاب کیلئے وراثت اور دیگر خصوصیات کو بنیاد بنایا جاتا تھا۔ اور جہالت جدید کے موجودہ دور میں طمع لالچ، ڈرانے دھمکانے، حیلہ وفریب سے کسی فرد کو بر سر اقتدار لاتے ہیں اور حزب مخالف کو دبانے کیلئے اس کے ہاتھوں اسلحہ دے کر میدان میں چھوڑتے ہیں۔ یہ دونوں طریقے رحمانی نہیں بلکہ شیطانی ہیں۔ اس شیطانی طریقے کو رواج دینے اور اس کے فروغ کی خاطر مقتدا، وپیشوا کے انتخاب کرنے کے تمام راستوں کو مختلف ہتھکنڈوں سے بند کیا گیا ہے۔ اور ائمہ معصومین کی حیات پر برکت ورحمت کے درفشاں وتابناک دور کی تفسیر کو ائمہ کی مدح وستائش کی صورت میں پیش کرنا ہی ایک لحاظ سے ظالم وجابر اور باطل پیشواؤں کے اقتدار کو اور دوام وبقاء دینے کی ایک مزموم کوشش ہے یہ بات انتہائی افسوسناک ہے کہ شیعہ مکتب سے تعلق رکھنے والے مصلحت اسلامی سے اوجھل ہیں۔ وہ صرف اس وقت اپنے فرقے کے نام اور رسم ورواج کے دوام وبقا کے خواہاں ہیں۔ اس کوشش میں یہاں کے شیعوں نے طویل عرصہ ائمہ کے چہرے کو مسخ کرکے لادین، سیکولر اور دشمنان اسلام کے ایجنٹوں کے اقتدار کو بحال کرنے اور دوام دینے کیلئے انتھک کوشش اور اسکی خاطر عام مسلمانوں کو شیعوں کی مخالفت میں نبرد آزمائی پر دعوت دی ہے جس سے خود مذہب وملت کو بیک وقت ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے اس سلسلے کے چند نمونے ہم آپکی خدمت میں وضاحت کی خاطر پیش کرنا چاہیں گے۔

ا۔ آئمہ معصومین کے بارے میں استعمال ہونے والے لغوی اور قرآن وحدیث کے کلمات کے معانی میں رد وبدل اور تحریف کرنے کی مہم۔ جیسے ائمہ نور ہیں جو تمھاری سمجھ میں نہیں آسکتے جس طرح خود نور کی حقیقت معلوم نہیں ہے۔ اسی طرح کلمہ امام کے معنی مقتداء و پیشوا، قائد ورہبر کے ہیں۔ اس سلسلے میں یہ مہم چلائی گئی کہ ہمارے ائمہ وہ ہیں کہ جنہوں نے حکومت، قیادت ورہبری وغیرہ کو لات ٹھوکر ماری ہے اور ہم ان کے علاوہ کسی اور کی امامت ورہبری کو نہیں مانتے ہیں تاکہ اس کیلئے لادین لوگوں کی قیادت ورہبری کا جواز بنے۔ اس سلسلہ وار مہم نے ائمہ طاہرین کی مسلمہ سیرت طیبہ کو پس پشت ڈال کر لادینی مغربی ثقافت اور مغرب نوازوں کو قیادت بخشی ہے۔

۲۔ آئمہ طاہرین کو دو گروہوں میں تقسیم کیا گیا ہے ایک گروہ قیام کرنے والا اور دوسرے گروہ کو قعود کرنے والا اور قیام وقعود دونوں کے لغوی معانی میں تحریف کر کے اسے آئمہ پر تطبیق کیا گیا ہے اور یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد ہمارے آئمہ نے گوشہ نشینی اور عزلت کا انتخاب کیا ہے۔ اس سلسلے میں ایک ہستی امام رضاؑ کی ہے کہ جن کے متعلق پہلے تصور اور دوسرے تصور دونوں کی مثال ملتی ہے کیونکہ مامون الرشید نے مکر وفریب اور سیاست شیطانی سے آپ کو خلافت کی پیش کش کی تو آپ نے اسے مسترد کیا۔ اس حوالے سے کہتے ہیں کہ ہمارے آئمہ نے خلافت اور اقتدار کو مسترد کیا ہے دوسری مثال امام رضاؑ نے مامون رشید کی ظالم حکومت کے خلاف قیام نہیں کیا۔

ان لوگوں سے حقائق سمجھنے اور بیان کرنے کی کیا توقع رکھ سکتے ہیں جو کج فہمی اور نا سمجھی میں کلمات کے لغوی معانی کو الٹ پلٹ کر اپنی من مانی معانی پیش کرنے کے عادی ہیں۔

لغت اور قرآن کریم میں کسی چیز کی نگرانی کرنا، دیکھ بھال کرنا، سرپرستی کرنا اور اسکی

ضروریات کو، قدرت وتوانائی کی حدود میں پورا کرنے کو قیام کہا گیا ہے۔ خداوند متعال کی صفات میں آیا ہے کہ وہ قائم بالقسط ہے ملائکہ کی صفت میں ہے کہ وہ قائم بالقسط ہیں اسی طرح اولی الأمر اور علماء کی صفت بھی قائم بالقسط ہے۔ شوہر اپنی بیوی کے امور میں قائم بالامر ہے کسی بھی جگہ قائم، قیام کے معانی کھڑے ہونے کے نہیں ہیں بلکہ سابقہ الذکر معانی میں ہی استعمال ہوتا ہے۔ اس معانی کی وضاحت کے بعد ائمہ طاہرینؑ نے اس دین وملت کے امور کی ہمیشہ دن رات اور ہر نشیب وفراز میں نگرانی سرپرستی اور نگہداری کی ہے لیکن نگرانی کرنے کے معانی صرف یہ نہیں ہیں کہ اسلحہ لیکر اور جنگی لباس پہن کر دشمن کے مقابلے میں کھڑے ہوجائیں بلکہ جس چیز کی نگرانی کرنی ہے اسکے زمان ومکان اور حالات کے تقاضوں کو نظر میں رکھ کر اس کی ضروریات کو پورا کرنے کو قیام کہتے ہیں چنانچہ اس سلسلے میں واضح مثال امام حسنؑ کی ہے کہ انھوں نے ابتدائی عمر میں معاویہ کے خلاف لشکر کشی کی لیکن باقی تمام عمر صلح کے ساتھ گذری۔ امام حسینؑ امام حسنؑ کی شہادت سے لیکر دس سال تک اسی صلح پر باقی رہے اور ساٹھ ہجری کے نصف سال میں آپ نے یزید کے خلاف قیام کیا وہ بھی اعلان جنگ کی صورت میں نہیں تھا بلکہ امت کو اس انتخاب خلافت میں نئی بدعت کے مضرات سے آگاہ کرنے کیلئے نکلے تھے۔

آئمہ طاہرینؑ کا دین وملت کے حق میں قیام کی مثال ہو بہو اس مریض کی طرح ہے جو انتہائی نازک حالت میں نگہداشت میں رکھا ہوا ہے جسے (ICU) کہتے ہیں ڈاکٹروں کی پہلی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اس مریض کو فی الحال موت سے بچایا جائے لیکن بطور کامل صحت اور اٹھنے بیٹھنے کی صلاحیت کے بارے میں بعد میں دیکھا جائے گا۔ ہمارے آئمہ دین وملت کے بارے میں اسی زاویہ سے دیکھتے تھے کہ خلفاء اور منافقین اور ان کے

ایجنٹوں کو بہانہ سازی اور مہم جوئی کیا ہے اور سب سے پہلے مرحلے میں دین وملت کو خاتمہ کی سے بچایا جائے اور مناسب وقت ملنے پر ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔ چنانچہ امام حسن کی شہادت کے بعد امام حسین کا ان کے خلاف قیام نہ کرنا اس فلسفہ کے تحت دین وملت کے امور پر قائم ہونے کا پہلا تصور ہے۔ مامون الرشید اپنی شیطانی سازش، مکروفریب کو عقیدہ اور محبت کے تحفہ تحائف والے لبادے میں لپٹ کر انجام دینا چاہتا تھا۔ امام رضاؑ اس فکر اور پیشکش کو دین وملت کے خلاف ایک بڑی سازش سمجھتے تھے۔ گرچہ احمق و نادان افراد اور وقت کی رائج قیمت کے مطابق روٹی کمانے والے افراد امام رضاؑ کی اس دوراندیشی سے اس خائن پیشکش کو مسترد کرنے کے فلسفہ کو نہیں سمجھتے تھے۔ جب تک زیاد ابن ابی، ضحاک بن قیس، سمرت ابن جندب جیسے سفاک وخونخوار افراد ان پر مسلط نہ ہوں اس وقت تک انکی سمجھ میں نہیں آتا۔

ہماری کوشش رہی ہے کہ اپنی بساط اور قدرت کی حدود میں ہم آئمہ طاہرین کی حیات طیبہ کو مستند ومسلمہ تاریخ کی روشنی میں تجزیہ وتحلیل کریں اور اس کو ماہرین کے تھیٹر پر تحقیقاتی آپریشن کیلئے پیش کریں۔ اس سلسلے میں پہلی کلاس کیلئے موسسہ درراہ حق کا ایک سیٹ ائمہ معصومینؑ سے متعلق پیش کیا ہے اور اس سلسلے میں اونچے اور بالا سطح کے دانشمندوں کیلئے ''ائمہ معصومینؑ کی زندگی کا تحقیقی جائزہ'' جو کہ آثار شہید سید محمد باقر الصدرؒ ہے اور انکی ایک کتاب ''اہل بیت کی زندگی مقاصد کی ہم آہنگی اور زمانہ کی نیرنگی'' کے نام سے پیش کی گئی ہے۔ انشاء اللہ قارئین کرام اس ثقل اصغر رسول اللہ سے تنہا لفظی اور ایک پست اور مادی نذر ونیاز پر اکتفاء کرنے کے تصور سے نکل کر ان کی مدبرانہ، محققانہ قیادت ورہبری کے نمونوں کا غور سے مطالعہ کریں گے اور اپنے زمانے اور علت کیلئے ایک صالح قیادت کا

بیج بوئیں گے۔

آخر میں ہم اس نفیس کتاب کی تدوین وکتابت کی خدمات انجام دینے والوں کی سعی وکوشش کو درگاہ خداوندی میں قبولیت کیلئے دعا کرتے ہیں اور مزید نشر ثقافت قرآن وعترت پاک کے لئے توفیقات کے خواہاں ہیں جنہوں نے اس کتاب کی تدوین اور کتابت میں خدمات پیش کیں ہیں خصوصاً ہمارے برادرزادہ سید احمد موسوی جن کی دینی امور میں یہ پہلی خدمت ہے امید ہے خداوندمتعال انکی مزید توجہات اس راہ پر مبذول ومرکوز کرے گا آمین۔

سید علی شرف الدین موسوی علی آبادی

۲۰ شوال المکرّم ۱۴۲۳ھ

مقدمہ

مکتب اہل بیتؑ ورسالت سے محبت وعقیدت اس امر کو واجب گردانتی ہے کہ اس پرفیض خاندان کے دوستداران وشیفتگان اس دوستی ومحبت کی واقعی قدر وقیمت اور وجودی فلسفہ کو سمجھ کر اس عظیم خاندان کی معرفت اور اس کے پہچوانے میں مؤثر قدم اٹھائیں اور ان معنوی بیش قیمت معلومات اور دریافتوں کو جو اس پرفیض مکتب سے انہیں حاصل ہوئی ہیں دوسرے عقید تمندوں اور حق ومعرفت کے رہروں اور تشنگان تک بھی پہنچائیں۔

قرآن مجید رسالت کی اجرت وجزاء خاندان رسالت سے محبت ودوستی کو قرار دیتا ہے اور اسلام کے پیغمبرؐ عالیقدر کی زبان سے نقل کرتا ہے کہ میں اپنے خاندان سے محبت ودوستی کے سوا تم سے کوئی اجرت وجزاء نہیں مانگتا ہوں۔

پیغمبرؐ عالیقدر اسلام کی بیش قیمت وصیت یعنی دوستی ومحبت اہل بیت طاہرینؑ پر جو انسانوں کی صلاح وسعادت کی حامل وضامن ہے عمل در آمد اور اس کا اجرا اہل بیت رسالتؐ کے افراد کی معرفت وشناسائی کی روشنی کے بغیر ممکن العمل نہیں ہے کیونکہ محبت وقلبی لگاؤ صرف معرفت وشناسائی کے ذریعہ ممکن الوقوع ہے اور ہرگز یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ پہچانے اور علم وآگاہی حاصل کئے بغیر دو فردوں کے درمیان کوئی تعلق وجود میں آجائے، اس بناء پر سعادت وکمال کے تمام خواستگاروں اور تعلق رکھنے والوں پر لازم ہے کہ ان بیش بہا خزانوں کی تلاش

وجستجو اور مسلسل تحقیقی تلاش وجد وجہد میں ہمیشہ مصروف رہیں تا کہ اس وصیت وسفارش پیغمبرؐ کے رمز کو سمجھ سکیں اور اس کے انتہائی مقصد کا حاصل کریں کیونکہ پروردگار کا سعادت آفریں کلام ہرگز حکمت وباریکی سے خالی نہیں ہے اور سرکار رسالت کی وصیت کا مقصد رہروان راہ سعادت کے حصول کمال کے سوا اور کچھ نہیں ہے، کیونکہ ہم سب ہی بانی اسلامؐ کے طرز زندگی اور نیات صادقہ سے آگاہی وواقفیت رکھتے ہیں کہ:

آنحضرتؐ کا اُمت مسلمہ کو اہل بیت اطہارؑ سے محبت ودوستی کی وصیت کرنا اپنے خاندان سے محبت کے جذبہ اور اپنے خانوادہ اور قرابت داروں سے الفت کے جذبہ کی بنا پر نہیں تھا، کیونکہ آنحضرتؐ نے اپنے مختصر دور حیات طیبہ میں اپنے خاندان کے متعدد نا مناسب افراد کو اپنے سے دور اور علحدہ فرمادیا ہے بلکہ آنحضرتؐ کا اصل مقصد پیغام رسالت کو زندہ محفوظ رکھنا اور رسالت کے مقاصد کو پائداری اور دوام بخشنا ہے، کیونکہ حضرتؐ کے دستور العمل کو صحیح طور سے جاری رکھنا اور نزاکت کے ساتھ اس کی اشاعت پیغمبر اسلام کی ذریہ طاہرہ اور آئمہ معصومینؑ کی پیروی کے بغیر ہرگز ممکن الوقوع نہیں ہے۔

ان بزرگواروں کی نشو ونما الٰہی تربیت کے پاک ماحول میں اور نبوی پاکیزہ طینت وسرشت کی بنیاد پر صورت پذیر ہوئی ہے، اور یہ تمام حضرات اپنے طور وطریق زندگی میں حصول رضائے الٰہی اور مقدس آسمانی میثاق کی تبلیغ کے سوا دوسرا کوئی مقصد نہیں رکھتے تھے۔

خانوادۂ طاہرہ رسالت نے امامت کے سنگین فرائض کی ادائگی اور الٰہی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے میں بڑی زحمتیں، مشقتیں برداشت کی ہیں اور بیدریغ کوششیں صرف کی ہیں اور کمال ایثار وجانفشانی کے ساتھ مصائب وحوادث کا مقابلہ کیا ہے تا کہ مقدس الٰہی امانت کو صحیح وسالم مسلمانوں تک پہنچادیں، ان بزرگواروں کی فداکاری وجد وجہد کے ثبوت کیلئے

یہی کافی ہے کہ ان بزرگواروں میں سے ہر ایک کے مختصر دورِ حیات پر اگر ہم نگاہ ڈالیں تو ہم دیکھیں گے کہ ان بزرگواروں کی حیات طیبہ کا مہم ترین حصہ مبارزہ و جہاد، راہ خدا میں درجہ شہادت پر فائز ہونے، شہر بدری، نظر بندی، خانہ قید اور زندانوں میں قید و بند کی حالت میں گذرا ہے، وجہ صرف اتنی تھی کہ ستمگاران عصر نے لوگوں کو جس دباؤ اور گھٹن کی زندگی میں مبتلا کر دیا تھا۔ اس زندگی سے لوگوں کو نجات دلانے کی یہ حضرات ہمیشہ کوشش وجدوجہد میں مشغول رہے، ان بزرگواروں کا مقصد مقدس ہونا اس سے ثابت و معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام ناگوار امور کے باجود کبھی بھی کسی معمولی ناخوشی یا ستمگروں اور لوگوں کے فردی واجتماعی حقوق پر ڈاکہ ڈالنے والے حکام وقت کے سامنے کبھی بھی عاجزی اور خشوع وخضوع اور خود سپردگی کا اظہار نہیں کیا اور یہ امر پروردگار عالم کے علم وآگاہی پر بہترین گواہ اور صادق ترین دلیل وحجت ہے کہ وہ اپنی امانت کس خانوادہ میں ودیعت فرمائے؟ اور کن باخدا انسانوں کو توحید کی علامت اور وحدانیت کے علمدار کی حیثیت سے معرفی فرمائے۔

آئمہ معصومینؑ میں سے ہر ایک کی تاریخ زندگی کا مطالعہ اس دعوے کا صادق ترین گواہ ہے کہ یہ تمام بزرگوار رسالتؐ کے دستور کے سچے تابع اور رسول خداؐ کے اصولی مبارزات اور سچی ہدایات کے واقعی پیرو اور تاسی کرنے والے تھے، جن کا مقصد رضا وخشنودی پروردگار کے حصول اور مخلوق خدا کی راحت وعافیت کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

ہمارا اعتقاد کے اصول وقانون

علاوہ ان معنوی خصوصیات اور مفید و مصلح آثار کے جو کہ آئمہ معصومین کی تاریخ کے مطالعہ میں مضمر ہیں۔ ایک دوسرا سبب بھی جو ہمیں اس امر پر آمادہ کرتا ہے کہ خاندان رسالت کے پُرفیض آستانہ کے بارے میں غور وفکر کریں اور ان کے عتبات عالیہ پر جبہہ سائی کریں یہ ہے کہ منصب امامت ورہبری کا پہچانا ہمارے مذہب کے اعتقادی اصول میں سے ہے جوان بزرگواروں کی اجتماعی، سیاسی اور تربیتی طرز زندگی کی تحلیل وتجزیہ اور اُن کی حقیقی شخصیت کو پہچانے بغیر ممکن اور قابل عمل نہیں، اس بناپر ہماری سعی وکوشش یہ رہی ہے کہ ان مقالوں کے سلسلہ میں جوان بزرگواروں کی ولادت ورحلت کے دنوں کی مناسبت سے ترتیب دئے گئے ہیں، جہاں تک ہمارے امکان حدود میں تھا ان آسمانی نورانی چہروں اور شخصیتوں کی معرفی اور شناخت کرانے کی غرض سے خود اپنے لئے اور نئی عزیز جوان نسل کیلئے ہم کوئی قدم اٹھائیں اوران بزرگواروں کے انوار درخشان اور پُرفیض و مصلح مکتب سے خوشہ چینی کریں۔

اس لحاظ سے عالم بشریت کے واقعی رہبروں اور معصوم پیشواؤں یعنی اُن تقویٰ وفضیلت کے نمونوں اورآسمان روحانیت کے درخشان انوار جوانسانی سعادت وسیادت کے رہنما ہیں، کی الہام بخش زندگی کے تمام گوشوں کا مطالعہ اور تحقیق اصلاح کن بھی ہے اورحرکت پیدا کرنے والا بھی، پُر برکت بھی ہے اور پُر بار بھی، آسمان انسانیت کے ان درخشندہ ستاروں اور راہ سعادت ونیک بختی کے ان رہبروں کی اخلاقی وعملی خصوصیات کے بارے میں تعمق ودقت نظر کے ساتھ تحقیق وتلاش وجستجو بہت سبق آموز اور مفید اور ہماری زندگی کے لئے

نمونہ اور ہر طرح سے توجہ والتفات کے قابل ہوگی۔

مغتنم فرصت

انقلاب اسلامی ایران کی کامیابی کے بعد اس کا موقع ملا کہ ہمارے ملک اور ہمارے انقلابی افراد کی قلمی تخلیقات اور منتشر مطبوعات پورے شوق اور دلچسپی کے ساتھ کتابی صورت اختیار کریں اور لوگ زیادہ سے زیادہ وقت اسلامی علوم ومعارف کے سیکھنے، سکھانے اور پڑھانے میں صرف کریں، تا کہ دم گھٹا دینے والی ضلالت وگمراہی کی تاریکی زائل ہونے کے بعد اور اس دور اختناق وگھٹن کے ختم ہو جانے کے ساتھ ہی اس بارے میں اپنی معلومات کو مکمل کریں تا کہ اسلامی خونیں قیام وانقلاب ومبارزہ کی راہ میں سب سے آگے رہنے والے پیشواؤں اور رہبروں کا جو فرض ہم پر عائد ہوتا ہے اُسے ادا کریں۔

یہ ضعیف وناتواں راقم (میں) جو بہت زمانے سے اس بات کا ذوق وشوق رکھتا تھا کہ ائمہ معصومینؑ، اللہ کے منتخب رہبروں کی زندگی کے متعلق اپنے مطالعوں کو تحریری وکتابی شکل دے، چنانچہ اس نے بھی موقع وفرصت کو غنیمت جانا کہ اپنی دیرینہ آرزو کو عملی جامہ پہنائے (بحمدہ تعالیٰ) سعادت ونیک بختی کا سرمایہ اور ایک دوسرا سبب توفیق اسے نصیب ہوا اور وہ اسلامی مسائل کی نشر واشاعت کے وسائل واسباب ہونا تھا، یہ اس کی خوش نصیبی ہی تھی کہ انہیں ایام میں ملک کے کئی اخبارات ورسائل کی طرف سے اس امر کا اعلان کیا گیا کہ آئمہ معصومینؑ کی ولادت یا سوگواری رحلت کے سلسلہ میں اخبار کا ایک کالم ترتیب دیا جائے، اس لحاظ سے گویا اجباری توفیق تھی کہ آئمہ معصومینؑ کی زندگی کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے۔

چنانچہ مطالعہ کا ماحصل اور فکری نگارشات پہلے تو اخبارات میں تاریخوں کی مناسبت سے شائع ہوتے تھے اور خدا کے فضل سے یہ مضامین ان اخبارات کے اکثر مطالعہ کرنے والوں کے پُر اشتیاق استقبال کے مستحق اور ارباب فضل و دانش کی توجہ و عنایت کا مرکز قرار پاتے رہے، اور راقم الحروف عالیقدر مبلغین اور جامعہ واعظین وذاکرین کی تشویق ومحبت کا سب سے زیادہ حقدار قرار دیا گیا یہانتک کہ اس محترم طبقہ کے بعض حضرات نے بیان کیا کہ معصومینؑ کی ولادت یا سوگواری کی تاریخوں کے پہلے ہی سے اخبار کی اشاعت کا انتظار رہتا ہے تا کہ منبر پر جانے سے پہلے اس دن کے مخصوص مقالہ کا مطالعہ کر لیں تا کہ اجمالی طور پر اس روز کی مناسبت سے معصوم کی زندگی سے متعلق معلومات ذہن میں موجود رہیں۔

بہت بہت شکر کا مقام ہے کہ ایک سال اور کچھ دنوں کے بعد متفرق مطالب کو اخبار کے صفحات سے یکجا اور نظر ثانی کر کے اب ایک کتاب اور مجموعہ کی شکل میں ارباب علم و دانش کی خدمت میں پیش ہے تا کہ میری نا قابل عمر کا ایک سبز ورق پاک و معصوم رہبروں کے آستانہ پر نذرانہ قرار پائے۔

راقم الحروف کو اس کا اعتراف ہے کہ اس کتاب میں جو مطالب بھی جمع کئے گئے ہیں، ہرگز ان بزرگواروں کی زندگی کے تمام گوشوں کے جامع و حامل نہیں ہیں، اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے کتابیں ضروری ہیں تا کہ کسی حد تک سیرتِ معصومین پر روشنی ڈالی جاسکے لیکن اس کتاب کی حد تک یہ کہا جا سکتا ہے کہ اجمالی صورت سے فہرست کے طور پر معلومات واطلاعات کا خلاصہ خوانندگان محترم کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے تا کہ یہ بعد کے مطالعوں کیلئے اساس و بنیاد بن سکے۔

راقم الحروف خداوند متعال سے ان بزرگواروں کی حیات طیبہ کے متعلق زیادہ سے زیادہ غور

وتحقیق وتکمیل کی توفیق کا خواستگار ہے تا کہ خود بہرہ مند ہونے کے ضمن میں ان بزرگ رہبروں کے علم وفضل اور منصب روحانی ورہبری کے خرمن سے وسیع تر اطلاعات ومعلومات اس خاندان طاہرہ کے شیداؤں اور دوستوں کی خدمت میں پیش کر سکے جو ہماری مادّی اور روحانی زندگی کیلئے مشعل راہ بنے۔

خداوند متعال سے معصوم ومحبوب رہبروںؑ کے منصب امامت ورہبری اور فضیلت و روحانیت سے مکمل طور پر فیضیاب ہونے اور زاد آخرت کی جمع آوری کا خواستگار رہوں۔

مرداد ۱۳۵۹، ماہ رمضان ۱۴۰۰ھ

تہران۔ عقیقی بخشائشی

ترجمہ: خرداد ۱۳۶۳، ماہ رمضان ۱۴۰۴ھ

علی ارشاد النجفی

﴿اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ بَيْتِ النُّبُوَّةِ وَمَوْضِعَ الرِّسَالَةِ وَمُخْتَلَفَ الْمَلَائِكَةِ وَمَهْبِطَ الْوَحْيِ وَمَعْدِنَ الرَّحْمَةِ﴾

سلام ہو آپ لوگوں پر:

اے نبوّت کے گھر والے

اے پیغامِ ربانی کے مرکز

اے فرشتوں کی آمدورفت کے محور

اے وحی خداوندی کے نزول کی جگہ

اے رحمت کے سرچشمے

اے علم کے خزینہ دار

اے حلم کی آخری منزل

اے کرم کی اساس

اے قوموں کے رہنما

اے انبیاء ومرسلین کے جوہر

اے رب العالمین کے منتخب بندے کی عترت آپ سب پر خدا کی رحمتیں وبرکتیں

(زیارت جامعہ)

پیغمبرِ اسلام

حضرت محمّد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پیغمبرِ اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۲۷ رجب عالم بشریت کے نجات دہندۂ اعظم، پیغمبر ختمی مرتبت، سرخیل رسالت الہیہ (سرخیل انبیاء و مرسلین) حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا مبارک دن ہے، وہ رسولؐ جنہوں نے اپنی مقدس تبلیغ کے ذریعے دنیا کو جہالت، نادانی اور گمراہی سے رشد و ہدایت اور نور و فضیلت کی طرف اور مادّیت و مادہ پرستی سے روحانیت اور انسانی شرافت کی طرف دعوت دی اور جنہوں نے خدا کے مقدس نام سے مدد لیتے ہوئے قلم اور اس کے ذریعے حاصل ہونے والی تعلیمات سے اپنی بعثت کا آغاز فرمایا، وہی قلم جو انسانوں کی عظیم برتری اور امتیاز کا سبب ہے بلکہ جو دوسری موجودات کے مقابلے میں انسان کے ممتاز ہونے کا تنہا وسیلہ و ذریعہ ہے۔

مقصد بعثت

بعثت عربی لفظ ہے جس کے معنی ابھارنا، اٹھانا، آمادہ کرنا۔ لیکن خدائے متعال کی جانب سے بعثت بہت وسیع معنی کا حامل ہے جو انسانی زندگی کے تمام گوشوں کو اپنے دائرے میں لئے ہوئے ہے جس کے بہت ہی سادہ اور بہت ہی واضح مصداق یہ ہیں۔

بعثت یعنی ابھارنا شرک کے خلاف،

ابھارنا جہالت اور فساد کے خلاف

آمادہ کرنا نسل پرستی اور خود غرضی کے خلاف

ابھارنا جہالت اور فساد کے خلاف

آمادہ کرنا نسل پرستی اور خود غرضی کے خلاف

ناحق جلب منفعت کے خلاف

بعثت قید و بند اور غلامی کی زنجیریں کاٹنا تھی۔ وہ غلامی خواہ مال وشہوات کی ہو خواہ خرافات وموہومات کی۔

پیغمبر کی بعثت زمانے کے طاغوتوں، مستکبروں اور جھوٹوں کے خلاف تھی۔

قرآن مجید کی نورانی آیتیں بعثت کے ان تمام معانی کی تائید وتفسیر کرتی ہیں۔

دنیا کے تقریباً پچاس وسیع وعریض اسلامی ممالک میں اور انسانی آبادی کے چوتھائی حصہ یعنی تقریباً ایک ارب نفوس کے دلوں میں اسلامی پرچم بڑی آن بان سے لہرا رہے ہیں۔

پیغام محمدی کی فرماں روائی ہے اور مسلمانانِ عالم روزانہ صبح، دوپہر اور شام نہایت تعظیم واحترام کے ساتھ اس مقدس پیغمبر کو یاد کرتے ہیں اور اپنی نمازوں اور دعاؤں میں اس مرسل اعظمؐ کے مبارک نام کا ورد کرتے ہیں اور آنحضرتؐ سے مدد ونصرت حاصل کرتے ہیں۔ اگر چہ ابھی بھی رسالت کا مقصد اور اس کی اصل غرض وغایت اور اس کا حقیقی مفہوم مسلمانان عالم پر صحیح طور سے روشن نہیں ہوا ہے کیونکہ مسلمانوں کے اعمال وعملیات اسلام کی نورانی تعلیمات کو مخلوط کرنے میں مؤثر کردار ادا کرتے رہے ہیں۔

اب سے ٹھیک چودہ سوستاون (۱۴۵۷) سال قبل مکہ کی خشک وبے آب وگیاہ سرزمین پر خاندان عبدالمطلب میں ایک نومولود نے دائرہ حیات میں قدم رکھا جس نے چالیس سال کے بعد انسانوں کی فکری، اجتماعی اور اخلاقی زندگی میں ایک عظیم انقلاب پیدا کیا اور آزادی، رہائی وآسودگی، علم ودانش، فضیلت وپرہیزگاری اور خداشناسی کے صحیح نظریہ کو اہل عالم کے

سامنے بطور تحفہ پیش کیا۔

آنحضرتؐ کے وجود مسعود کا ستارہ (۶۵۷ یعنی) ۱۷ ربیع الاول سنہ عام الفیل (جس سال حبشیوں نے ابرہہ کی سرکردگی میں خانہ کعبہ کو منہدم کرنے کے ارادہ سے ہاتھیوں پر سوار ہو کر خانہ کعبہ پر حملہ کیا تھا، اس سال کو عربوں نے سنہ عام الفیل کے نام سے تاریخ جاہلیت کے سال کا آغاز قرار دیا) کو جلوہ گر ہوا جس نے الٰہی فضل وعنایت کے سہارے بہت ہی مختصر مدت میں ایک دنیا کو متغیر ومنقلب کر دیا۔

آپؐ کے جد بزرگوار جناب عبدالمطلب نے آپ کا نام محمدؐ (یعنی حمد وثنا پروردگار بجالانے والا) رکھا۔ مرسل اعظمؐ ایسے زمانے میں تبلیغ رسالت پر مأمور ہوئے جب جہالت وضلالت کی گھنگھور گھٹائیں سارے عالم کی فضاؤں پر چھائی ہوئی تھیں، جس وقت توحید وخداشناسی کی آوازیں خاموش تھیں اور تلواروں کی جھنکاروں اور بے گناہ زندہ درگور کی جانے والی لڑکیوں کی فریادوں اور نالوں کے سوا کچھ سنائی نہیں دیتا تھا، فقر وفاقہ ومحرومیت، جہالت و بے علمی، دوسروں کی حق تلفی اور صرف اپنی ذات کے لیے حصول منفعت کی کوشش استحصال و استثمار، قتل وغارت گری، جنگ وجدال، لوٹ گھسوٹ، تاراج، اولاد کشی اور محروموں کو مزید کمزور کرنے کی تدبیریں اور دیگر ایسے ہی مذموم صفات کی پورے جزیرۃ العرب پر حکومت تھی۔

جس کے نتیجے میں وہاں کے عوام اخلاقی وروحانی واعتبار سے انتہائی پستی اور قعر مذلت میں گر چکے تھے۔

پیغمبر اسلامؐ اور حضرت علیؑ کے حیات طیبہ کے دور کی ایک تصویر

امیر المؤمنین حضرت علیؑ تاریخ اسلام کی ایک زبردست شخصیت تھے جو ولادت اور پیغمبر اسلام کی بعثت سے لے کر آئندہ آنے والے ہر مورخ اور جامعہ شناس کے مقابلے میں بہترین متکلم تھے، وہ نہج البلاغہ میں زمانہ قبل بعثت کی حالت وکیفیت اپنے ایک خطبہ میں یوں بیان فرماتے ہیں:

''خداوند متعال نے اپنے عظیم پیغمبرؐ کو ایسے زمانے میں مبعوث فرمایا جب کہ ایک عرصہ سے کوئی پیغمبرؐ مبعوث بر سالت نہیں ہوا تھا، نتیجے کے طور پر قومیں طویل خواب غفلت میں جا پڑی تھیں، عمل وتحرک کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا، ہر طرف جنگوں کی آگ بھڑک رہی تھی اور جرم وجنایت، جہالت و بے علمی کی ظلمتوں نے دنیا کو تیرہ وتاریک کر کے رکھ دیا تھا، فریب کاری اور دھوکہ بازی کی علانیہ طور سے معاشرے پر حکمرانی تھی، بشر کے رشد وہدایت اور زندگی میں ترقی کی راہیں مسدود ہو چکی تھیں۔ بدبختی وبدنصیبی اپنے کریہہ و بدنما چہرہ کے ساتھ انسانوں کی مردہ دل پر قہقہہ لگا رہی تھی، فتنہ وفساد اور بدبختی کا ماحصل سوائے پریشانی اور تباہی کے کچھ نہ تھا، خوف، ہراس اور خطرات ہر طرف چھائے ہوئے تھے، عوام میں کوئی فرد اپنے کو محفوظ نہیں سمجھتا تھا اور حکام جور کی خون آشام تلواروں کے مقابلے میں کسی قسم کی کوئی پناہ گاہ موجود نہ تھی...''

جناب امیر المؤمنینؑ نے اسی نہج البلاغہ میں ایک دوسرے مقام پر اُس زمانے کی کیفیت

اور اُس زمانے کے لوگوں کے طرز زندگی کی بہترین تصویر کشی اور حضرت مرسل اعظمؐ کے مبعوث بر سالت ہونے کی تعریف وتوصیف ان الفاظ میں فرمائی ہے۔

''خداوند متعال نے حضرت محمدؐ کو (نبی بنا کر) بھیجا تا کہ اہل عالم کو ان غلط طور طریقوں سے آگاہ کریں جنہیں لوگ اپنائے ہوئے تھے اور اس نے آنحضرتؐ کو اپنے آسمانی احکام و قوانین کا امانتدار بنایا، وہ ایسا زمانہ تھا عرب کے لوگ بدترین دین رکھتے تھے، بدترین حالات میں زندگی گزار رہے تھے، کھردری، سخت اور سنگلاخ زمینوں اور زہریلے سانپوں کے انبوہ کثیر کے درمیان سوتے تھے، گدلے جوہڑوں کا پانی جس پر کائی اور مٹی جمی رہتی تھی پیتے تھے اور نامناسب غذائیں کھاتے تھے، ایک دوسرے کا خون بہاتے تھے، اپنے عزیزوں اور قرابت داروں سے قرابت کے رشتے قطع کر دیئے تھے اور ان سے جنگ پر آمادہ رہتے تھے، ان کے درمیان بتوں کی پرستش عام طور پر رائج تھی اور گناہوں اور بدعنوانیوں کا ان کے فکر و شعور پر مکمل قبضہ تھا۔''

یہ جبر وتشدد اور سیم وزر کی حکومت اور عوام کی بے کسی و بے بسی فقط عربستان کے لئے مخصوص اور اسی تک محدود نہ تھی بلکہ دنیا کے بہت سے خطوں اور علاقوں جیسے ایران، مشرقی روم، ہندوستان، چین، جاپان اور اس زمانہ کے دوسرے کئی آباد علاقوں میں بھی عربستان ہی جیسی کیفیت تھی یا شہنشاہیت تھی، اس کیفیت کو فقط ایک چھوٹے سے جملہ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ طلوع فجر رسالت کے زمانہ میں دنیا ایک وحشتناک تاریکی اور انسان کو پاگل کر دینے والی افراط وتفریط کی حالت میں زندگی گزار رہی تھی۔

ایسے وحشت آمیز حالات اور گھٹن میں مبتلا کرنے والی فضاء تھی جس میں سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰؐ کی آزادی بخش تبلیغ رسالت کا آغاز ہوا جس نے دنیا کو یکسر ومتغیر و

منقلب کر دیا، آپ الٰہی پیغام کے حامل، رحمت کے بشارت اور مژدہ دہندہ تھے اور خدائی لطف وعنایت کے سہارے، بہت ہی مختصر مدت میں دنیا کو مادیت اور حیوانیت سے انسانی مدارج کی اعلیٰ ترین منزل اخلاق کریمہ وصفات حمیدۂ فاضلہ کی طرف لانے میں کامیاب ہوئے اور عدل وانصاف کے الٰہی نظام کی طرف رہنمائی فرمائی اور جامعہ بشریت کو صراطِ مستقیم پر گامزن کر دیا۔ یہ لطف الٰہی تھا کہ آپ کی صدائے دعوت الی الحق اتنی بلندی پر پہنچ جائے کہ اس وقت سے اب تک اس طویل مدت میں اس آواز کی گونج فضائے عالم میں سنائی دیتی رہے۔ یہاں تک کہ ساڑھے چودہ سو سال کے بعد تقریباً ایک ارب افراد جو کل انسانی آبادی کی ایک چوتھائی کے برابر ہیں اپنے مسلک ومذہب کا پیرو بنائے، آج مسلمانوں کے کروڑوں افراد چین کے دور ترین خطہ سے لے کر ایشیاء کے کناروں تک، مشرق سے مغرب تک روزانہ کئی بار آپ کا نام انتہائی احترام وتعظیم اور کمال شوق واشتیاق کے ساتھ پکارتے ہیں اور آپؐ کے شیدائیوں کے دل آپؐ کے کعبہ وجود کی طرف مائل ومتوجہ رہتے ہیں۔

آج آپؐ کے تمام پیرو اس بات کی کوشش میں مصروف ہیں کہ دنیا کی ان بڑی طاقتوں کے مقابلے میں تمام مسلمانان عالم کا ایک یونٹ اور ایک ناقابل شکست متحدہ محاذ بن جائے جنہوں نے دنیا کو وحشت واضطراب کے گرداب میں پھنسا دیا ہے، آپ کی تبلیغ میں کامیابی اور آپؐ کے لائے ہوئے قوانین کے نفوذ کا راز اس امر میں پوشیدہ ہے کہ آپؐ جو تعلیمات اور دستور لائے ہیں ان کا مجموعہ ایسے امکانات اور ایسی صلاحیت وجاذبیت کا حامل ہے کہ ہر دور اور ہر زمانہ میں تا قیام قیامت قابل تطبیق اور لائق عمل ہو سکتا ہے اور دنیا کی گونا گون نسلوں کی سعادت وخوش بختی کی ضمانت فراہم کر سکتا ہے اور روز بروز اپنے نفوذ واجراء کے

دائرہ کو وسیع تر کر رہا ہے، کیونکہ یہ تعلیمات طبیعی اور قطعاً ناقابل تغیر و تبدل ہیں جو قانون اور دستور مرسل اعظمؐ نے پیش فرمایا ہے وہ فکری و شعوری اعتبار سے عمیق و اصیل ہے اور اجتماعی اعتبار سے آزادی بخش اور نجات دہندہ ہے اور ناجائز تبعیضات و ترجیحات کا دشمن ہے اور انسانی لحاظ سے انسانی افراد کے درمیان میل جول قائم کرنے والا ہے چنانچہ اس نے شروع ہی میں عرب قبائل کے افراد کے درمیان بہت ہی کم مدت میں بہت مستحکم میل جول اور بے حد طاقتور اتحاد و اتفاق پیدا کر دیا، آپؐ اُس انسانی و الٰہی عظیم درسگاہ کے مؤسس و بانی تھے کہ جس نے تھوڑی ہی مدت میں اپنے تعلیم و تربیت کے گہوارے سے بہت سے ایسے ہونہار، با استعداد و باصلاحیت اور عالی قدر شاگردوں کو زیور تربیت سے اس طرح آراستہ کیا کہ ان میں سے ہر ایک طالب علم اپنی جگہ پر خود دنیائے اسلام کے لئے ایک مدرس و معلم بن گیا۔

بعثت اور رسالت قلم

آنحضرتؐ چالیس سال کی عمر کو پہنچے تھے کہ آپؐ پر آیات رحمت کی بارش شروع ہونے لگی اور خدائے واحد و یکتا کی جانب سے آواز آئی کہ:

''پڑھو اپنے خدائے بزرگ و برتر کے نام سے وہ خدا جس نے قلم کے وسیلہ سے تمہیں تعلیم دی''۔ ''اے محمدؐ! ڈرو نہیں، میں ہوں تمہارا خدا اور جو میں کہتا ہوں اسے پڑھو۔''

ان باتوں سے نبیؐ کے دل کو سکون ملا اور رسالت کی ذمہ داریاں آپؐ کے دوش اقدس پر

ڈال دی گئیں، آپؐ اس دشوار گذار راہ میں آبدیدہ بھی ہوئے، آپ کی پوری گرانقدر زندگی میں اوسطاً ہر باون روز میں ایک مرتبہ جنگ نظامی (سریہ جس میں صرف فوج میدان میں آ گئی) واقع ہوئی اور ۸۳ غزوے واقع ہوئے جن میں آپؐ خود بہ نفس نفیس شریک رہے اور مردوں میں آپؐ کے سب سے پہلے حامی و مددگار اور ہمراہی حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے جن کا سن مبارک نو یا دس سال کا تھا اور عورتوں میں سب سے پہلی حامی و مددگار پیکر وفا و فداکار آپؐ کی زوجہ محترمہ جناب خدیجۃ الکبریٰ تھیں جنہوں نے اپنی بے شمار دولت و ثروت اور عظیم ملکیت سے اپنے شوہر بزرگوار و نامدار کی مدد و نصرت کی۔

پیغمبر اسلامؐ کے زمانہ میں قلم اس قدر عجیب اور انوکھی چیز تھی کہ مکہ جیسے تجارتی شہر میں گیارہ افراد سے زیادہ اور اس زمانہ کے متمدن شہر میں ۱۷ افراد سے زیادہ اہل علم کا وجود نہیں تھا اور پورے عربستان کے طول و عرض میں اہل قلم اور تحریر سے آشنا افراد کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی تھی۔ قابل توجہ امر یہ ہے کہ پہلا سورہ جو پیغمبر خداؐ پر نازل ہوا اس نے قلم اور اس کی قدر و قیمت کے بارے میں نغمہ سرائی کی ہے، اسی طرح دوسرے سوروں میں قلم اور اس کی نگارشات کی قسم کھائی گئی ہے اور یہ رسالت (پیغمبرؐ کا) عظیم ترین معجزہ ہے جسے رسالت الٰہیہ کی آرزو برلانے اور انسانیت کی بہبود و ترقی کے لئے (بہترین وسیلے کے طور پر) تجویز کیا گیا ہے، اس کے بعد پورے تین سال تک پروردگار علم کی طرف سے نبیؐ پر ہر قسم کے پیغام کے نزول کا سلسلہ منقطع رہتا ہے اور نبیؐ اس وادی ظلمت میں تنہا رہ جاتے ہیں لیکن دعوت الی اللہ سے دستبردار نہیں ہوتے بلکہ فریضہ تبلیغ کی ادائیگی میں مکمل استقلال و پامردی کا ثبوت دیتے ہیں۔ (اور تبلیغ رسالت کے کام میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں۔)

تین سال تک خفیہ طور پر اور پوری رازداری کے ساتھ آپؐ کے مبارزہ اور دعوت الی اللہ

میں مشغول رہنے کے بعد رب کریم نے آپ کو ہر طرح کامیاب وفائز المرام پایا اور آنحضرتؐ کو اپنے ساتھ ہمکلامی کا فخر وشرف عنایت فرمایا اور آپ کو بعنوان تسکین وتسلی یہ مژدہ جانفزا دیا کہ:

"تمہارا دین عالمگیر ہوگا اور ساری دنیا پر چھا جائے گا اور ساتھ ہی تمہارا پر افتخار نام بھی ہمیشہ قائم وجاوداں رہے گا۔"

عین انہیں حالات میں دوسری طرف (اہل مکہ کی طرف سے) کبھی دھمکیوں کے ذریعہ اور کبھی لالچ دے کر پیغمبر کو رسالت الہیہ کی تبلیغ سے باز رکھنے کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور لوگ پیغمبرؐ کے پاس یہ پیغام بھیجتے ہیں کہ: "محمدؐ! آپؐ اپنی دعوت سے دست بردار ہو جائیں تو ہم ایک کثیر دولت اور دختران عرب میں سے حسین وجمیل ترین عورت آپ کو دینے کے لئے تیار ہیں لیکن پیغمبر کمال صراحت اور انتہائی اطمینان کے ساتھ صاف صاف دوٹوک الفاظ میں ایسا جواب دیتے ہیں جو خدا کے خالص ترین اور رہروان حقیقت کا مخصوص وطیرہ ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ "خدا کی قسم اگر سورج کو میرے داہنے ہاتھ میں اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ میں دے دیں تب بھی پیغام الٰہی کی تبلیغ سے باز نہیں آؤں گا جب تک میرے جسم میں جان باقی ہے جس راہ میں قدم رکھ چکا ہوں اسی پر گامزن رہوں گا اور تمہارے زمانہ کے تمام بتوں کو توڑوں گا۔ جب طمع ولالچ کے حربہ سے بھی عرب مایوس ہو گئے تو پھر دھمکیاں دینی شروع کر دیں، آپ کا اور آپؐ کے تمام اصحاب اور ہمراہیوں کا بائیکاٹ کر دیا اور اقتصادی رابطہ قطع کرنے اور شعب ابو طالب میں محصور کرنے کے بعد مزید اقتصادی بائیکاٹ جاری رکھتے ہوئے مالی دھمکیاں دینی شروع کر دیں، آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں نے تین سال تک بدترین اقتصادی مشکلات اور مالی پریشانیوں میں زندگی بسر کی۔ آپ کی

زوجہ محترمہ جناب خدیجہ کہ جو بہت ثروت مند تھیں اپنی تمام ملکیت اور سارا مال و منال جو انہوں نے تجارت کے ذریعہ حاصل کیا تھا سب اسلام کو طاقتور بنانے اور مستحکم کرنے میں بغیر کسی ہچکچاہٹ کے قربان کردیا اور احسان جتانے اور بغیر کسی تفاخر کے خرچ کردیا۔ چنانچہ یہ بائیکاٹ اور یہ مشکلات بھی بے اثر ثابت ہوئیں اور پیغمبرؐ اور آپؐ کے ہمراہیوں کو اس صراط مستقیم سے جو تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک تھا باز نہ رکھ سکیں، جس کا رد عمل یہ ہوا کہ اہل مکہ کی طرف سے روز بروز نت نئی مخالفتیں اٹھتی رہیں اور طرح طرح کی تکلیفوں اور سختیوں کا سلسلہ برابر جاری و قائم رہا اور روزانہ نئے نئے طریقوں اور نئے انداز سے مخالفتوں اور عداوتوں کا مظاہرہ ہوتا رہا۔

ہجرت

ہجرت سختیوں اور ایذاؤں سے رہائی حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرا قدم تھا۔ لائق توجہ یہ امر ہے کہ تاریخ اسلام کا مبداء و آغاز مکہ سے پیغمبر کی ہجرت ہی قرار پایا ہے، اس اثناء میں بہت سے لوگ ایمان لائے اور راہ ہدایت پا گئے، جو لوگ بہت دور رہتے تھے جیسے فارس اور دوسرے علاقے وہاں سے بھی لوگ وحی الٰہی کو سننے کے لئے جوق در جوق آ کر جمع ہو گئے، روحانی بیداری اور ایمان باللہ کے نتیجے میں عربستان مکمل انقلاب کی طرف مائل و راغب ہو گیا، فتح مکہ پیغمبر کی سب سے پہلی شاندار فتح تھی جس نے تمام دشمنان اسلام کو مرعوب کر دیا اور الٰہی مدد و نصرت اور فتح و کامرانی نے پیروان اسلام کو روئے زمین پر بشارت دی اور مسلمان شادمان و خوشحال ہوئے۔ آیات الٰہیہ یکے بعد دیگرے پیغمبرؐ پر نازل ہوتی رہیں

اور مسلمان اجتماعی وروحانی زندگی کی راہ میں ثابت قدمی کے ساتھ گامزن ہوتے چلے گئے۔

امید امت

اسلام کی گران بہا تعلیمات کی حامل الٰہی حکومت زمانہ پیغمبرؐ کے بعد سے اب تک پوری تاریخ میں طرح طرح کے نشیب وفراز سے دوچار رہی ہے، قرآن حکیم کے حقیقی پیرو (ہر زمانہ میں) حکومت الٰہیہ کے نعرہ کے سایہ میں ثابت قدم رہ کر شدید ترین شکنجوں اور بدترین حکومتوں (اوران کے مظالم) کو برداشت کرتے رہے ہیں لیکن اب ایران کے حقیقی اسلامی انقلاب نے تعلیمات اسلام سے استفادہ واستفاضہ کرتے ہوئے اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خانوادۂ طاہرہ کے ایک مرد باخدا، صاحب فضیلت وتقویٰ حضرت آیت اللہ العظمیٰ امام خمینی (دام ظلہ العالی) کی قیادت ورہبری میں دنیا کے اس چھوٹے سے خط میں رسالت کی نجات بخش ندا کو تقویت دی ہے اور نئے سرے سے دنیا والوں کو اس آواز سے آشنا کیا ہے اور (اس کے نتیجے میں) دوسری جابر وظالم حکومتوں کے ہاتھوں مجبور وبے بس اسلامی اقوام کے اندر پیدا ہونے والے شعور اور بیداری سے رحمانی بشارت کے متحقق ہونے کی توقع اور کشائش کا انتظار ہے اور یہ امید کی جاتی ہے کہ روئے زمین کی حکومت (انشاء اللہ) انہیں مظلوموں اور مجبوروں کے قبضہ میں ہوگی اور وہ دن آئے گا جب صرف یہی مستضعفین روئے زمین کی حکومت کے لائق وارث ہوں گے۔

ہم اس نور ورحمت کی بعثت اور خداوند متعال کے عدل وانصاف کے اس ظہور کی تمام مسلمانان عالم کو عموماً اور انقلاب اسلامی ایران کے عظیم رہبر اور اپنے تمام مجاہد وانقلابی ہم

وطنوں کو خصوصاً تہنیت و مبارک باد پیش کرتے ہیں اور اس دن کی امید میں کہ ہم سب کے سب رسالت کی نجات بخش تعلیمات کے زیر سایہ رسالت کی اصل آرزو اور بعثت کی انتہائی غرض و غایت کو پالیں اور ملک ایران کو اسلام کے پیغمبر عالی قدرؐ کی تعلیمات اور انؐ کے اسوۂ حسنہ کا بہترین مظہر بنا دیں۔

پیغمبر اسلامؐ کی رحلت

۲۸ صفر انسانیت کے رہبر اعظم عالم بشریت کے نجات دہندہ پیغمبر رحمتؐ امین وحی الٰہی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانکاہ رحلت کی برسی کا دن ہے۔ ہوسکتا ہے کہ آنحضرتؐ کی سوانح حیات جو مژدہ دینے والی اور بیداری وشعور پیدا کرنے والی ہے اس کے بعض گوشوں کا مطالعہ و تحقیق ملت مسلمہ کی انقلابی بیداری کے لئے مفید و مؤثر ثابت ہو۔

حیات مقدس کی یاد

۲۸ صفر اس پیغمبر گرامی قدرؐ کے سالہا سال کے رنج و غم، تکالیف و مصائب کی یاد دلاتی ہے جس نے پورے ۲۳ سال تک شرک اور طاغوت و بت پرستی جیسے فساد و تباہی کے اسباب کے مقابلہ میں صبر آزما پیہم مبارزہ و مقابلہ کی بنیاد ڈالی اور اسی میں مشغول رہے اور آخر کار آج ہی کے دن یعنی ۲۸ صفر کو ۶۳ سال کی عمر میں اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی اور ملاء اعلیٰ کی طرف رحلت فرمائی۔

آپؐ کی پر افتخار حیات طیبہ کا صحیفہ کرم، مروت، عفو و درگزر، ایثار و ہمدردی اسلام کی راہ میں

استقامت و پائیداری، استقلال و پامردی وفداکاری، توحید ووحدانیت پرستی اور انسان سازی کی راہ میں مبارزہ و پیکار جیسے صفات حمیدہ وخصائل پسندیدہ سے پُر ومعمور ہے، آپؐ نے جو پروردگار عالم کی جانب سے مبعوث اور رسالت الٰہیہ کے پیغامبر اور خالق اور واحد یکتا خدا کی طرف سے منتخب تھے اپنے مقدس وظیفہ کی ادائیگی کے سلسلے میں آخری حد تک اپنی سعی وکوشش صرف کردی اور ایک مختصر سے عرصے میں ایسے جامع اصول دنیا والوں کے سامنے پیش فرمائے جن کی پوری رعایت و پابندی ترجیح بلا مرجح، خودخواہی (صرف اپنا فائدہ چاہنا)، جہالت اور بدبختی کو فضاء بشریت سے نکال باہر کرسکتی ہے اور ان کی جگہ پر مساوات ، اخوت و برادری، باہمی تعاون اور علم نیک بخت بنانے والے دوسرے اسباب وصفات کی مستحکم بنیاد رکھ سکتی ہے۔

آنحضرتؐ جو کسی دنیاوی گہوارہ، تہذیب وتمدن کے تربیت یافتہ نہ تھے اور اپنی بعثت و تبلیغ رسالت کے سلسلے میں صرف غیبی طاقت سے استفادہ کرتے اور تحصیل درس فرماتے تھے کا اعتماد وبھروسہ صرف اپنے ایمان اور روحانیت پر تھا، آغاز کار میں یکہ وتنہا (اپنی مأموریت کی تبلیغ کے لئے) قیام فرمایا اور تھوڑے ہی زمانہ میں یعنی فقط ۲۳ سال کی قلیل مدت میں غلامی، قید وبند، فضول اوہام وخرافات، جہالت وعصبیت کی زنجیروں کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کردینا ممکن ہوگیا اور تعصب اور وحشی گری کے بندھنوں کو انسانوں اور جامعہ بشریت کے دست وبازو سے کھول کر پھینک سکے اور پسماندہ اور کچلی ہوئی قوم کو ہیچ (کچھ نہیں) سے ہمہ چیز (سب کچھ) کی منزل تک پہنچا سکے، مسلمانوں اور معتقدین اسلام کے واسطے حکومت، سرداری، آزادی اور آزاد اندیشی (فکری آزادی) بطور تحفہ وسوغات لائے، قرآن مجید بہترین انداز سے اس کی تعبیر ان الفاظ میں پیش کرتا ہے:

﴿ یضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم : وہ نبی امی جوانکے وبال کو اوران کے ان طوقوں کوجوان کے گلے میں پڑے ہوئے ہیں دور کرتا ہے۔ الاعراف ﴾

آپؐ وہ الٰہی شجاعِ عظیم تھے کہ صرف اپنی عظیم ایمانی وروحانی قوت اوراپنی کوشش اور سعی پیہم سے عرب کے متفرق اور وحشی قبائل کو متحد وطاقتور کرسکے اور انہیں اتنا توانا بناسکے کہ اپنے اندر روم وفارس کی پراز جاہ وجلال وشان وشوکت امپریلسٹی حکومتوں سے ٹکر لینے اور مقابلہ کرنے کی طاقت محسوس کرنے لگیں اوران شہنشاہیتوں کو بدترین ہزیمت وشکست سے دوچار کردیں اورملت مسلمان کو دستور وقانون اورآرزوؤں میں متحد وصف بستہ کردیں۔

آنحضرتؐ کی پرافتخار زندگی ایسی انسانی وروحانی گرانقدر وبیش بہا میراثوں سے پر ہے جن کی نظرو مثال عالم بشریت کی نگاہوں نے بہت ہی کم دیکھی ہوگی۔

آپؐ کی مقدس ذات استقامت وپائیداری، بلند ہمتی اوراولوالعزمی کا ایک واضح وروشن نمونہ تھی جس کی روشن ترین تجلی آپ کی اس گفتگو میں جلوہ گر نظر آتی ہے جو آپؐ نے اپنے عم محترم جناب ابوطالبؑ سے کی تھی، جہاں حضرتؐ فرماتے ہیں:

"خدائے لایزال کی قسم اگر اعراب اس بات پر قدرت رکھتے ہوں کہ آفتاب کو میرے داہنے ہاتھ میں اور ماہتاب کو میرے بائیں ہاتھ میں دے دیں تب بھی اپنی دعوت توحیدی سے دستبردار نہیں ہوں گا۔"

آپ کا یہ کلام آپؐ کے آہنی ارادہ اورالٰہی عزم بالجزم کو ظاہر کرتا ہے اوراس اہمیت کی نشاندہی کرتا ہے جس کا آپؐ اپنے بلند ہدف ومقصد کے بارے میں اعتقاد وایمان رکھتے تھے اوراسے عشق کی حد تک محبوب رکھتے تھے۔

آپؐ کے عفو و درگزر کے چند نمونے

آنحضرتؐ کی سیرت طیبہ اور طرز زندگی کا مطالعہ اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ آپؐ کا وجود مقدس صفات اضداد سے مرکب تھا۔ اگر ایک صفت رزم و پیکار موسیٰؑ کے حامل تھے تو اس کے ساتھ ہی دوسری طرف صفت حلم و بردباری عیسیٰؑ کے آئینہ دار تھے، یہ صحیح کہ کسی دن میدان جنگ میں آپؐ کی تلوار سے خون ٹپکتا ہوتا لیکن دوسری طرف معاشرت میں حضرت عیسیٰؑ سے بھی زم تر تھے، اس مزاحمت کرنے والے یہودی کے معاملے پر غور کرو جو روزانہ آپؐ کے سر اقدس پر راکھ اور کوڑا پھینکتا ہے لیکن جب دو روز اس کی اس بے ہودہ حرکت میں ناغہ ہوتا ہے تو صاحب خلق عظیم اپنے ہمراہیوں سے دریافت فرماتے ہیں کہ "یہ ہمارا رفیق دو روز ہو گئے کہ ہمارے سراغ میں نہیں آیا" اور جب یہ سنتے ہیں کہ وہ بیمار ہے تو جلدی سے اس کی عیادت کو تشریف لے جاتے ہیں اور اس کی مزاج پرسی اور دلجوئی فرماتے ہیں باوجودیکہ آپؐ اتنی طاقت و توانائی رکھتے تھے کہ اس سے انتقام لے لیتے۔

انتہائی طاقت و توانائی حاصل کر لینے کے بعد جب کہ مسلمانوں کی دس ہزار افراد کی فوج نے مکہ پر قبضہ کر لیا تھا اس وقت وہ پیغمبرؐ جو مسند قدرت و حکومت اسلامی پر متمکن تھے۔

عیسوی ہیئت و علامت کے ساتھ دیوار کعبہ کے پاس کھڑے ہو جاتے ہیں اور ابوسفیان، ابوجہل اور عکرمہ (وغیرہ) جو اس انتظار میں حواس باختہ ہو رہے تھے کہ اب ان سے انتقام لیا جائے گا کی طرف رخ کر کے رحم و کرم اور درگزر سے مالا مال روح کے ساتھ آواز دیتے ہیں۔ "جاؤ! تم سب آزاد ہو..." آپؐ نے جو فکری و معنوی، اقتصادی و اجتماعی اور سیاسی و اخلاقی

تعلیمات، فرمودات، احکام وارشادات ۲۳ سال کی مدت میں عالم بشریت کے سامنے پیش فرمائے ہیں وہ ایسی بہترین علمی اور لائق تاسی سیرت وروش کا مجموعہ ہے جس کو اسلامی انقلابی ومتحرک جامعہ اپنے لئے نمونہ عمل قرار دے سکتا ہے اور اپنے کو سدھارنے سنوارنے اور درست کرنے میں اسوۂ حسنہ پر مکمل بھروسہ کرسکتا ہے اور اپنے کو غیر اقوام کی فلسفی اور فرہنگی وابستگیوں سے نجات دے سکتا ہے، آپ کا اسوہ حسنہ اور آپؐ کے رأفت ورحمت، مہربانی وعطوفت رحم وکرم سچائی اور خلوص کے اصول اس قابل ہیں کہ ہمارے فوجی دلیروں کے لئے نمونہ عمل بنیں اور وہ ان کی تاسی کریں۔

خداوند عالم نے قرآن مجید میں آپؐ کے بے شمار صفات حمیدہ میں سے حسن خلق کی صفت اور مؤمنین کی معاشرتی روش کی طرف اشارہ فرمایا ہے، ارشاد ہوتا ہے:

" والذین معه الایه " یعنی یہ لوگ (مؤمنین) کفار اور آئین ومکتب اسلام کے دشمنوں کے مقابلے میں بے حد سخت لیکن داخلی زندگی کے روابط وباہمی تعلقات میں آپس میں بہت نرم ومہربان وپر خلوص ہیں۔ "اشداء علی الکفار رحماء بینهم "

مدینہ میں سب سے پہلا خطبہ

پیغمبرؐ رحمت ومحسن انسانیت نے سب سے پہلا خطبہ جو مدینہ میں وارد ہونے کے موقع پر مسجد قبا کے اندر نماز جمعہ کے نماز گزاروں کے مجمع میں ارشاد فرمایا۔ اس میں باہمی اخوت وبرادری کے بارے میں بے حد تاکید فرمائی اور پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد مہاجرین وانصار کے درمیان عقد اخوت وبرادری باندھا اور جناب علی بن ابی طالبؑ کو اپنا

بھائی قرار دیا اور فرمایا ''علی میرے بھائی ہیں۔ (دنیا و آخرت میں)'' پھر فتح مکہ کے موقع پر ایک عظیم الشأن خطبہ ارشاد فرمایا جس کے ضمن میں مسلمانوں کو خلوص و صاف دلی کی طرف دعوت دی اور فرمایا:

''منحوس خود خواہی و خود غرضی کے جذبے کو اپنے دل سے نکال پھینکو اور اس کے بجائے اپنے کو عفو و درگزر، جذبات قربانی و ایثار و فداکاری سے آراستہ کرو۔''

آپؐ بذات خود تقویٰ اور خدا شناسی کے نمونہ کامل اور اخلاق، خوش معاملگی، تواضع وانکساری کے مجسمہ تھے۔ خداوند متعال نے قرآن مجید میں آپؐ کے بے شمار خوبیوں اور بے حساب صفات حسنہ میں سے صرف آپؐ کے حسن خلق کو پسند کر کے تعریف و توصیف فرمائی ہے اور قلم اور اس کے نگارشات کے معنی خیز و با حرمت قسم کھا کر آپؐ کے حسن خلق و نیک سیرتی کی مدح و ستائش فرمائی ہے۔

آپؐ حقیقتاً صداقت و امانت، فداکاری، حلم و بردباری اور حسن خلق اور سینکڑوں صفات حمیدہ کے نمونہ اور مکمل مصداق تھے۔

جناب امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام جو ہمہ وقت آپؐ کے ہمدم و دمساز اور محرم راز تھے حضرت کی مدح کا آغاز اس طرح فرماتے ہیں: ''آپ کسی بھی محفل میں کسی بھی بزم میں اپنے صدر مجلس و پائیں مجلس بالائے نشست یا نیچے کی نشست کی تلاش نہیں فرماتے تھے، جہاں بھی جگہ مل جاتی وہیں تشریف فرما ہو جاتے خواہ وہ بلا فرش کی زمین ہی کیوں نہ ہو اور آپ لوگوں کے درمیان اتنی سادگی اور معمولی زندگی بسر فرماتے تھے کہ اگر کوئی باہر اور دوسرے آنے والا ناآشنا شخص آپ کو دیکھتا تو وہ آپ کو بہ اعتبار مجلس و طرز نشست نہیں پہچان سکتا تھا کہ آپؐ ہی اسلام کے پیغمبر عالی قدر ہیں۔''

مادیات سے بے اعتنائی

آپؑ نے دنیائے فانی سے اس حالت میں سفر آخرت فرمایا کہ مادی ذخیرے (مال ودولت) نہیں چھوڑا لیکن ایک محکم و پائیدار دین اور مضبوط آئین بطور اپنی یادگار کے اہل عالم کے لئے چھوڑ گئے جس کی عظمت کوشعاع اور اس کی نورانیت روز بروز بلندی حاصل کرتی جاتی ہے اور دنیا کے دور سے دور ترین خطوں تک پر تو افگن اور نور گستر ہوتی جاتی ہے۔

آپؑ نے اس بے حد عظیم ورثہ اور گراں قدر و بیش بہا روحانی پیغام کی بنیاد ڈالی ہے جو ہمیشہ تر و تازہ، مسرت بخش اور نہضت آفریں رہے گا اور ہر دور اور ہر زمانہ میں آغاز و انجام حیات کو معین و مشخص کر سکتا ہے اور انسانی زندگی کا مقصد، سمت، غرض و غایت بتا سکتا ہے اور فرد بشر اور جامعہ بشریت دونوں کو مادی زندگی کے خوفناک طوفان کی موجوں سے صحیح وسالم نجات تک پہنچا سکتا ہے۔

آپؑ نے اپنی مقدس زندگی کی آخری لحات میں بستر بیماری پر، مدینہ کے مسلمانوں کو بلوایا اور ان سے گفتگو کرنے کیلئے بیٹھ گئے اور ان سے درخواست کی کہ اگر کسی فرد کا کوئی حق یا کوئی قصاص آپؑ کے ذمہ ہو تو وہ شخص اپنا حق یا قصاص آپؑ سے لے لے اور آپ کو مشغول الذمہ نہ چھوڑے، (اور اس جملہ کی کئی بار تکرار کے بعد) مسلمانوں کے اس جم غفیر میں سے ایک شخص اپنے تین درہم کا آپؑ سے مطالبہ کرتا ہے جو فوراً ادا کیا گیا، دوسری کوئی قیمتی چیز دنیاوی اندوختوں اور ذخیروں میں سے آپؑ کے پاس نہ تھی، البتہ ایک بڑا ورثہ اپنی طرف سے بطور ترکہ چھوڑا اور وہ اسلام کا گراں بہا آئین تھا جس کی عظمت اور قدر و قیمت کا مقابلہ و مقایسہ

دنیائے مادّیات ہرگز نہیں کیا جا سکتا۔

ہم اس اسلام کے نورانی و آسمانی آئین کے بنیان گزار (پیغمبرؐ) کی رحلت پر حسرت اور رسالت اکبر الٰہی شجرۂ طیبہ کی شاداب و آبرومند شاخ کے دو ثمر یعنی حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا کی شہادت جو ماہ صفر کے آخر میں واقع ہوئی ہے کے موقع پر دوستداران و شیدایان خاندان رسالت کو تسلّی دیتے ہیں اور خداوند متعال سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ان بزرگواروں کے انسانی و اخلاقی فرامین و احکام کی پیروی کی توفیق و سعادت مرحمت فرمائیں۔

﴿اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ بَيْتِ النُّبُوَّةِ وَمَوْضِعِ الرِّسَالَةِ وَمُخْتَلَفَ الْمَلَائِكَةِ وَمَهْبِطَ الْوَحْيِ وَمَعْدِنَ الرَّحْمَةِ﴾

سلام ہو (اُن مقدس ہستیوں پر جو):

ہدایت کے پیشوا

تاریکیوں میں چراغ

تقویٰ و پرہیزگاری کے نشان

صاحبانِ فراست

عقل و دانش کے معمار

اہل جہان کا مرکز

انبیاء کے وارث

بلند ترین نمونۂ عمل

حسین ترین پیغام اور اہل دنیا کی موجودہ اور آئندہ زندگی کے لیے اللہ کی طرف سے حجت ہیں اُن پر اللہ کی رحمتیں بھی ہوں برکتیں بھی۔

(زیارت جامعہ)

حضرت علی ابن ابی طالبؑ
رگِ اسلام کا مقدس خون

حضرتِ علی ابن ابی طالبؑ
رگِ اسلام کا مقدس خون

ولادت باسعادت

مولائے کائنات حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی سوا کسی بشر نے یہ عظیم شرف نہیں پایا کہ خدا کے گھر میں اس کی پیدائش ہو اور وہیں شہادت کے درجے پر فائز ہو۔

چنانچہ مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کی ولادت مقدس حیات اور شہادت جادۂ حق پر چلنے والوں کیلئے عمل کا ایک درس ہے۔

تیرھویں ماہ رجب تاریخ عالم اور دنیائے اسلام کی دوسری عظیم المرتبت شخصیت جناب امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی ولادت کا دن ہے جنہوں نے اپنی ولادت' حیات اور شہادت کے ذریعہ انسان کو رزم عزم' علم وحکمت جہاد اور شہادت کا وہ سبق سکھایا جو نشیب و فراز سے پر بشری زندگی کی تاریخ میں ہمیشہ شجاعت وتہور آفریں ہو گیا اور تمام دوستداروں اور عاشقوں کے لئے جن کی تعداد کروڑوں تک پہنچتی ہے ایک بہترین قابل عمل نمونہ ہے۔

حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی ولادت باسعادت اور پر عظمت شخصیت کی تحقیق اور مطالعہ نیز آپؑ کی طرز زندگی' آپؑ کے اسلام وایمان کی کیفیت اور آپؑ کے مجاہدات اور جنگوں کے

بارے میں غور وفکر اور گہرا مطالعہ نہ صرف اصلاح کن' بیداری پیدا کرنے والا' امید افزا اور گراں بہا ہے بلکہ حکومت عدل اسلام کی شگفتگی کی ابتدائی منزلوں میں حکومت اسلامی کے بنیادی اصول اور اس الہام بخش سرچشمہ ہدایت کے زیر سایہ جوان ارشادات وفرمائشات سے معمور ہیں' دنیا میں بسنے والی ملت اسلامی کی انفرادی واجتماعی زندگی کے لئے اصلاح کنندہ بہترین نشان راہ اور معیار زندگی اور سبب اصلاح ثابت ہوسکتا ہے اور ہمیں ایک کامل تربیت دہندہ اور تربیت اسلامی کے نمایاں نمونہ کے مقابل کھڑا کرسکتا ہے۔

علیؑ عظمت طہارت تقدس اور مطلق احساسات کے رب النوع کے حیثیت کے حامل ہیں' آپؑ کی شخصیت وہ بے نظیر شخصیت ہے جس کے سامنے دوست محبت اور الفت کے ساتھ اور آپ کے دشمن اور مخالفین حیرت کے ساتھ کھڑے ہیں اور اب بھی آپؑ کی اس ملکوتی صدا کی طرف جو شہر کوفہ کی فضا میں گونجی تھی کان لگائے ہوئے ہیں جہاں آپؑ فرماتے ہیں:

''خدا کی قسم میری یہی پیوندلگی جوتیاں میرے نزدیک تم جیسے لوگوں پر حکومت کرنے سے زیادہ عزیز ہیں الا یہ کہ اس حکومت کے ذریعہ حق کو اس کی جگہ پر قائم کروں یا امر باطل کو اکھاڑ پھینکوں۔ (میرا مقصد حکومت فقط یہی ہے۔)''

مجاہد اعظم یا شجاعوں کا شجاع

آپؑ میدان جنگ ہی میں نہیں بلکہ ہر موقع ومقام پر شجاع اور دلیر تھے (خلوص، صاف دلی، وجدان کی پاکیزگی' عظیم الشان قلبی سکون واطمینان کے ساتھ مظلوموں کی مدد، ستمگروں اور جابروں سے جنگ خواہ وہ کسی جگہ اور کسی خطہ میں ہو آپؑ ان تمام میدانوں میں

سب سے بڑے دلیر تھے۔

دنیائے اسلام کی اس عالی قدر شخصیت اور راہ خدا کے اس عظیم مجاہد کے بقاء دوام کا راز ہر نکتہ سے زیادہ اس امر میں پنہاں ہے کہ آپ وقت کے ساتھ آگے بڑھتے تھے اور معین کرنے والے اسباب وعوامل کے ذریعہ ہر زمانہ کے لئے مخصوص فکری ملکہ (انداز) رکھتے تھے اور ان باریکیوں کو موسم بہار کی شگفتگی و برگ و بار کے نقش ونگار سے تشبیہ دی جاسکتی ہے کیونکہ اس وسیع وعریض دنیا کے ہر مقام اور ہر گوشے میں بہار کے معنٰی کھلنے' سرسبزی و شادابی' تازگی وخوبصورتی اور شان شکوہ اور شوکت وعظمت ہی ہیں اور اس سے بہار کے معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ بہار مشرق میں ہے یا مغرب میں شمال میں ہے یا جنوب میں صحرا میں ہے کہ پہاڑی علاقہ میں پرانے باغ میں ہے یا نئے گلشن میں' شہر میں ہے یا دیہات میں' آبادی میں ہے یا ویرانہ میں۔ غرض ہر جگہ بہار سے ایک ہی معنی اور مفہوم سمجھا جاتا ہے' اسی معنی ومفہوم میں بلا کسی ادنی فرق کے بہار ہر جگہ بہار ہے اور بہار کبھی کہنگی کا لباس زیب تن نہیں کرتی۔

بالکل اسی بہار کی طرح شاندار اور پر شکوہ سرسبز وشاداب ہے علی بن ابی طالبؑ کی ذات اور آپؑ کا بلند کردار سادہ شیوۂ زندگی بھی ہے۔

آپؑ کی سدابہار اور پر شکوہ شخصیت تمام زمانوں اور مکانوں اور تمام نسلوں اور خانوادوں کے لئے لائق مطابقت ہے۔

میدان جہاد سے مجلس بحث تک

حضرت ابوطالبؑ کے فرزند ارجمند حسنینؑ وزینب وام کلثوم کے پدر بزرگوار فاطمہ الزہرا کے شوہر نامدار اور رسول اعظمؐ کے داماد جس وقت خداوند متعال اور کیفیت خداشناسی کے متعلق گفتگو فرماتے تو خود بھی اس طرح محو جمال الٰہی ہو جاتے اور آپ کی گفتگو اس قدر بلند ہو جاتی اور اس افق سے بہت بلند فکر و شعور کے افق میں سیر کرنے لگتی جسکی سطح پر بشری فکر وتصور کے بال و پرواز سے عاجز ہو جاتے ہیں آپؑ خداوند متعال کی توصیف وتعریف اس انداز سے فرماتے کہ انسان اپنی دل کی آنکھ سے اسے ہر جگہ دیکھنے لگتا آسمانوں، زمینوں، اپنے دل کے اندر اپنی روح کی گہرائی میں اور بصیرت سے جمال وکمال الٰہی کا مطالعہ کرنے لگتا ہے جو لذت سے بھرپور اور اوج خواہی و بلند پروازی میں متموج اور متلاطم رہتی ہے۔

اور یہی شخصیت میدان کارزار میں دشمن سے جنگ اور اسلام کی طرف سے جہاد و دفاع کے موقع پر ایک بہادر کمانڈر اور ماہر سپہ سالار ہے جو لباس جنگ جسم پر سجائے ہوئے اور اپنی فوج کے سامنے جنگی فنون وتدابیر اور فتح وفیروزی کے رموز کی اس طرح تشریح کرتی ہے کہ گویا اسے تمام عمر سوائے میدان کارزار اور فنون حرب کے کسی اور کام سے کوئی سروکار ہی نہیں رہا ہے پھر وہی ذات والاصفات مسند قضاوت وانصاف پر بہترین قاضی اور معاملات کی تہ تک پہنچ جانے والا ماہر ترین فیصلہ ساز محراب عبادت میں بزرگ ترین زاہد وعبادت گزار مسند تربیت پر بزرگ ترین اور شفیق ترین معلم اخلاق اور انسانیت کے روح رواں مربی وتہذیب کنندہ ہے۔

حضرت علیؑ غیر مسلم دانشمندوں کی نظر میں

آپ کے دوستوں نے تو آپ کے متعلق بہت لکھا ہے اور اپنی تحریروں سے کتب خانے بھر دیئے ہیں جن کا دہرانا ممکن نہیں ہے لیکن اس غرض سے کہ ہم یہ جان لیں کہ غیروں نے علیؑ کو کس طرح پہچانا ہے اور حضرت کو کس نقطہ نظر سے دیکھتے اور پہچانتے ہیں، مناسب ہے کہ غیر اسلامی مفکروں اور دانشمندوں کے افکار و اقوال پر بھی تھوڑی سی نظر ڈالیں تاکہ۔

خوشتر آں باشد کہ سرّ دلبراں گفتہ آید در حدیث دیگراں

ہم یہاں جو کچھ بھی پیش کریں گے وہ لاکھوں اقوال اور لاکھوں تحریروں سے منتخب و مقتبس یا ایک بہت بڑے گلشن سے محض گل چینی ہوگی اور سمندر سے ایک قطرہ ہوگا۔

"خلیل جبران" مشہور و معروف عیسائی مورخ اس یگانہ روزگار (حضرت علیؑ) کے متعلق لکھتا ہے:

"میرا عقیدہ ہے کہ فرزند ابوطالب وہ سب سے پہلے عرب ہیں جنہوں نے روح کلی (الوہیت) ملازمت و ہمسائیگی اختیار کی اور اسی کے ہمراز و دمساز ہو گئے، وہ سب سے پہلے عربی تھے جن کے دونوں لبوں نے ترانہ الوہیت کی آواز ان انسانی کانوں تک پہنچائی جنہوں نے اس سے قبل اس نغمہ کو سنا ہی نہیں تھا، علیؑ اس حالت میں دنیا سے رخصت ہوئے کہ اپنی عظمت و بزرگواری کے ساتھ شہید ہوئے، دنیا کی طرف سے آنکھیں بند کر لیں اس حالت میں کہ نماز (تسبیح سجدہ) آپ کے لبوں پر تھی، آپ دنیا سے اس حالت میں گئے کہ آپ کا دل شوق لقاء پروردگار سے معمور تھا، عرب کے ہمسایوں میں فارس کے کچھ لوگ

کھڑے ہو گئے اور (افسوس کہ) گوہر آبدار اور سنگریزہ کے درمیان فرق کو نہیں پہچانا۔''

''شبلی شمیل'' عرب کا مادہ پرست مورخ جو کمیونزم اور الحاد کا نظریہ رکھتا تھا اور خدا کا منکر تھا وہ اس الٰہی و اسلامی بزرگ شخصیت کے متعلق پرجوش و ستائش آمیز لہجہ میں کہتا ہے:

''امام علی ابن ابی طالبؑ دنیا کے تمام بزرگوں کے بزرگ اور زمانہ کے واحد یکتا نسخہ تھے کہ دنیائے مشرق و مغرب نے اپنی آنکھوں سے عصر قدیم وجدید میں کوئی ایسی تصویر جو اس نسخہ یکتا کی مثال ونظیر ہو اور مطابق اصل ہو نہیں دیکھی ہے۔''

یہ وہی مفہوم ہے جسے ایرانی شاعر شہریار نے یوں بیان کیا ہے:

گواہ فضل تو آن بہ کہ دشمنان باشد

مثل خوش است بہ مصداق خوش تری ہم وصل

یکی بہ گفتہ شبلی شمیل زندیق

بہ بین چہ گفتہ بہ وصف علیؑ خطابے فصل

علیؑ است نسخہ فردی کہ شرق و غرب جہان

دگر ندیدہ سوادی از و مطابق اصل

''جارج جرداق'' ایک دوسرا عیسائی مورخ جس نے شخصیت و مکتب علی ابن ابی طالبؑ کی تحلیل و تشریح کے سلسلے میں پانچ جلدوں میں ایک تاریخی و ادبی شاہکار تحریر کیا ہے اس طرح رقمطراز ہے:

''تاریخ کے نزدیک...... خواہ تم پہچانو یا نہ پہچانو شہید شہداء کے پدر بزرگوار عدالت انسانی کی آواز اور مشرق کی جاوداں شخصیت علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔''

یہ علی ابن ابی طالبؑ تھے جن کے نزدیک جہاد و قتال و کارزار کی غرض و غایت دوسری ہی تھی۔

وہ غرض وغایت نہیں جو دوسرے سمجھتے تھے انہوں نے زہد اور روح تقویٰ کے ساتھ جہاد کو اختیار کیا اور عاجزوں' بے چاروں اور مجبوروں کی محبت میں قلعوں کے فتح کرنے پر آمادہ ہوئے اور انہوں نے دشمنانِ عدل وانصاف کے کام کو خاک میں ملا دیا' وہ انسانی اخلاق کریمہ وصفات عالیہ میں بلندی وکمال کی حد تک پہنچے ہوئے تھے۔

''اے دنیا! کیا ہو جاتا؟ کیا بگڑ جاتا؟ اگر اس تمام طاقت وتوانائی کو جو رکھتی ہے کام میں لاتی اور ہر زمانہ میں ایک دوسرا علیؑ جس میں انہیں کی عقل ودانش انہیں کا دل اور انہیں کی زبان اور انہیں کی ذوالفقار ہوتی عالم کو بخش دیا کرتی۔''

(صورت العدالۃ الانسانیہ ج ا ص ۵۰۱)

''میخائیل نعیمہ'' ایک معاصر عرب عیسائی بڑا مورخ اور فلسفی' مفکر اور ادیب اس طرح رقمطراز ہے:

''ایک تاریخ نویس کتنا ہی قابل وہنر مند ہو شخصیت علیؑ اور ان کے پرآشوب زمانہ اور فتنہ انگیز ماحول کی کامل تصویر کشی ہرگز نہیں کر سکتا۔ چاہے وہ ہزاروں صفحات اس سلسلے میں لکھ ڈالے' کیونکہ اس عرب کے عنصر کامل اور مرد باکمال نے جو خدمات اپنے اور اپنے خدا کے درمیان انجام دیے ہیں وہ ایسے ہیں کہ کسی شخص نے نہ دیکھا اور نہ سنا ہے' پس اس صورت میں اس شخصیت کی جو شکل بھی ہم کھینچیں گے وہ لامحالہ مبہم' نامکمل' اور ایک دھندلی شکل ہوگی، میدان جنگ وپیکار میں بہت بڑے بہادر شمار ہوتے ہیں۔

''ان کی یہ عظمت وبزرگی اگرچہ اسے ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے (یہ عظمت علیؑ) ہمیشہ ہمارے لئے ایک گراں بہا خزانہ ثابت ہو سکتی ہے جس کی طرف ضرورت ہے کہ ہم توجہ کریں' آج یا جس روز اور جب کبھی بھی ہمیں شائستہ وسر بلند زندگی گزارنے کی ضرورت محسوس ہو

اور خواہش پیدا ہو تو ہم اس روح پر جوش و خروش سے غیبی مدد حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ وہ تفکر و اندیشہ کا ختم نہ ہونے والا عنصر ہر زمانہ اور ہر جگہ موجود و کار آمد و نفع بخش ہے۔"

(علیؑ والقومیہ العربیہ۔ ص/۱۲۰۴)

''ٹامس کارلائل'' انگریز مورخ و فلسفی علیؑ کی تاریخی شخصیت و عظمت کی گرہ کشائی اس طرح کرتا ہے:

"لیکن علیؑ ہمارے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ ہم انہیں دوست رکھیں اور ان سے عشق کی حد تک محبت کریں کیونکہ وہ ایسے عالی قدر و عظیم الشان جوانمرد تھے جن کے سر چشمہ وجود سے نیکیاں' اچھائیاں اور خوبیاں جوش مارتی تھیں اور ان کے دل سے جوش و شجاعت کے شعلے بلند ہوتے تھے' آپ خشم بھرے ہوئے سے بھی زیادہ دلیر و شجاع تھے لیکن ایسی شجاعت جو پہلو میں مہربانی و پاکیزگی لئے ہوئے اور انسانی نرم و نازک جذبات شفقت اور مروّت و زم دلی سے معمور تھی۔"

ایک اور حوالہ

''وہ مسجد کوفہ میں حالت نماز میں شہید ہوئے اور دشمن کی حیلہ و مکر و فریب کے نتیجے میں جام شہادت نوش کیا۔ یہ آپ کے دل میں انصاف میں شدت ہی تھی جس کا تسلسل (منافقت کے ہاتھوں) اس جرم کا باعث بنی' کیونکہ آپ ہر شخص کو اپنی طرح عادل سمجھتے تھے جس وقت کہ آپ بستر مرگ پر تڑپ رہے تھے' کسی نے آپ کے قاتل کے بارے میں (سزا کے متعلق) پوچھا تو آپ نے جواب میں فرمایا: اگر میں زندہ رہ گیا تو میں جانتا ہوں

کہ اس کے ساتھ کیا کروں گا' لیکن اگر میں اس زخم سے جانبر نہ ہو سکا تو یہ مسئلہ تمہارے اختیار میں ہے' اگر تم قصاص لینا چاہو تو اس کی ایک ضرب شمشیر کے بدلے تم بھی اس پر فقط ایک ہی وار کرنا لیکن اگر تم اسے معاف کر دو تو یہ تقویٰ سے نزدیک تر ہوگا۔''

(الامام علی بن ابی طالب۔ عبدالفتاح مقصود۔ ص/۱۵)

''بارون کارادوو'' فرانسیسی مورخ و محقق ایک مستند و تحقیقی کتاب میں شیعوں کے پہلے امام اور تاریخ الکلام کے عظیم اور بے مثل مجاہد کے متعلق اس طرح رقمطراز ہے:

''علی وہ بے نظیر شجاع اور بے مثال دلیر اور میدان شجاعت کے نڈر و بے باک شہسوار تھے جو پیغمبر اسلام کے پہلو بہ پہلو دشمنوں سے جنگ کرتے تھے اور ایسے پسندیدہ و معجزہ کام سرانجام دیتے تھے جن کو تاریخ میں نہایت شان و عظمت کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔ آپ نے معرکہ ''بدر'' میں جب کہ آپ ایک بیس سالہ جوان تھے اپنے توانا بازو سے اپنی شمشیر آبدار کی صرف ایک ضربت سے سرداران قریش میں سے ایک شخص کے جو خود بھی بڑا تنومند و مشہور پہلوان تھا' دو ٹکڑے کر دیئے' جنگ ''احد'' میں پیغمبر کی تلوار ہاتھ میں لی اور (پھر اس طرح جنگ کی کہ) تلوار کے ایک ایک وار میں کتنے ہی زرہوں اور جوشنوں کو جسموں پر چاک و شگافتہ کر دیا اور ''خیبر'' میں یہودیوں کے قلعوں پر حملہ کے موقع پر قلعہ کے آہنی اور بے حد سنگین دروازہ کو ایک ہاتھ سے اکھاڑ لیا اور اسے اپنے سر پر سپر بنالیا۔

پیغمبر اسلام آپ کو بہت دوست رکھتے اور آپ پر کامل اعتماد و بھروسہ رکھتے تھے یہاں تک کہ ایک روز اس حالت میں کہ نگاہیں آپ کی طرف جمی ہوئی تھیں فرمایا:

''من کنت مولاہ فعلی مولاہ .''

(ہر وہ شخص جس کا میں مولیٰ ہوں علی اس کے مولیٰ ہیں۔) (الامام علی۔ ص ۱۶)

''گابریل دانگیری'' مشہور فرانسیسی محقق و مورخ اپنی تحقیقی و گرانقدر کتاب میں بڑے پر جوش و ہیجان انداز اور طوفان خیز جذبات قلبی اور ایک خاص بشاشت کے ساتھ امامؑ کی شخصیت کی عظمت و بزرگی کے متعلق اس طرح لکھتا ہے:

''علیؑ زبردست خطیب' قادر الکلام' انشاء پرداز اور عظیم القدر قاضی تھے جو نظریات کی سب سے پہلے تو سین اور بنیاد رکھنے والوں کی صف میں ایک بہت بلند مقام رکھتے ہیں' جس نظریہ کی بنیاد آپؑ نے رکھی ہے وہ اپنی صراحت و روشنی اور استحکام کے لحاظ سے نیز ترقی و تجدد اور حرکت و بیداری کی طرف نمایاں میلان و رجحان کے لحاظ سے ایک فوق العادہ امتیاز رکھتا ہے۔

علیؑ کی شخصیت دو ایسی ممتاز اور بہت نمایاں خاصیتوں کی حامل ہے جو تاریخ کے بہادروں اور سورماؤں میں سے کسی ایک میں بھی نہیں پائی جاتیں۔

پہلی خاصیت یہ ہے کہ علیؑ شجاعت و امامت دونوں کے حامل تھے جہاں آپؑ ناقابل شکست و ہزیمت جنگی سردار و سپہ سالار تھے عین اسی حالت میں علوم الٰہی کے زبردست عالم و دانشمند اور صدر اسلام کے فصیح ترین خطیبوں میں بھی شمار ہوتے ہیں۔ دوسری خاصیت یہ ہے کہ علیؑ کو سنی یا شیعی مذاہب میں دونوں کے نزدیک اسلام کے بزرگ ترین اور قابل فخر اشخاص میں سے ایک شخصیت ہونے کی حیثیت سے مدح و ستائش و تکریم و تعظیم کا مقام حاصل ہے بغیر اس کے کہ آپؑ نے خود چاہا ہو' تمام مذاہب اور تمام فرقے جو آج تک مسلمان قوم کے درمیان تفرقہ اور جدائی ڈال رہے ہیں یہ سب کے سب بھی آپؑ کو اپنا پیشوا تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ اہل سنت کی مساجد کی کتبوں پر پیغمبرؐ کے نام بعد علیؑ کا نام نقش ہوتا ہے۔''

(شہسوار اسلام۔ ص/۱۳۹)

''نرسیسیان'' جو چند سال قبل بغداد میں برطانوی سفارت خانہ میں اطلاعات پر مامور تھا اور خود بھی مسیحی دنیا کے فاضلوں اور مفکروں اور مشہور سیاست دانوں میں شمار کیا جاتا ہے، حضرت علیؑ کے بارے میں کہتا ہے۔

''اگر یہ عظیم خطیب علی ابن ابی طالبؑ ہمارے زمانہ میں موجود ہوتے اور آج بھی مسجد کوفہ کے منبر پر قدم رکھ دیتے تو تم دیکھ لیتے کہ مسجد کوفہ اتنی طویل و عریض ہونے کے باوجود یورپ کے سرداروں اور بزرگوں (علماء و فضلا مسیحی) سے چھلک جاتی اس لئے کہ سب کے سب یہاں حاضر ہوتے تاکہ آپؑ علم و دانش کے جوش مارتے ہوئے سمندر سے اپنی روحوں کو سیراب کریں۔'' (ماھو نہج البلاغہ۔ ص/۳)

''سلیمان کتانی'' مسیحی مورخ نے اپنی عمر کے بہترین حصہ کو اس حریت کے عظیم علمبردار کے بارے میں تحقیق کرنے اور آپؑ کی یگانہ شخصیت کے پہچاننے اور پہچنوانے کے لئے وقف کردیا تھا۔ اس نے ایک بیش قیمت کتاب امام علی بن ابی طالبؑ کی مدح و ستائش میں ''الامام علیؑ'' کے نام سے لکھی ہے جو تاریخی و تحقیقی اعتبار سے قیمتی ہونے کے علاوہ ایک ادبی شاہکار بھی ہے۔ ہمارے اس زمانہ کی منظر کشی خوبصورت ترین شکل میں پیش کی ہے؟ چنانچہ ادبیات عرب کے ماہروں، دانشمند ادیبوں خاص مہارت و استعداد رکھنے والوں کے سوا اس کتاب کے رازوں کو کما حقہ کوئی نہیں سمجھ سکا اور اس کے بلند و لطیف معانی کی گہرائیوں تک جیسا چاہیے نہیں پہنچ سکا۔

یہ کتاب جس کا ترجمہ ہماری خوش قسمتی سے فارسی زبان میں بھی ہو چکا ہے اور یہ عنوان ''امام علیؑ پیشوا و پشتیبان'' شائع ہو چکی ہے، ہم یہاں اس کا ایک جملہ بطور سند پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں جو اس مقالہ کا حسن خاتمہ بھی ہوگا۔

"سخن گفتن دربارۂ امام علیؑ از نظر قرب معنوی کمتر از ایستادن در محراب عبادت نیست"

"امام علیؑ کے بارے میں گفتگو کرنا (ذات الٰہی سے) معنوی لحاظ سے محراب عبادت میں کھڑے ہونے سے کسی طرح کم نہیں ہے۔"

غدیر خم، علی ابن ابی طالبؑ کی فضیلت' لیاقت وقابلیت کے پہچوانے کا دن اس روز پیغمبر اسلامؐ نے اپنی زندگی کے آخری حج سے واپس مدینہ آتے ہوئے ایک شخصیت کو بطور رہبر وجانشین وامت اسلامی کے مجمع حجاج کے سامنے متعارف کرایا جو ہر لحاظ سے امت اسلامیؐ کی ولایت وسرپرتی کے لئے لیاقت وشائشگی کی حامل تھی۔

علیؑ وہ نمایاں شخصیت ہیں جو ولایت امرالٰہی کے عہدۂ جلیلہ پر فائز ہونے کے حقدار قرار پائے۔ آپؑ کا وجود اسلام کی گراں قدر تعلیمات کو حد کمال تک پہنچانے والا ایک سراپا نمونہ تھا اور خود آپؑ ایک مرد جانباز وفداکار اور اسلام کے اساسی اصول کے بانی تھے۔

آپؑ نے راہ اسلام اور مرحلہ آزادی وکمال اور اجتماعی واقتصادی وعلمی وثقافتی عدالت کے قیام کے سلسلے میں اس جانفشانی کے ساتھ مبارزہ اور مجاہدہ کیا کہ قریش کے صاحبان استکبار کے دل بغض اور کینہ سے بھر گئے تھے اور وہ لوگ ہرگز یہ نہیں چاہتے تھے کہ آپؑ کی عدل پر قائم الٰہی وآسمانی حکومت کے زیر سایہ رہ جائیں۔

علیؑ کا انتخاب بطور جانشین پیغمبرؐ اور احکام الٰہی کا نفاذ اور حفاظت کرنیوالے کی حیثیت سے کسی وراثت کی بنیاد پر یا خاندانی جذبہ کی بناء پر یا سیاسی واقتصادی اسباب پر نہیں ہوا تھا بلکہ حکم الٰہی کے اور لازم الاجراء آسمانی امر کے علاوہ فضیلت ولیاقت' علم وتقویٰ کی بنیاد پر عمل میں آیا تھا اور آپؑ کا انتخاب اس بناء پر ہوا تھا کہ آپؑ ایمان واخلاص کا مکمل نمونہ اور عدالت ومساوات واخوت کے مظہر کامل تھے۔

سودۂ ہمدانی ایک مجاہد اور دلیر خاتون علی کے ایک بدترین دشمن کے سامنے امام کا دفاع اور امامؑ کی مدح وتوصیف ایسے انداز سے کرتی ہیں جس سے آپ کے اخلاق کریمہ کے ایک گوشہ کی نشاندہی ہوتی ہے:

''درود الٰہی اس روح پاک وطاہر پر ہو کہ زمین نے جسے اپنے سینہ میں چھپالیا اور اس کے ساتھ ہی عدالت اور انصاف بھی دفن ہوگئی۔''

آپ نے حق وحقیقت کے ساتھ وفاداری کا عہد کیا تھا کہ حق کی جگہ یا اس کے عوض کسی دوسری چیز کو ہرگز اختیار نہیں کریں گے' آپ کا وجود سراپا' حق طلبی اور حقیقت خواہی سے معمور تھا۔

علی کا سراسر وجود' علی کی تاریخ وسیرت' علی کی عادت وخصلت اور علی کی گفتگو سب درس ہے' مشق ہے' تعلیم اور رہبری ہے۔'' (جاذبہ ودافعہ علی از استاد مطہریؒ۔ص ۹۱)

یہ مختصر سی عبادت استاد مطہری جیسی دانشمند شخصیت کی ہے جنہوں نے اپنی عمر کے سالہا سال علی کی راہ میں' علی کے نظریات کی اشاعت اور اس کی دفاع کرنے میں اور علوم علی کے نشر کرنے میں صرف کیے ہیں یہاں تک کہ اپنی جان عزیز بھی اسی راہ میں قربان کردی اور حکومت عدل کے قیام کی راہ میں شہادت کے درجہ عالیہ پر فائز ہوئے۔

امام علی امت اسلامی کے حقیقی رہبر اور ان مسلمانوں کی زندگی کے لائحہ عمل کے معین کرنے والے ہیں جو چاہتے ہیں کہ صراط مستقیم پر گامزن ہوجائیں اور بین الاقوامی میدان میں اپنی اصلیت وحیثیت کو محفوظ رکھیں' بغیر اس کے کہ دنیا کی دوسری قوموں سے کسی قسم کی روحی' فکری' علمی ونظریاتی واقتصادی وابستگی کے محتاج ہوں۔

علی سے دوستی اور محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کے مکتب کے مطابق عمل کرنے والے اور

آپؑ کے طریقے پر چلنے والے ایسے قدم اٹھائیں جیسے آپؑ اٹھاتے تھے اور اس طرح سوچیں جس طرح آپؑ سوچتے تھے اور مقصد کے حصول کے لئے اس طرح فعال بنیں اور کوشش کریں جس طرح آپؑ انجام دیتے تھے۔

افکار علیؑ کی حکومت

آج ملت ایران کی جستجو کا نتیجہ اور حریت و استقلال کی راہ میں شہید ہونے والوں کی فعالیت اور کوشش کا ثمرہ ہمارے پڑوسی ملک (ایران) میں اسلام اور قرآن کے نام سے اور علیؑ کے نظریہ عالیہ پر غیبی مدد سے ایک نئی حکومت قائم ہو چکی ہے اور چاہتی ہے کہ لوگوں کی فکری، اجتماعی اور عملی زندگی کا رُخ علویؑ ہدف کی طرف موڑ دے۔ اس تاریخی لمحہ اور ان ادوار اور زمانے کے موڑ پر ملت کی مسئولیت اور ذمہ داریاں سنگین تر اور قوم کا آگاہ ہوشیار رہنا بہت ضروری ہے۔

اگر ہمارے اعمال و کردار اور ہماری کوشش علی ابن ابی طالبؑ کے افکار و نظریات کے خلاف ہوگی اور آپؑ کی مقدس زندگی اور آپؑ کے فکری مکتب سے ہم سبق نہیں لیں گے اور اپنے کو آپؑ کے بتائے ہوئے نمونوں پر منطبق اور ہم آواز نہیں بنائیں گے تو ہماری حکومت ہماری اقتصادیات اور تربیت اخلاق اور ہماری اور آئندہ نسلوں کی زندگی کی بنیاد ٹیڑھی ہو جائے گی۔ ٹیڑھی بنیاد، کمزور اور متزلزل پایہ پر زندگی کی عمارت کھڑی کرنا ہماری بربادی، تباہی اور کمزوری کا باعث ہوگا۔

آج اس امر کا موقع ہمیں حاصل ہے کہ ہم سب کو چاہئے کہ شخصی محبت و عداوت، خصوصی

ونجی منافع ومصالح اور صنفی وانفرادی خیر اندیشیوں اور مصلحت بینیوں کو ایک طرف پھینک دیں اور صرف علیؑ کے ہدف کو حاصل کریں اور علوی افکار ونظریات کی بنیادوں کی تائید اور اس کے استحکام پر پوری پوری توجہ دیں اور اپنے محفوظ اور ترقی پذیر ملک عزیز کو اسلامی افکار و نظریات اور اسلام کی گراں بہا تعلیمات کی بنیاد پر استوار کریں تا کہ علیؑ اور آپؑ کے مکتب و نظریات کو دنیا میں افتخار وسربلندی حاصل ہو علیؑ سے دوستی ومحبت کے حق کی ادائیگی فقط اسی طریقہ سے ہوسکتی ہے اور انقلاب اسلامی کی حمایت اور ان سب امور کے عملی ہو جانے ہی کی صورت میں ہم عید سعید منا سکیں گے۔ انشاء اللہ!

شہادت

خدا کی راہ میں شہادت مردان خدا کی آرزو اور خالق کائنات سے اُن کی یہی خواہش ہوتی ہے۔ علیؑ نے بارہا خلوص دل کے ساتھ بارگاہ خداوند متعال میں یہ سوال کیا تھا۔ آپؑ چاہتے تھے کہ ہرگز بستر استراحت ومسند آسائش پر جان نہ دیں بلکہ راہ خدا میں دشمنان خدا سے میدان کارزار میں جنگ کرتے ہوئے شہادت کا عظیم فیض حاصل کریں اور اپنے پروردگار سے لقاء کی منزل کی طرف تیزی سے جائیں اور ایسا ہی ہوا' آپؑ محراب عبادت میں (جو بہترین الٰہی کارزار ہے) اپنے خون میں نہا گئے۔

۴۰ ہجری میں اسلام کے مخالف عناصر اور منافقین کی سازشوں اور فریب کاریوں کے باوجود آپؑ اپنی حکومت اور خلافت ظاہری کے پانچویں سال میں داخل ہوئے۔

یہ پانچ سال کا زمانہ جس میں حضرت علیؑ زمامدار حکومت اسلامیہ پر رہے' سارا کا سارا

ناگوار حوادث اور حکومت اسلامی کے خلاف، عوامل وافراد کی ریشہ دوانیوں اور تفرقہ اندازیوں سے بھرا ہوا تھا یہ سازشیں اور اقدامات جو زیادہ تر داخلی پہلو رکھتے تھے۔ شدید ضرر رساں جنگوں مثلاً جنگ جمل وصفین ونہروان کی شکل میں ظاہر ہوئے اور علیؑ جیسے مرد عالم وزاہد حق آگاہ اور دانشمند وشجاع جس قدر ممکن تھا کوشش فرماتے رہے کہ یہ ملت کے خلاف جنگیں نہ ہوں لیکن کینہ اور موقع سے فائدہ اٹھانے والوں نے ایک نہ سنی۔

علیؑ تو اپنی ساری کوشش زمانہ پیغمبرؐ کے حالات اور اسی ماحول کے واپس لانے اور اسلامی حیات بخش اصول کو دوبارہ بروئے کار لانے میں صرف فرمارہے تھے لیکن عرب کے ممتاز طبقے اور وہ عناصر جو علیؑ سے پہلے کے خلفاء کے دور میں ناحق مال ودولت اور ممتاز مقام حاصل کر چکے تھے کے علیؑ کے بدترین دشمن تھے، جس کا انجام یہ ہوا کہ انہیں غداروں کی تحریک سے زمانہ جاہلیت اور اس کے فوراً ہی بعد آپؑ کے مبارزات کے سلسلے میں پرانے کینے جو تاریخ کی اس بزرگ ترین شخصیت کے خلاف ان کے دلوں میں چھپے ہوئے تھے ایک دم سے ظاہر ہو گئے اور پھر جنگ صفین کے معرکہ میں معاویہ، عمر وعاص اور اشعث بن قیس کندی جیسے دوسرے منافقین کا قرآن مجید کو نیزوں پر بلند کرنا فرقہ خوارج کے ظاہر ہونے کا باعث ہوا۔

اس فرقہ کی پیدائش جنگ نہروان واقع ہونے کا باعث ہوئی، اس جنگ میں امیر المومنین علیؑ کے طرفداروں اور نزدیکی دوستوں نے جب خطرہ کو بالکل نزدیک دیکھا تو بے پناہ حملے شروع کر دیئے اور میدان کو خوارج کے وجود سے پاک کر دیا، علیؑ نے خود بھی اس جنگ میں منافق گروہوں کے فتنہ وفساد کو دفع کرنے کے لئے کمر ہمت باندھی اور اس طرح ان منافقوں میں سے سوائے چند نفر کے سب ختم ہو گئے۔

جنگ نہروان کے ختم ہونے کے بعد زخمیوں نے شفا پائی اور اپنے مقتولین پر گریہ وزاری

کی اور پھر گزشتہ و موجودہ حوادث پر بحث و مباحثہ میں مشغول ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں سے چند منافقوں نے جو اپنے دلوں میں امیر المومنین علیؑ کی طرف سے بھی کینہ رکھتے تھے اور معاویہ سے بھی عداوت رکھتے تھے مکہ کا رخ کیا وہاں پہنچ کر ان میں سے تین اشخاص (عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی' برک ابن عبداللہ اور عمرو بن بکر تمیمی) نے ایک نشست کے دوران کہا کہ ان تمام پریشانیوں کے ذمہ دار صرف تین اشخاص ہیں جن سے انتقام لینا چاہئے "علیؑ" معاویہ اور عمرو عاص' پھر اس مشن کو پورا کرنے کے لئے مشورہ کیا۔

اور سب نے اس کام کے لئے متفقہ طور پر یہ طے کیا کہ تینوں اشخاص کوفہ' شام اور مصر کی طرف روانہ ہو جائیں اور انیسویں ماہ رمضان کی صبح کو علیؑ اور ان دوسرے دو افراد کو قتل کر دیں۔

برک شام گیا اور معینہ شب کو معاویہ کی گھات میں چھپ کر بیٹھ گیا اور فجر کے وقت جب اس نے معاویہ پر اپنی تلوار کا وار کیا تو تلوار معاویہ کی ران پر پڑی لیکن معاویہ کی جان بچ گئی۔

عمرو تمیمی مصر گیا اور شب ۱۹/ ماہ رمضان کو مسجد کے اندر والی ء مصر عمرو عاص کی گھات میں بیٹھا مگر اتفاقاً عمرو عاص اس دن بیمار ہو گیا اور مسجد میں نہیں آیا اور اس کی جگہ قاضی مصر نماز کے لئے مسجد میں آیا اور عمرو تمیمی کی تلوار کا لقمہ بن گیا۔

ابن ملجم کے لئے ایک ایسا واقعہ رونما ہو گیا جس کی وجہ سے اس کے منحوس ارادہ کی پختگی اور زیادہ راسخ ہو گئی' واقعہ یہ ہوا کہ چونکہ ۱۹/ ماہ رمضان کی شب معین تھی اور ابھی اس میں کئی روز باقی تھے۔ لہٰذا اس نے محلہ خوارج میں قیام کیا' یہاں تک کہ ایک دن اس کے دوستوں میں سے کسی ایک کے مکان پر اس کی نگاہ ایک عورت کے جمال پر پڑ گئی جس کا نام قطامہ تھا اور وہ دلباختہ ہو گیا اور اس سے شادی کی درخواست کی۔

قطامہ جو ایک خوبصورت عورت تھی اور اس کے خارجی باپ اور بھائی جنگ نہروان میں

قتل ہوئے تھے اس لئے امام کے خلاف اپنے دل میں سخت بغض و کینہ رکھتی تھی اور برابر انتقام لینے کے موقع کی تلاش میں رہتی تھی، اس لحاظ سے جس وقت ابن ملجم کی درخواست اس کے سامنے آئی تو اس نے ابن ملجم سے سوال کیا: جانتے ہو میرا مہر کیا ہے؟

ابن ملجم نے کہا: جو تو طلب کرے گی۔

قطامہ نے کہا: میرا مہر بہت سنگین ہے۔ علی ابن ابی طالب کا خون، تین ہزار درہم نقد، ایک غلام اور ایک کنیز۔ ابن ملجم جو خواہش نفس امارہ کا اسیر ہو چکا تھا اور اپنی عقل و خرد، ہوش وحواس کو شیطان کے گروی کر چکا تھا قطامہ کا مطالبہ قبول کر لیا (ارادہ تو پہلے ہی سے تھا اب مزید پختہ ہو گیا) انیسویں شب ماہ رمضان آ گئی، اس رات خود قطامہ بھی مسجد میں آئی اور دوسرے چند افراد کو بھی ابن ملجم کی مدد کے لئے بلا لیا تھا، یہ سب گھات میں بیٹھے ہوئے صبح کا انتظار کر رہے تھے۔

ماہ رمضان میں امیر المومنین علیؑ ہر شب اپنے فرزندوں میں سے کسی ایک کے گھر افطار کی غرض سے تشریف لے جاتے تھے، چنانچہ انیسویں شب اپنی دختر جناب ام کلثوم کے گھر تشریف لے گئے۔

جناب ام کلثوم فرماتی ہیں کہ اس شب پدر بزرگوار میرے گھر تشریف لائے، اولاً نماز میں مشغول ہو گئے، پھر میں نے افطار کے لئے ایک ظرف لائی جس میں جو کی فقط دو روٹیاں اور ایک پیالہ دودھ اور تھوڑا سا نمک تھا۔

نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس ٹرے کو دیکھا اور فرمایا ''جان پدر! دو قسم کے کھانے کیوں لائی ہو؟ تم جانتی ہو کہ تمہارا باپ اسوہ پیغمبر کی پیروی کرتا ہے؟ بیٹی! مال حلال دنیا کا حساب ہوگا اور مال حرام عقاب ہوگا جب تک تم ان دو سالنوں میں سے ایک کو اٹھا نہ لوگی

میں افطار نہیں کروں گا۔

میں نے کاسہ شیر اٹھالیا تب آپ نے وہی جو کی تھوڑی سی روٹی نمک کے ساتھ تناول فرمائی' اس کے بعد شکر خدا ادا کیا اور پھر نماز میں مشغول ہو گئے' آپ نے اس شب بہت نمازیں پڑھیں اور بارگاہ خداوندی میں گریہ فرماتے رہے' بہت دفعہ حجرہ سے نکل کر صحن خانہ میں آتے' آسمان کی طرف دیکھتے پھر قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تھے اور آیہ ''ان فی خلق السموات ولارض'' جس میں تدبیر الہیٰ کی باریکیوں اور آفرینش عالم کی شگفتگی کا تذکرہ ہے تلاوت فرماتے تھے اور پھر حجرہ میں چلے جاتے اور عبادت میں مشغول ہو جاتے' سپیدہ سحری نمودار ہوتے ہی مسجد میں جانے کے قصد سے باہر یہ فرماتے ہوئے نکلے۔

''خدایا موت کو میرے لئے مبارک فرما۔''

دروازہ کے قریب چند مرغابیاں جو گھر میں پلی ہوئی تھی امام کے سامنے آ گئیں اور آپ کا راستہ روک کر چیخنے اور فریاد کرنے لگیں اور پروں کو پھڑ پھڑانے لگیں ہم نے چاہا کہ انہیں حضرتؑ کے راستے سے ہٹا دیں۔ امام نے فرمایا۔

''انہیں چھوڑ دو' فریاد کرنے دو' ابھی یہ فریاد کر رہی ہیں اس کے بعد لوگ نوحہ وشیون کریں گے۔'' پھر ان مرغابیوں کے بارے میں سفارش کی۔

''جان پدر! یہ بے زبان پرندے ہیں' یہ اپنی بھوک و پیاس کا اظہار نہیں کر سکتے لہٰذا ان کی نگہداشت کرنا (ان کو وقت پر دانہ پانی دیتی رہنا' یا اگر ممکن نہ ہو تو) انہیں آزاد کر دینا۔''

اس کے بعد حضرتؑ مسجد میں تشریف لے گئے مسجد کی قندیلیں خاموش تھیں' اسی تاریکی میں چند رکعت نماز پڑھی پھر دعا اور تعقیبات پڑھیں اور دعا فرمائی۔ اس کے بعد مسجد کے گلدستہ اذان پر تشریف لے گئے اور اذان کے بعد گلدستہ سے اترے اور سونے والوں کو بیدار کرنا

شروع کیا' ابن ملجم بھی انہیں سونے والوں کے درمیان منہ کے بل پڑا تھا گویا سو رہا ہے' اس حالت میں کہ زہر آلود شمشیر اپنے کپڑوں کے نیچے چھپائے ہوئے تھا' جب امامؑ اس کے نزدیک پہنچے تو فرمایا: "اس طرح نہ سو! یہ شیاطین کے سونے کا طریقہ ہے"

پھر محراب میں تشریف لے گئے اور نماز صبح کے لئے کھڑے ہو گئے' ابن ملجم اور شبیب (جو ابن ملجم کی مدد کے لئے آیا تھا) دونوں آہستہ آہستہ اپنے آپ کو محراب سے نزدیک تر کرتے جا رہے تھے (یہاں تک کہ) جب امامؑ نے نماز کی پہلی رکعت کے سجدہ سے سر اٹھایا شبیب نے اپنی تلوار کا وار کیا مگر تلوار محراب کی دیوار سے ٹکرائی اور وار خالی گیا اسی لمحہ ابن ملجم جلدی سے آگے بڑھا اور اپنی زہر آلود وزنی تلوار کا وار امامؑ کے سر اقدس پر کیا جس سے سر اقدس شگافتہ ہو گیا۔ علیؑ اپنے شگافتہ سر کے ساتھ مسجد کوفہ کی محراب میں ہیں اور اسی لمحہ شہادت کی عظمت اپنی زندگی کی معنویت و مقصدیت اور موت کے اقسام میں سے اپنی پاک و پاکیزہ موت کی نوعیت پر کمال توجہ کے ساتھ ایک نگاہ ڈالی اور آواز دی:

" فذت برب الكعبة "۔ "ربّ کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔"

مسجد کے لوگ بھر گئے اور ابن ملجم کو گرفتار کر لیا اور اسے امام حسنؑ کے پاس لائے امام علیؑ نے ابن ملجم کے بارے میں سفارش فرمائی۔

"دیکھو! اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا اور جو کچھ تم خود کھانا وہی اسے بھی کھلانا' اس کے خوف' وحشت' اضطراب و گھبراہٹ پر رحم کرنا۔"

لوگ امامؑ کو محراب سے اٹھا کر صحن مسجد میں لانے کے بعد حضرت کے گھر لے گئے' شہر کوفہ کے تمام باشندے اس خبر سے آگاہ ہوئے اور امامؑ کے گھر کی طرف جوق در جوق روانہ ہو گئے' امامؑ کی حالت بے حد تشویش ناک تھی اس لئے کم ہی لوگوں کو دیدار امامؑ کی اجازت ملتی

تھی' اسی صورت میں حالات گزر رہے تھے خانوادۂ امام کے افراد اور دوسرے مومنین اس مصیبت عظمٰی کے رنج و غم سے بے چین تھے' خود امام بھی زہر آلود زخم کے درد و سوزش کی وجہ سے تپ میں مبتلا اور بے چینی سے تڑپ رہے تھے' تھوڑی دیر بعد ذرا سا سکون ملتا تو اپنے فرزندوں اور اپنے اصحاب اور دوستوں کو وصیت و نصیحت فرماتے تھے اور دین و تقویٰ کے طریقے تعلیم فرماتے تھے' کبھی شدت تکلیف سے بے ہوش ہو جاتے اور کبھی ہوش میں آ جاتے۔

ایک مرتبہ جو حضرت ہوش میں آئے تو امام حسنؑ نے زہر کا اثر روکنے یا کم کرنے کے لئے حضرت کی خدمت ایک پیالہ دودھ پیش کیا۔

امامؑ نے کاسۂ شیر ہاتھ میں لیا' اس میں سے تھوڑا نوش فرمایا اور پھر حکم دیا کہ بقیہ شیر ابن ملجم کے واسطے لے جائیں اور ایک مرتبہ پھر ابن ملجم کے لئے آب و غذا کے بارے میں سفارش فرمائی۔

آہستہ آہستہ رات آ گئی شب بیسویں ماہ رمضان امامؑ نے بیٹھ کر نماز پڑھی اور برابر اپنے فرزندوں کو نصیحت فرماتے رہے' ۲۰/ ماہ رمضان کا دن آیا' اس دن بھی لوگ آتے تھے اور ہر ایک کوئی نہ کوئی سوال کرتا' حضرت فرماتے: ''اپنے سوالات کو مختصر الفاظ میں پیش کرو۔'' اور پھر ہر ایک کو جواب عنایت فرماتے رہے۔

''حجر بن عدی'' آئے اور امامؑ کی شان میں ایک شعر پڑھا۔ امامؑ نے ان کے بارے میں خبر دی کہ ایک زمانہ کے بعد تمہیں لوگ طلب کریں گے تاکہ تم مجھ سے بے زاری کا اظہار کرو۔

اور پھر یہ دن بھی ختم ہو گیا اور اکیسویں ماہ رمضان کی شب آ گئی' اس شب میں اپنے تمام

فرزندوں اور اہل خانوادہ کو جمع کیا اور ان سب کو وداع کیا اور اپنی مشہور و معروف وصیت بیان فرمائی۔

''حق بات کہو اور ہر کام خدا کے لئے کرو۔''

''ظالم کے دشمن اور مظلوم کے حامی و مددگار رہو۔''

''حسنؑ اور حسینؑ! تم دونوں سے اور اپنے تمام فرزندوں سے اور اپنے خاندان والوں سے اور ہر اس شخص سے زمانہ کے خاتمہ تک جس تک میری یہ وصیت پہنچے سب سے تقویٰ کی رعایت، کاموں کو نظم وضبط سے انجام دینے اور اختلافات کو ختم کرنے کی میں سفارش کرتا ہوں اور یتیموں کے بارے میں خدا سے ڈرو خدا سے ڈرو ایسا نہ ہو کہ وہ کسی وقت بھوکے رہ جائیں یا ایک لمحہ کے لئے مورد توجہ نہ رہ جائیں، ہمسایوں اور پڑوسیوں کا لحاظ رکھو، قرآن کے بارے میں خدا سے ڈرو ایسا نہ ہو کہ دوسرے قرآن مجید کے مطابق عمل کریں اور تم نہ کرو، خانہ کعبہ کے بارے میں خدا سے ڈرو خدا سے ڈرو، یاد رکھو! جب تک تم زندہ ہو خانہ خدا کو اپنی حاضری سے خالی نہ چھوڑنا۔

جہاد کے بارے میں تمہیں خدا کو یاد دلاتا ہوں، مال سے، جان سے اور زبان سے راہ خدا میں جہاد جاری رکھو، آپس میں ایک دوسرے سے وابستہ رہو اور ایک دوسرے کی خبر گیری کرتے رہو۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو ترک نہ کرنا، اگر تم امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو چھوڑ دو گے تو بدترین لوگ تم پر مسلط ہو کر حکومت کریں گے اور جس زمانہ میں بدترین لوگ حکومت کریں گے تو تم جو دعا بھی کرو گے اسے خدا مستجاب نہیں فرمائے گا۔''

اس کے بعد مولائے متقیان بے ہوش ہو گئے، جب ہوش آیا تو اپنے خاندان کے افراد کی

طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''تم سب کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔''

''خدا تم سب کو راہ حق وصدق پر ثابت قدم رکھے۔''

پھر فرمایا:

''اے اللہ کے فرشتو! تم پر درود ہو۔''

اس کے بعد قرآن مجید کی چند آیتیں اس مضمون کی تلاوت فرمائیں کہ۔

''خدا ان لوگوں کے ساتھ ہے جو اپنی عمر کو تقویٰ و پرہیزگاری میں گزاریں اور ان لوگوں کے ساتھ ہے جو ہمیشہ نیک کام کریں۔''

اور پھر اس کے بعد ایک لمحہ کے بعد فرمایا: ''اشهد ان لا اله الاالله وحده لا شريك له واشهد انّ محمداً عبدهٗ ورسوله'' اور پھر آرام اور مکمل خاموشی چھا گئی۔

رات کے ابتدائی اوقات تھے جب خبر شہادت امام علی سارے شہر کوفہ منتشر ہوئی اور در و دیوار کوفہ لرز گئے اور ہر طرف سے نوحہ وشیون کی صدائیں آ رہی تھیں۔

جمعیت مومنین نے خانہ امیر المومنین کو اس طرح سے گھیر لیا اور اس طرح در و دیوار سے لپٹ گئے تھے جیسے انگوٹھی کا نگینہ چاندی کے دندانوں میں محصور ہوتا ہے اور لوگوں کی صدائے نالہ وفریاد ہر طرف بلند تھی۔

تمام لوگ منتظر تھے کہ امام کے جنازہ کو باہر لائیں تو وہ اس کی تشیع کریں لیکن امام حسن باہر تشریف لائے اور لوگوں سے فرمایا کہ سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس جائیں اور ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

جس وقت جمعیت متفرق ہوگئی اور سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے تو امام حسن مجتبیٰ نے اپنے پدر عالی قدر کی وصیت کی مطابق آپ کو غسل دیا اور کفن پہنایا اور تابوت

میں رکھ دیا اس کے بعد قرابت داروں اور مخلص دوستوں میں سے چند افراد کی مدد سے تابوت کو اٹھایا اور اپنے شانوں پر رکھ کر لے چلے اور سرزمین نجف میں دفن کر دیا اور حضرت کی قبر کو پوشیدہ کر دیا اور اس صورت سے مجسمہ علم وتقویٰ اور مرد فضیلت وشہادت اپنے پروردگار کی بارگاہ میں جا پہنچا۔

امیر المومنین علیؑ نے فرمایا تھا کہ جس جگہ میرا تابوت زمین کی طرف جھکنے لگے اسی جگہ مجھے دفن کرنا اور دفن کرنے کے بعد میری قبر کو مخفی رکھنا کیونکہ فرقہ خوارج میں سے بچے ہوئے افراد اور حاکم شام کے ظالم ہاتھ زندہ ومردہ کسی پر رحم کرنا نہیں جانتے۔

تابوت کا اگلا سرا اس سرزمین پر جو کوفہ کے نزدیک تھی اور ''نجف'' کے نام سے پکاری جاتی تھی زمین کی طرف جھکا امامؑ کے فرزندوں امام حسنؑ وامام حسینؑ نے خود دفنانے کی خدمت انجام دی اور گھر کی طرف پلٹ آئے۔

امیر المومنین حضرت علیؑ کی قبر ہارون الرشید کے زمانہ تک مخفی وپوشیدہ رہی (اور ائمہ کے علاوہ) حضرتؑ کے چند اُقربا اس جگہ سے واقف تھے سودہ ہمدانی علیؑ کی فداکار مخلص چاہنے والی نے معاویہ کے سامنے علیؑ پر درود بھیجا اور اس طرح حضرت کا مرثیہ پڑھا۔

صلی الا له علی روح تضمنها قبر فاصبح فیه العدل مدفونا

قد حالف الحق لا یبغی بدلا فصار بالحق ولایمان مقرونا

''خدا رحمت نازل فرمائے اس روح پاک پر جس کے جسم کو خاک نے اپنے سینہ میں چھپا لیا تو اس کے ساتھ ہی عدل وانصاف بھی دفن ہو گئے۔''

''حق کے ساتھ عہد وپیمان باندھا تھا کہ اس کے بجائے اور اس کے بدلے کسی دوسری چیز کو اختیار نہیں کریں گے پس آپ کا وجود حق وایمان کا مجسمہ بن گیا۔''

صعصعہ بن صوحان عبدی جو عاشقان وفدائیان علیؑ میں سے ایک تھے اور ان خاص افراد میں سے تھے جنہیں علی ابن ابی طالب کے مراسم دفن میں معدودے چند افراد کے ساتھ شرکت کا موقع ملا۔ امام کے دفن سے فارغ ہونے کے بعد صعصعہ نے اپنا ایک ہاتھ اپنے سینہ پر رکھا اور دوسرے ہاتھ سے اپنے سر پر خاک ڈالی اور کہا:

''یا امیر المومنین! آپ کو موت قبول ہو کیونکہ آپ کا تولد پاک تھا اور آپ کا صبر طاقتور تھا اور آپ کا جہاد عظیم تھا' آپ نے اپنے افکار پر قابو پالیا اور نفع بخش تجارت سے موفق ہوئے۔

آپ اپنے خالق و پروردگار کی بارگاہ میں پہنچ گئے اور اس نے بھی خوشی سے اپنے قرب خاص میں جگہ عنایت کی اور آپ اپنے برادر بزرگ حضرت محمد مصطفیٰ کے درجہ تک پہنچے اور آنحضرتؐ کے کاسہ لبریز سے آپ نے بھی نوش فرمایا:

یا امیر المومنینؑ! آپ نے وہ چیز حاصل کرلی جسے دوسرے لوگ حاصل نہیں کر سکے اور آپ اس منزل پر پہنچ گئے جس پر دوسرے نہیں پہنچ سکے' آپ نے اپنے برادر بزرگ جناب رسول خداؐ کی خدمت میں رہ کر جہاد کیا اور دین خدا پر جس طرح قیام کرنا چاہئے تھا آپ نے قیام کیا یہاں تک کہ سنتوں کو آپ نے قائم کیا فتنوں اور خرابیوں کی اصلاح کی' اسلام وایمان کو منظم کیا' آپ پر بہترین درود ہو اور بہترین رحمتیں نازل ہوں۔۔

آپ کے ذریعہ مومنین کی پشت محکم ومضبوط ہوئی اور راہیں روشن ہوئیں اور سنتیں مضبوطی سے قائم ہوئیں' کوئی ایک شخص بھی آپ کے فضائل اور آپ کے خصائل پسندیدہ کو اپنے اندر جمع نہیں کر سکا' آپ نے پیغمبرؐ کی آواز پر لبیک کہی' آنحضرت کی دعوت قبول کرنے پر دوسروں پر سبقت حاصل کی' آنحضرتؐ کی نصرت ومدد میں جلدی کی اور اپنی جان کو سپر بنا کر آنحضرتؐ کی حفاظت کی' خوفناک مراحل میں اور مسلمانوں کی وحشت وگھبراہٹ کے موقع

پر اپنی شمشیر آبدار ذوالفقار سے دشمنوں پر حملہ کیا اور ستمگروں کی کمر توڑ دی، شرک و پستی کی بنیادوں کو اکھاڑ پھینکا اور گمراہوں کو خاک و خون میں لت پت کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا، پس اے امیرالمومنین آپ کو قبول ہو یہ موت!

تمام لوگوں کی بہ نسبت پیغمبرؐ سے سب سے زیادہ نزدیک آپ تھے، آپ وہ پہلے شخص تھے جو یقین سے لبریز و مالا مال و سرشار اور مضبوط دل کے ساتھ اسلام کے گرویدہ ہوئے، آپ سب سے زیادہ فداکار تھے اور خیر و نیکی میں آپ کا حصہ سب سے زیادہ تھا، خدا ہم کو آپ کی مصیبت عظمیٰ کی اجر سے محروم نہ فرمائے اور آپ کی رحلت کے بعد ہمیں رسوا نہ کرے۔

خدا کی قسم! آپ کی زندگی خیر کی کلید تھی اور شر کا قفل، (افسوس) آپ کی موت ہر شر کی کلید ہوگی اور خیر کا قفل، اگر لوگوں نے آپ کو قبول کیا ہوتا تو آسمانوں اور زمین سے ان پر نعمتوں کی بارش ہوتی، لیکن انہوں نے تو دنیا کو آخرت کے بدلے چن لیا اور اسے دین پر ترجیح دی۔

ہاں ہاں! ان لوگوں نے دنیا کو منتخب کیا اور آپ کے عدل و مساوات کی تاب نہ لا سکے، جس کا انجام یہ ہوا کہ بندشوں اور رکاوٹوں کے ہاتھ آستین سے باہر آ گئے اور علیؑ کو شہید کر دیا۔"

اس طرح سے اسلام کی یہ عظیم و نمایاں شخصیت جہان علم و فکر اور تاریخ بشری میں ہمیشہ باقی رہنے والی شجاعت کی تابناک روشنی کوفہ میں غروب ہوگئی۔ لیکن اس کے افکار و نظریات، تعلیمات و ارشادات آغاز شہادت کے لمحات سے لے کر جب تک دنیا قائم ہے تب تک انسانوں کی زندگی کے مراحل اور راہوں میں جاری و ساری رہیں گے۔

درود ہو اس جاودانہ شخصیت پر اس وقت جب وہ دنیا میں آئی اور ان لحظات میں جن میں اس نے زندگی بسر کی اور ان آخری اوقات میں کہ جب اس نے دنیا سے اپنی آنکھیں بند کر لیں، درود ہو اور رحمتیں نازل ہوتی رہیں۔

﴿اَلسَّلامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ بَيْتِ النُّبُوَّةِ وَمَوْضِعِ الرِّسَالَةِ وَمُخْتَلَفَ الْمَلائِكَةِ وَمَهْبِطَ الْوَحْيِ وَمَعْدِنَ الرَّحْمَةِ﴾

سلام ہو (اُن ہستیوں پر):

جو معرفتِ خدا کا محور

اُس کی برکتوں کا مسکن

اُس کے رازوں کے محافظ

اُس کی حکمتوں کی خزینے

اُس کی کتاب کے پاسبان

اُس کے نبیؐ کے جانشین

اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ خاندان ہیں۔

اُن سب پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔

(زیارت جامعہ)

جناب فاطمہ زہراؑ
عمل و مبارزہ حق طلبی و انقلاب
اور اسلام کی عظیم المرتبت و مثالی خاتون

جناب فاطمہ زہراؑ
عمل ومبارزہ حق طلبی وانقلاب
اوراسلام کی عظیم المرتبت ومثالی خاتون

ولادت باسعادت

اسلام اپنے انسان ساز مکتب میں نہ صرف ترقی کی منزلوں پر پہنچانے والے اصول کا مرتب کرنے والا اور جامعہ بشریت کی انفرادی واجتماعی ترقی وکمال کی قدروں کا بانی ہے بلکہ ان اصول اور قدروں کے مطابق ایسے انسانوں کی پرورش کرتا ہے جوخود جامعہ اوردوسرے لفظوں میں اجتماع بشری کی قدروں کا مکمل نمونہ ہیں۔

اسلام کی بزرگوار خاتون ایک بیٹی یعنی دختر پیغمبرؐ ہونے کی حیثیت سے عفت وقناعت و تقویٰ کا نمونہ ہیں اور بہ عنوان ایک زوجہ یعنی زوجہ امام علیؑ ہونے کے ایک روشن وواضح صبر کی خوگر اور زحمت کش زوجہ ہیں اور ماں یعنی مادر حسنینؑ وزینب وام کلثوم ہونے کی حیثیت سے دین کے بے باک مجاہد انسانوں کی پرورش کنندہ اور جامعہ بشری کی رہبری پر قدرت

رکھنے والی ہیں۔ المختصر فاطمہؑ (اُن پر خدا کی رحمتیں نازل ہوں) ایک عقلمند پُر اعتماد اور دلیر مجاہدہ ہیں۔ آپ جامعہ نسواں میں ایسے تغیرات کا مبداء و منشاء ہیں کہ ایک خردمند و مصلح اور مردوں کی ہمشان عورت کا کامل نمونہ شمار ہو سکتی ہیں۔ بدوی قبائل میں عورت کے ننگ و عار ہونے کے خیال کو متعصب مردوں کے دماغوں اور ذہنوں سے دھو سکتی ہیں اور ثابت کر سکتی ہیں کہ عورت اور مرد کے درمیان تقویٰ و پرہیز گاری کے سوائے کوئی مخصوص امتیاز نہیں تاکہ دنیا والوں کو یہ بتائیں کہ معاملات اسلامی کی درستی اور اصلاح نیز امور زندگی کو آگے بڑھانے میں عورتوں کا کردار بھی ویسا ہی موثر اور نافذ العمل ہے جیسا مردوں کا' جناب فاطمہؑ وہ بزرگ اور عالی قدر خاتون تھیں جو اپنی حیات میں نئی قدروں کی موجد بنیں اور اپنی وفات کے بعد جامعہ اسلامی کو بہت سے جدید معیار زندگی بخش گئیں۔

جزیرۃ العرب کے بیابانوں میں رہنے والے عربوں کی جاہلیت کی سوسائٹی' بعثت پیغمبر کے آغاز اور اسلام کے نومولود آئین سے قبل ایک مذکر سوسائٹی تھی۔ ایسی سوسائٹی میں مادر سالاری نظام کے ختم ہونے کے بعد مرد سالاری نظام تشکیل پا چکا تھا اس قبائلی نظام میں صرف مرد کی زندگی کی قدر و قیمت تھی اور اُس کی اقتصادی و مادی معیار قابل ذکر تھے یعنی اس سوسائٹی کا جو بھی مرد بھی مبارزہ و پیکار کے لائق اور کچھ کر گزرنے پر قادر ہو اور دوسرے کمزور قبائل سے جنگ و پیکار کے ذریعہ اقتصادی درآمد یا جنگی مال غنیمت حاصل کر سکتا ہو وہی شخص اس سوسائٹی میں قدر و قیمت والا سمجھا جاتا اور وہی شخصیت کا مالک ہوتا۔

عورت، اس دلیل کی بناء پر کہ جسمانی اعتبار سے ضعیف شمار ہوتی ہے ایسی سوسائٹی میں نہ تو اقتصادی کام انجام دینے پر قادر تھی اور نہ قبائلی جنگ و جدل کی قوت رکھتی تھی۔ اس وجہ سے نہ تو اس کی کوئی قدر و قیمت تھی اور نہ کوئی شخصیت اور یہی وجہ ہے کہ عربوں کی جاہلیت کی

طویل تاریخ میں صرف گنی چنی عورتوں کا سراغ لگایا جا سکتا ہے جو کم از کم ایک نسبی قدر و قیمت کی مالک ہوں یا معاشرہ میں ایسی ساخت و بافت اور ایسے نظام کے ساتھ اپنی خاص لغت بھی رکھتی تھیں عرب جاہلیت کی مذکر سوسائٹی کی لغت میں عورت سے مراد ننگ و عار تھا اور عورت سائٹی کے لئے عیب اور رسوائی کا باعث شمار کی جاتی تھی' یہاں تک کہ عربوں کی جاہلیت کی لغت کی ایک ضرب المثل مشہور ہے: ''عورت ننگ ہے اور ننگ کو خاک میں ملا دینا چاہئے۔'' ایک عرب شاعر نے اسی زمانہ میں ایک نغمہ لکھا ہے وہ کہتا ہے:

''لڑکی کے واسطے چھپنے اور پوشیدہ رہنے کی تین جگہیں ہیں وہ داماد جو اس کی حفاظت و نگہداشت کرے' وہ گھر جو اسے چھپائے رکھے اور وہ قبر جس میں اسے دفن کر دیں' داماد اور قبر گھر سے بہتر ہیں۔''

ایسی سوسائٹی میں ایک اونٹ کی قیمت کئی لڑکیوں سے زیادہ تھی اگر کسی ایک قبیلہ کی تمام لڑکیوں زندہ درگوانہ کی جاتیں تو بھی ان کی قیمت کئی گھوڑے نہیں بلکہ صرف ایک گھوڑے سے زیادہ نہیں ہوتی' لڑکوں کا وجود جنگ و پیکار کے لئے مردوں کے لئے زیادہ شرف کا باعث تھا۔ مردوں کی پیشانی پر اس وقت نفرت و ننگ کا داغ لگ جاتا تھا جب ان کی بیویاں کسی لڑکی کو جنم دیتی تھیں۔ ایسی تاریک فضا اور خفقان کا ماحول تھا جس میں حضرت محمد مصطفیٰؐ کی بعثت نے انسان کو شرف و بلندی بخشی اور متروک صنف نازک اور جامعہ انسانیت کی فراموش کردہ شخصیت (عورت) کو قدر و منزلت' عزت و وقار عطا کرنے کے لئے اسلام آیا اور اس نے قدر و قیمت کے تمام معیاروں کو جامعہ میں منتشر کر دیا۔ انسانیت کی بقاء و دوام کے لئے ایک نئی بنیاد رکھی اور عورت اس مرتبہ جلیلہ پر پہنچ گئی کہ اللہ کے رسول نے بیٹی فاطمہ کے ہاتھوں کا بوسہ لیا' جو کل تک زندہ درگور کر دی جاتی تھی' آسمانی کتاب میں

اس عورت کے لئے آج علم کا حاصل کرنا فریضہ قرار دیا گیا عورت نے یہ شرف و بزرگی، یہ عزت و منزلت جناب فاطمہ کی پیدائش کے طفیل میں حاصل کیا۔

۲۰ رجمادی الثانی ۶۱۴ء جناب فاطمہ الزہرا کی ولادت کا مبارک دن ہے' جہالت و ضلالت کے اندھیرے میں جب کہ یہ تاریکی لانے والے اور اس تاریکی میں پناہ لینے والے بھی بتوں کی چوکھٹ پر اپنی پیشانیاں گھس رہے تھے اور اپنے تراشے ہوئے پتھروں کی پرستش و ستائش کرنے میں مشغول تھے" لاالہ الا اللہ " کی نورانی گونج سے اندھیرے کا پردہ چاک ہوگیا' سارے بت ٹوٹ گئے' ضلالت کی اس شب دیجور میں جس میں لڑکیاں قبائلی عصبیت اور مردوں کی جہالت و نادانی کی وجہ سے پامال ہورہی تھیں اور قبریں لڑکیوں کے زندہ جسموں کو نگل رہی تھیں' انہیں تاریکیوں کی گہرائی سے "عورت" کے وجود کا آفتاب طالع ہوا۔

عورت کی شخصیت نے فاطمہ کے وجود میں سربلندی حاصل کی اور آسمان کی طرف رخ کرکے بلندیوں کی طرف قدم بڑھایا' عورت کی فضیلت قرآن کی زینت بنی اور خالق ارض وسماء کے حکم سے عورت اس قابل ہوئی کہ اس کے پاؤں کے نیچے اونٹ کی قربانی کریں اور اس کی ولادت کی خوشی میں خدائے متعال کا شکر بجالائیں۔ فاطمہ کی پیدائش کی وجہ سے دشمن اپنے مقصد میں ناکام ہوگئے اور دوستوں کی لبوں پر شکر و رضامندی کے ترانے تھے۔

دشمنوں کی شماتت

سرداران قریش اور عرب کے دوسرے قبائل جو پیغمبر خدا محمدؐ کی صدائے توحید کو اپنی ترک تازی، قتل وغارتگری کے خاتمہ کا سبب سمجھتے تھے، حضرت کی طرف سے زبردست بغض وکینہ رکھتے تھے، اس بات پر خوش تھے کہ محمدؐ کے کوئی اولاد نرینہ نہیں، حضرت کو طعنہ دیتے تھے کہ (معاذ اللہ) ابتر ہیں، ان کی نسل (معاذ اللہ) منقطع ہو چکی ہے ان کی کوئی اولاد نہیں ہو گی، حالانکہ وہ اس بات سے غافل تھے کہ فاطمہؑ کی آغوش میں تاریخ کا ہمیشہ زندہ رہنے والا شہید پرورش پائے گا جو اسلام کے انقلاب توحیدی کو تا ابد قائم رکھے گا۔

پیغمبر اسلامؐ کے یہاں جناب فاطمہؑ سے پہلے دو فرزند پیدا ہوئے لیکن دونوں زمانہ طفولیت ہی میں انتقال کر گئے۔ دشمنان پیغمبرؐ جن کا لیڈر ابو سفیان تھا خوشی سے رقص وشادمانی کرنے لگے کہ محمدؐ کے کوئی لڑکا نہیں ہے یہاں تک کہ جناب خدیجہ کی عمر ساٹھ سال کے قریب پہنچ گئی، دشمن جو پیغمبرؐ کے فرزندوں کو بچپنے ہی میں انتقال کرتے ہوئے دیکھ چکے تھے بہت خوش تھے اور پیغمبرؐ پر طعن وشماتت کرتے تھے۔ پیغمبرؐ کے گھر میں ایک بچہ متولد ہوا تو یہ جان کر کہ بیٹی پیدا ہوئی دشمن خوشیاں منانے لگے، لیکن پیغمبرؐ راضی اور شاکر تھے کہ منادی وحی نے ندا دی:

"انا اعطیناک الکوثر ☆ فصل لربک وانحر ☆ ان شانئک ھو الابتر"

"اے محمدؐ! خدا نے آپ کو کوثر عطا فرمایا ہے (یعنی کثرت اولاد عطا کی ہے) جو آپ کی بعد باقی رہے گی پس آپ اپنے پروردگار کی نمازیں پڑھتے رہیں اور قربانیاں دیتے رہیں۔ بیشک آپ کا دشمن ابتر (نسل بریدہ) ہے۔"

سیدہ طاہرہؑ کی زندگی کا زمانہ

جناب فاطمہ زہرا نے ایسے زمانہ میں صحن حیات میں قدم رکھا جب قریش کی جہالت اور نادانی کی فوج کے حلیف نے آپ کے پدر بزرگوار کو ہر طرف سے گھیر رکھا تھا اور آنحضرتؐ اپنی حیات طیبہ کے سخت ترین مراحل طے فرمارہے تھے۔

آپ کے کان شعب ابوطالب کے بھوکے اور محروم بچوں کی فریاد و نالہ سے آشنا تھے' آپ نے محروموں کے ساتھ زندگی کا آغاز کیا اور محروموں کے ساتھ زندگی بسر کی اور محرومین مستضعفین کے ہمراہ اور ہم قدم رہ کر زندگی کا سفر طے کیا۔ جناب فاطمہؑ نے پیغمبر اسلامؐ کی انسان ساز آغوش اور ام المومنین جناب خدیجہ الکبریٰ کے شفقت والفت سے بھرے دامن میں پرورش پائی۔ اسی روحانی مکتب میں روحانیت و پاکیزگی' جہاں بینی اور خداشناسی کا سبق سیکھا اور الٰہی مکتب اسلام کی تربیت یافتہ خاتون کا ایک سچا اور مکمل نمونہ بن گئیں اور آپ بردباری واستقامت اور انسانی معاشرہ کے محروموں اور محتاجوں سے ہمدردی میں تا ابد باقی رہنے والی ایک حقیقت بن گئیں۔ آپ کمال وفضیلت کے لحاظ سے اس بلند مرتبہ پر پہنچ گئیں کہ آپ کے بارے میں آپ کے پدر بزرگوار کی طرف سے یہ سند افتخار صادر ہوئی "ام ابیھا" (یعنی اپنے باپ کی ماں)۔ فاطمہ زہراؑ کا جو احترام وتکریم جناب پیغمبر خداؐ فرماتے تھے وہ عورت ہی کی شخصیت کے احترام کی ایک قسم تھی۔ وہ مخلوق خدا جو سالہا سال بلکہ صدیوں سے عرب معاشرہ میں بے وقعتی اور مظلومیت کی زندگی گزار رہی تھی۔ اس کے فنا وزوال کا زمانہ اپنی انتہا کو پہنچنے کو تھا۔ وہی عورت گھر کی فضا سے اور عزت وعظمت بخش درسگاہ سے سرشار مرکز اسلام کی تعلیمات وتربیت کی برکت سے اس اعلیٰ منزل پر پہنچ گئی کہ

اپنی آغوش میں حسنؑ وحسینؑ جیسے فرزندوں اور زینب ام کلثوم جیسی بیٹوں پرورش کی اور راہ ایمان وتقویٰ میں اور اسلام کے انقلاب کی بنیادوں کو مضبوط کرنے میں ہر محاذ، ہر گھر ہر میدانوں میں اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ اور آپ کے قدم سے قدم ملا کر آگے بڑھتی گئی یہاں تک کہ اسلامی مسئولیت اور ذمہ داری کی ادائیگی میں اپنی جان عزیز بھی قربان کردی جناب فاطمہ زہرا گھر کے اندر اپنے ہاتھ سے کام کرتی تھیں' چکی پیستی تھیں'' گندم کوٹتی تھیں' اپنے ہاتھ سے روٹیاں پکاتی تھیں ۔غرض کہ گھر کے سبھی تھکا دینے والے کاموں کو بذات خود انجام دیتی تھیں اور راتوں کو اپنے خالق و مالک و پروردگار کی بارگاہ میں دعاؤں' نمازوں اور راز نیاز میں گزارتی تھیں معرکہ جنگ میں زخمیوں کی مدد فرماتی تھیں ۔ عالم سیاست میں اسلام کی ایک دلیر بہادر رہنما' سچی مجاہدہ اور نہ تھکنے والی ایک انقلابی خاتون تھیں۔

آپ اپنے حقوق کی دادخواہی کے لئے مسجد میں جاتی ہیں اور ایک خطبہ بلیغ ارشاد فرماتی ہیں اور حکومت وقت سے وضاحت وصفائی چاہتی ہیں ۔آپ کے یہ اقدام اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں کہ آپ نہ صرف خاتون خانہ تھیں بلکہ آپ خاتون عمل' خاتون پیکار وحق طلبی اور حق کی راہ میں ایک دلیر خاتون تھیں' اپنے شوہر اور فرزندوں سے بے پناہ محبت کرنے والی میدان عمل وسیاست کی مجاہدٔ میدان عبادت ومیدان تعلیم وتربیت کی مجاہدہ' میدان پیکار وشہادت کی مجاہدہ' تمام فضلیتوں اور لیاقتوں کی حامل تھیں۔

سیدہ طاہرہ کی خصوصی زندگی میں چند نمایاں گوشوں پر ہماری نگاہ پڑتی ہے جو ممکن ہے کہ ہمارے جامعہ اسلامی کی خواتین اور لڑکیوں کی بہت سی خاندانی مشکلات کے لئے حل اور سبق آموز ہوں۔

(۱) معیار ازدواج

زندگی کا سب سے پہلا سبق جو آپؑ کے مکتب سے لیا جاسکتا ہے۔ وہ شوہر کے ساتھ گزارہ اور شوہر کے انتخاب کا واقعی معیار ہے' قریش کے دولتمند افراد اور اشراف نے نبی کی بارگاہ میں آپ کا رشتہ چاہا' یہ لوگ مالی قدرت، تمکنت اور اجتماعی وقعت وعزت کی بہت بلند سطح کے لوگ تھے' لیکن فاطمہ طاہرہ نے حضرت علیؑ کو فقط اسلام کے ایک دلیر مجاہد اور جانثار کی بنا پر ترجیح دی اور آپ کو اپنے ہمسر کی حیثیت سے قبول کیا جب کہ علی کے پاس کسی قسم کی مادی۔ اقتصادی قدرت تمکنت خوشحالی مفقود تھی' تاکہ مسلمان لڑکیوں کو یہ بتادیں کہ مال ومنال وجاہ وحشمت میں واقعی قدر وقیمت نہیں ہے بلکہ ذاتی قابلیت علم وادب' شجاعت اور فداکاری میں ہے۔

(۲) مہریہ

زندگی کا دوسرا سبق اسلام کی اس مثالی خاتون کے مہر کی کمی وسادگی کی ہے' اس سلسلے میں تاریخ کی مشہورترین سند یہ ہے کہ جناب امیر المومنین علیؑ نے اپنی زرہ کو صدیقہ طاہرہ کا مہر قرار دیا جس کی قیمت چارسو اسی درہم تھی' وہ زرہ جو اس زمانہ کے خریداروں کی نظر میں چند سو روپیوں سے زیادہ قیمت نہیں رکھتی تھی لیکن مکتب امیر المومنینؑ کے دوستداروں کی نظر میں دروں میں بھی اسے خریدا نہیں جاسکتا اور اصولاً تو اس زرہ کی قیمت کا تعین کیا ہی نہیں جاسکتا اسلام زیادہ مہروں کے قرار دینے کی تجویز میں مسلمانوں کی صلاح وخوش بختی نہیں سمجھتا اور سفارش کرتا ہے کہ اگر تم نے داماد کے دین واخلاق کو پسند کرلیا تو مہر کے

بارے میں سخت گیری نہ کرو اور اس کی کم مقدار پر قناعت کرو۔

پیغمبر اکرم فرماتے ہیں: میری امت کی بہترین عورتیں وہ ہیں جو خوبصورت ہوں اور جن کے مہر کم ہوں۔" (وافی کتاب نکاح۔ص/۱۵)

اسلام ہوشیار کرتا ہے کہ: "مہر کی زیادتی کے سلسلے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کوشش لوگوں کی زندگی دشوار کردیتی ہے اور لوگوں کے لئے بڑی بڑی مشکلیں کھڑی کردیتی ہے۔"

امور ازدواج میں سہولت پیدا کرنے کے لئے چاہئے کہ نوجوانوں کو خانوادہ تشکیل دینے کی طرف رغبت دلائی جائے تاکہ معاشرہ کو ہزاروں اجتماعی خرابیوں، خاندانی پریشانیوں اور الجھنوں سے محفوظ رکھا جاسکے، سنگین مہر داماد کی اقتصادی بنیاد کو نئی زندگی تشکیل دینے کے آغاز ہی میں کمزور و متزلزل کردیتا ہے، زن وشوہر کی باہمی محبت اور صفائی قلب کو صدمہ پہنچاتا ہے اور جوانوں کو امر ازدواج کی طرف سے بے رغبت کردیتا ہے پیغمبر گرامی اسلام نے اس غرض سے کہ مسلمانوں کو عملاً سمجھادیں کہ کثیر و سنگین مہر ملت کے واقعی اصلاح ومفاد میں نہیں ہے، اپنی عزیز دختر کو اسی مختصر مہر پر امیرالمومنین علیؑ کے ساتھ تزویج فرمادیا یہاں تک کہ قرض اور مطالبہ کی صورت میں کوئی چیز آپ کے ذمہ معین نہیں کی۔

(۳) معمولی جہیز

تیسرا سبق جو سیدہ طاہرہ کی زندگی سے سیکھا جاسکتا ہے وہ مختصر سا جہیز ہے جو سیدہ طاہرہ اپنے ساتھ شوہر کے گھر لے گئیں لیکن اس کے ساتھ ہی فضائل ومناقب کا ایک انبار

اور خلوص ومحبت کے جہیزوں کی ایک دنیا بھی لے کر گئیں۔

رسول خداؐ نے علیؑ سے فرمایا:

''علیؑ ابھی جاؤ اور جس زرہ کو تم نے فاطمہ زہراؑ کا مہر قرار دیا ہے فروخت کردو اور اس کی قیمت میرے پاس لاؤ تا کہ اس سے تمہارے لئے جہیز اور گھر کا سامان مہیا کروں۔''

علی ابن ابی طالبؑ نے زرہ لے جا کر بازار میں فروخت کی' مختلف روایتوں کے مطابق اس کی قیمت چار سواسی درہم اور پانچ سو درہم کے درمیان معین کی جاتی ہے۔ علی ابن ابی طالبؑ نے وہ رقم لی اور لا کر پیغمبر خداؐ کی خدمت میں پیش کر دی' رسول خداؐ نے ابوبکر سلمان فارسی اور بلال کو بلایا اور اس میں سے کچھ رقم ان لوگوں کو دی اور فرمایا:

''انہیں پیسوں میں فاطمہ کے واسطے اسباب ولوازم زندگی خرید کر لاؤ۔''

اور کچھ رقم اسماء بنت عمیس کو بھی دی اور فرمایا:

''میری دختر کے لئے عطر اور خوشبو مہیا کرو۔'' بقیہ رقم جناب ام سلمہ کے سپرد کر دی۔

ابوبکر کہتے ہیں: میں نے جب ان پیسوں کو گنا تو دیکھا کہ وہ کل ۶۳ درہم ہیں' اس رقم سے میں نے حسب ذیل اسباب ولوازم خریدے۔

(۱)۔ ایک سفید پیراہن۔

(۲)۔ ایک مقنع۔

(۳)۔ ایک خیبری سیاہ چادر۔

(۴)۔ ایک چار پائی جو لیف خرما سے بنی ہوئی تھی۔

(۵)۔ دو عدد تو شک جس میں سے ایک گوسفند کے اون سے بھری ہوئی اور دوسری لیف خرما سے پر کی ہوئی تھی۔

(۶)۔بھیڑ کی کھال کا تکیہ جو (اذخر) نامی گھاس سے پر کیا گیا تھا۔

(۷)۔ایک عدد ہجری چٹائی۔

(۸)۔ایک جفت دستی چکی۔

(۹)۔ایک تانبے کا پیالہ۔

(۱۰)۔ایک چمڑے کی مشک آب کشی کے لئے۔

(۱۱)۔ایک طشت لباس دھونے کے لئے۔

(۱۲)۔ایک پیالہ دودھ کے لئے۔

(۱۳)۔ایک پانی پینے کا ظرف۔

(۱۴)۔ایک اونی پردہ۔

(۱۵)۔ایک لوٹا۔

(۱۶)۔ایک مٹی کا گھڑا۔

(۱۷)۔دو مٹی کے کوزے

(۱۸)۔ایک عدد کھال فرش کے لئے

(۱۹)۔ایک عبا۔ (مناقب ابن شہر آشوب۔ج ۳۔ص ۳۵۳)

جس وقت زہرا کے جہیز کا سامان پیغمبر خدا کی خدمت میں لائے چشمان مبارک سے اشک جاری ہو گئے اور اپنا سر آسمان کی طرف بلند کر کے فرمایا۔

"خدایا! اس عروسی کو ان لوگوں کے واسطے جن کے اکثر ظروف مٹی کے ہوں مبارک فرما۔"

رحلت

پیغمبرؐ بزرگوار اسلام ونجات دہندۂ عالم بشریت کی وفات کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا مکہ پیغمبرؐ کے سوگ میں خون کے آنسو رو رہا تھا' گھروں اور جھونپڑیوں کے اوپر سیاہ پرچم علامت غم و ماتم کے طور پر نظر رہے تھے' جزیرہ نمائے عربستان کی جلا دینے والی گرم ہوائیں پرچموں کے بادبانوں کو لہرا رہی تھیں' ان چند دنوں میں فاطمہ زہراؑ اپنے اُس مہربانؐ باپ سے جدائی کے غم میں تڑپ رہی تھیں۔ جنہوں نے ایک دفعہ فاطمہؑ کو ''اپنا ایک ٹکڑا'' فرمایا تھا اور پھر ''نور چشم'' اور ''ام ابیھا'' کے لفظوں سے یاد فرمایا تھا۔ کبھی راتوں کو شام سے صبح تک اشک ریزی اور فریاد کرتی تھیں۔ فاطمہ کی بے قراری کی کوئی حد و انتہا نہ تھی' اکثر ایسا بھی اتفاق ہوتا کہ آدھی رات کو ماں کے گریہ اور ہچکیوں سے حسنینؑ کی آنکھوں سے نیند بالکل اڑ جاتی تھی' وہ باپ جس نے انسانوں کے دلوں میں حیات جاودانہ پیدا کر دی تھی اُس کی جدائی سیدہؑ کے حیطہ تحمل و برداشت سے باہر تھی۔

اس صدمہ جانکاہ کا انجام یہ ہوا کہ ۱۳ ر جمادی الاولی کو ان حالات میں کہ ابھی پیغمبر کی رحلت کو تین ماہ سے زیادہ نہیں گزرے تھے' فاطمہ زہراؑ بھی اپنے پدر بزرگوار سے ملحق ہو گئیں۔ جس وقت بنت پیغمبر کی رحلت کی خبر جزیرہ نمائے عربستان میں پھیلی تو عرب کے مختلف قبائل نے افسوس کے ساتھ یہ جملہ کہا: ''محمد کی بولنے والی خاموش ہوگئی۔''

﴿اَلسَّلامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ بَيْتِ النُّبُوَّةِ وَمَوْضِعِ الرِّسَالَةِ وَمُخْتَلَفَ الْمَلائِكَةِ وَمَهْبِطَ الْوَحْيِ وَمَعْدِنَ الرَّحْمَةِ﴾

سلام ہو (اُن لوگوں پر جو):

اللہ کی طرف دعوت دینے والے

اُس کی خوشنودیوں کی طرف رہنمائی کرنے والے

اُس کے حکم پر ثابت قدم پر

اُس کی محبت میں کامل

اُس کی توحید کے بارے میں سرتاپا اخلاص

اُس کے امر و نہی کو ظاہر کرنے والے

اور اُس کے وہ معزز بندہ جو سرِ مُو اُس کے قول سے انحراف نہیں کرتے بلکہ

اُس کے فرمان پر عمل کرتے ہیں

اُن پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں

(زیارت جامعہ)

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام
صبر واستقلال واستقامت کے کوہ گراں
سبط اکبر صبر وشکیبائی واستقامت کا مجسم نمونہ

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام

صبر واستقلال واستقامت کے کوہ گراں

سبط اکبر صبر وشکیبائی واستقامت کا مجسم نمونہ

ولادت

۱۵/ماہ رمضان سبط اکبر مقاومت وصبر کے عظیم مرد خاندان رسالت کے اولین فرزند، حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی ولادت کا دن ہے۔

امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ اور جناب فاطمہ الزہراءؑ کے پہلے فرزند ارجمند نے شب نیمہ ماہ رمضان ۳/ہجری میں دنیا میں آنکھ کھولی' آپؑ کی ولادت عترت طاہرہ کے پاک اور بزرگ ترین خانوادہ میں ہوئی۔ علی ابن ابیطالبؑ جیسے باپ اور فاطمہ زہراءؑ جیسی ماں کے سایہ میں ایسی تربیت ورشد اور نشو ونما پائی کہ خلوص و پاک نفسی اور مکارم اخلاق وصفات حمیدہ کی ایک دنیا اپنے ساتھ بطور تحفہ وسوغات لائے اور اپنی روش ورفتار سیرت وکردار اخلاق وعادات اور پسندیدہ صفات وخصائل کے ذریعہ اپنے جد بزرگوار پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انبساط خاطر وسرور قلبی کے اسباب فراہم کئے' آپؑ کے وجود سے خاندان میں رسالت میں ایک خاص مسرت وشادمانی بہجت وسرور ظاہر ہوا کیونکہ آپ خود بھی اپنے مبارک نام کی طرح

خوبصورت اور اخلاق حمیدہ و پسندیدہ صفات کے مالک اس حد تک تھے کہ اس روز تک آپؑ کا کوئی شبیہ و نظیر نہیں دیکھا گیا تھا۔

پیغمبر اسلامؐ جس وقت اپنے کسی مختصر سفر سے مدینہ واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے خانہ فاطمہ زہراؑ میں تشریف لاتے' اس دفعہ اپنی عادت کے مطابق پیغمبر اکرمؐ جب خانہ فاطمہؑ پر پہنچے تو اپنے اولین ثمرہ کی ولادت کی مسرت بخش خبر سماعت فرمائی اور نومولود نے جو زرد رنگ کے کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے اپنے نانا کی آغوش میں قرار لیا' مرسل اعظمؐ نے تنبیہ آمیز لہجے میں فرمایا:

''کیا میں نے تم سے نہیں کہا ہے کہ بچہ کو زرد رنگ کے کپڑے میں نہ لپیٹا کرو۔''

فوراً ہی سفید کپڑا حاضر کیا گیا اور اس وقت نومولود کو سفید قنداق میں لپیٹ کر بزرگ و مہربان نانا کی آغوش میں دیا' پیغمبر اسلامؐ نے اس نومولود عزیز کو پیار کے ساتھ آغوش میں لیا اور شکر خدا ادا کیا' شہزادہ کے دونوں کانوں میں کلمہ توحید پڑھا' پھر ایک خاص مسرت وشادمانی کے ساتھ فرمایا:

''میں اس بچہ کا نام حسن رکھتا ہوں۔''

نام رکھ لینے کے بعد حکم دیا کہ آپ کے اس فرزند کے لئے ایک گوسفند عقیقہ کریں۔

یہ عمل عقیقہ اس روز تک اعراب اور مسلمانوں کے درمیان رائج نہیں تھا لیکن اس دن سے اس کا رواج ہوا اور اسے شرعی حیثیت بھی حاصل ہوئی' پیغمبر خداؐ نے دعائے عقیقہ اس طرح تلاوت فرمائی:

''اس گوسفند عقیقہ کا گوشت وخون اور بال اور اس کی ہڈی حسنؑ کے گوشت وخون اور بال اور ہڈی کا فدیہ ہو جائے اور یہ محمدؐ اور آپ کے خاندان کو ہر آسیب سے دور رکھے۔''

پھر آپؐ نے حکم دیا کہ اس گوشت میں سے کھایا جائے اور دوسروں کو کھلایا جائے اور گوسفند کی ایک ران قابلہ (دائی) کو ہدیہ کردیں۔

خاندان رسالت کے اولین فرزند مرسل اعظمؐ کی سیرت طیبہ کے مکمل آئینہ دار تھے سب لوگ امام حسنؑ کی صورت میں جمال محمدؐ کا نظارہ کرتے تھے، پیغمبر اسلام بھی اس نومولود سے ایک خاص عشق ومحبت کا اظہار فرماتے تھے۔

انتہائی محبت والفت کی بناء پر نیز اس استعداد ولیاقت کے لحاظ سے جد کا سراغ دونوں نواسوں میں پاتے تھے آپ اور آپؑ کے برادر ارجمند حسینؑ کے بارے میں فرمایا:

''حسنؑ وحسینؑ امت کے درمیان میری دو امانتیں ہیں، وہ دونوں جوانان بہشت کے سردار ہیں۔'' یا یہ کہ آپ مکرر فرمایا کرتے تھے:

''خدایا! میں اس فرزند کو دوست رکھتا ہوں، تو بھی اس شخص کو دوست رکھ جو اس کو دوست رکھے۔''

گویا پیغمبر اسلام کی یہ کوشش بلیغ تھی کہ مسلمان ان شہزادوں سے مرسل اعظمؐ کی محبت والفت کو دیکھیں اور اس بات کو آئندہ بھی یاد رکھیں اور آپؐ کے ان فرزندوں کے بارے میں آپؐ کے حق کی رعایت کریں۔

امام حسنؑ کے بعض روحانی خصوصیات

آپ کی ذات میں انسانیت کے اعلیٰ ترین صفات وعلامات درخشاں تھے۔ آپ ہر ایک سے محبت کرتے تھے، آپؑ نے تین مرتبہ اپنی ساری مالیت وملکیت محتاجوں کے درمیان

تقسیم فرمادی اور دو مرتبہ اپنی تمام ملکیت کو راہ خدا میں حاجتمندوں کے اختیار میں دے دیا' آپؑ نے اپنی پوری زندگی میں ۲۵ بار حج بیت اللہ پا پیادہ کیا حالانکہ سواری کے جانور آپؑ کے ساتھ ہوتے تھے کبھی کبھی پابرہنہ بھی اس روحانی سفر میں تشریف لے جاتے تھے تاکہ بارگاہ الٰہی میں زیادہ سے زیادہ ادب، خشوع وخضوع کے ذریعہ اجر و جزاء وافر کے مستحق ہوں۔ (مناقب ابن شہر آشوب۔ ج/۴۔ ص/۱۴)

شجاعت و دلیری

آپؑ ایک مرد شجاع اور دلیر خطیب اور حمد تھے مسلمانوں کے درمیان ایک تعجب خیز وجاہت واجتماعی اعتبار کے مالک تھے' جودت ذہنی اور خداداد ذکاوت وقوت ادراک سے حد کمال تک بہرہ مند تھے آپؑ شخصی واجتماعی عقائد ونظریات وافکار کے بیان کرنے میں معمولی سا بھی خوف وہراس نہیں رکھتے تھے' خوف وبیم وترس وہراس کو آپؑ کے دل میں کبھی جگہ نہیں ملی اور مقاصد اسلام کو آگے بڑھانے کی راہ میں کسی قسم کی جانبازی سے دریغ نہیں فرماتے تھے۔

پیغمبرؐ بشریت کی رحلت کے کچھ عرصہ بعد ایک روز حسنینؑ افسردہ و پژمردہ حالت میں مسجد رسول خداؐ میں داخل ہوئے اور مسجد کی چوکھٹ ہی سے ایک دوسرے شخص کو منبر کے عرشہ پر دیکھا' شجاع و دلیر حسنؑ نے اپنی فوق العادت حساسیت کی حالت میں جس وقت دیکھا کہ بزرگوار نانا کا منبر کسی غیر کے پاؤں تلے ہے تو جوش میں صدا دی:

''اترو میرے باپ کے منبر سے تمہیں کیا حق ہے کہ میرے باپ کے منبر پر قدم رکھو۔''

اس شخص کو جواب دینے کا یارا نہیں رہا اور ایک غم آلود سکوت و خاموشی کا بادل فضائے مسجد پر چھا گیا اور اس خاموشی کے عالم میں جناب رسول خداؐ کے پر شور خطبوں کے زمانہ کا نقشہ حاضرین مسجد کے ذہنوں پر کھینچ گیا' آخر کار اس شخص نے لکنت آمیز زبان سے جواب دیا:

''آپؑ سچ کہتے ہیں یہ جگہ آپؑ کے پدر بزرگوار ہی کی ہے۔''

یہ اعتراض کا جذبہ اور یہ جوش و خروش حسنؑ کی ذات میں نشو و نما پاتا رہا اور یہ جذبہ اعتراض و پیکار تاریخ اسلام کے اکثر حساس مواقع پر اپنی نشاندہی کرتا رہا۔ حضرت عثمان کے زمانہ میں انقلابیوں کے آگ و خون کے درمیان' عائشہ کے ہودج کے زیر سایہ شدید تیر بارانیوں میں سپاہ اسلام اور لشکر کفر و نفاق کے درمیان ہونے والے اس عظیم معرکہ ''جنگ صفین'' میں غرض تمام میدانوں اور کارزاروں میں اپنے جوہر ذاتی کا نشان دیتے رہے' اپنی لیاقت و شائستگی' شجاعت اور روحانی عظمت کو نمایاں حیثیت سے ظاہر و ثابت کیا اور ایک عنصر شجاع و متحرک و انقلابی کے عنوان سے اسلامی معاشروں میں پہچانے گئے۔

مظلوم کی حمایت

سب سے پہلی بار امام حسن علیہ السلام نے ایک زبردست خطیب کی حیثیت سے اپنے کلام کے ذریعہ ایک مظلوم و ستمدیدہ کی حمایت فرمائی۔ وہ ۳۴ ہجری کا زمانہ تھا جب کہ صحابی بزرگ و مجاہد عظیم اسلام جناب ابوذر غفاری کو مدینہ سے رخصت کرنے کے لئے ان ساتھ ساتھ جا رہے تھے جب کہ خلیفہ وقت نے انہیں شہر بدر کئے جانے کا حکم صادر کر دیا تھا اور تاکید کر دی تھی کہ کسی شخص کو ان سے گفتگو کرنے کی اجازت نہیں ہے' جناب امیر المومنینؑ

اور آپ کے پیروؤں نے بیرونِ شہر مدینہ تک جناب ابوذر کی مشایعت کی، اس وقت امام علیہ السلام نے خطبہ ارشاد فرمایا:

''افسوس کہ مشایعت کرنے والوں کو خواہ مخواہ واپس ہو جانا چاہیے اور وداع کرنے والوں کو چاہیے کہ وداع کی تلخ و ناگوار حقیقت بیان کرنے کے لئے چند کلمے زبان پر جاری کریں، ورنہ یہ بات بھی جانتے ہیں کہ وداع کی منزل بے حد دشوار منزل ہے اور وداع کرنے والوں کی حسرت کی کوئی انتہا ہے، اے عم بزرگوار! اب بھی آپ دیکھ رہے ہیں کہ (باوجود ممانعت) ہم سب آپ کی مشایعت کے لئے آئے ہیں۔

آپ دنیا کے تحقیر کیجئے اور دنیا کے فریبوں اور دھمکیوں کے مقابلہ میں اپنے موت کے دن کے بارے میں سوچیں اور ان شکنجوں اور تلخیوں اور مصیبتوں پر صابر رہیں کیونکہ اس کی زندگی تھوڑی اور اس کی عمر مختصر ہے، لہٰذا اس دنیا کے پیچھے ایک عالم جاوداں اور حقائق کے پیش کئے جانے کا مقام ہے۔ آپ اس کے امیدوار ہیں صبور و بردبار رہئے تاکہ میدان محشر میں رسول اکرمؐ کو اپنے سے راضی و خوشنود پائیں۔''

فصاحت و بلاغت

فرزندان نبوت و رسالت فصاحت و بلاغت کا مرکز اور فکری وذکاوت و جودت ذاتی سے سرشار اور مستقل جاری رہنے والے چشمے ہیں، امام حسنؑ خانوادہ جلیلہ نبوی کی انہیں و بلاغت کی روشن و درخشاں شمعوں میں سے ایک ہیں۔

ابھی آپ بچے ہیں لیکن آپ کی مادر گرامی فاطمہ زہرا ملاحظہ فرماتی ہیں کہ آپ تکیوں کو

ایک دوسرے پر رکھتے اور اپنے واسطے منبر بناتے ہیں اور پھر اس پر بیٹھ کر کچھ خطبہ دیتے ہیں مہرباں ماں اس طرز و ادا کو دیکھ کر بہت خوشحال ہوتی ہیں اور فرماتی ہیں:

''واہ واہ! ماشاء اللہ کیا خوب باتیں کہتے ہو اور اپنے پروردگار کی کیا اچھی توصیف وستائش کرتے ہو اور کیسی فصاحت و بلاغت سے کلام کرتے ہو۔''

امام حسنؑ روز بروز اپنے کلام اور سخن رانی میں پہلے سے شیریں تر و لطیف تر ہوتے جاتے ہیں اور رسول خداؐ مسجد میں جو خطبہ ارشاد فرماتے اسے امام حسنؑ گھر میں آ کر بیان کر دیتے ہیں۔ لیکن اس بات سے سوائے مادر گرامی اور خواہر کے دوسرا کوئی واقف نہیں ہے۔

ایک روز فاطمہؑ اس بات کا اپنے شوہر گرامی قدر جناب امیر المومنین علیؑ سے ذکر فرماتی ہیں اور کہتی ہیں:

''کیا آپؑ اس بات کو پسند نہیں کریں گے کہ اپنے فرزند کے منبر کے نیچے بیٹھیں اور ان کا خطاب سماعت فرمائیں؟''

امیر المومنینؑ: ''کیسے پسند نہیں کروں گا؟

اور پھر دوسرے دن امام حسنؑ کی سخن رانی کے موقع پر خاموشی سے گھر کے ایک گوشہ میں پنہاں ہو کر بیٹھ گئے تا کہ اپنے فرزند دلبند کی باتوں کو سنیں۔ امام حسنؑ منبر کے عرشہ پر متمکن ہو گئے اور حسب معمول کلام کرنا چاہتے ہیں لیکن آج زبان لکنت کر رہی ہے الفاظ ادا ہی نہیں ہو رہے ہیں۔

ماں نے پوچھا:

کیا بات ہے کہ آج تم لکنت کے ساتھ کلام کر رہے ہو؟ تم ایک چمکدار و ہندی شمشیر تیز و براں جیسی زبان رکھتے ہو۔

امام حسنؑ نے تھوڑے توقف کے بعد عرض کیا:

''مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ کوئی روح بزرگ اور بڑی عظیم شخصیت میرے کلام کو غور سے سن رہی ہے یہی وجہ ہے کہ اس کی عظمت کے مقابلہ میں اپنا کلام جاری رکھنے سے اپنے کو عاجز محسوس کر رہا ہوں۔''

فوراً امیر المومنین علیؑ پس پردہ سے برآمد ہوئے اور امام حسنؑ کو اپنے سینہ سے لگا لیتے ہیں تعریف کرتے ہیں، شاباشی دیتے ہیں اور اور تشویق و ترغیب فرماتے ہیں۔

صلح یا مسلمانوں کے خون کی حفاظت

امام حسنؑ کی زندگی مہم ترین عظمت بزرگی کو معاویہ کے ساتھ آپ کی صلح تشکیل دیتی ہے وہ صلح جو دوست و دشمن دونوں کے لئے موضوع گفتگو بنی ہوئی ہے۔ صلح یا تاریخ اسلام کی شجاعت آمیز و دلیرانہ نرم روش کے بارے میں ہم مفکرین اسلام میں سے صرف ایک شخص بزرگ شرف دین آبروئے مسلمین جناب مرحوم آقا سید شرف الدین جبل عاملی کے کلام پر اکتفا کرتے ہیں آپ نے اپنے اس مقدمہ جو علامہ شیخ راضی آل یاسین کی گرانبہا کتاب ''صلح الحسن'' پر اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔

اموی جرگہ کی خطرناک سازشوں نے حسن بن علیؑ اور آپ کے بھائی حسینؑ کو بڑے مہیب خطرہ سے دوچار کر دیا جو اسلام کو اسلام کے نام سے دھمکیاں دیتا تھا اور حقیقت کے نام سے نور حقیقت کو بجھانے پر کمربستہ تھا' ان دونوں اماموں کے لئے اس خطرہ کو دفع کرنے کے لئے دو راستوں کے سوا کوئی تیسرا راستہ نہیں تھا۔''

مقاومت ومقابلہ یا صلح

امام حسنؑ کے دور میں مقاومت ومقابلہ وجنگ وپیکار حق کے محاذ اور دین وراہ حق کے طرفداروں کی تباہی پر منتج ہوتی کیونکہ اس زمانہ میں مقاومت خود امام حسنؑ اور بنی ہاشم اور ان کے ہواخواہوں اور مددگاروں کو خطرہ میں ڈال دیتی اور ان لوگوں کو معاویہ کی طاقتور اور باقاعدہ مسلح افواج سے مقابلہ کرنا پڑتا' اس صورت میں اگر اپنے برادر حسینؑ کی روز عاشورہ کی طرح فداکاری وجانبازی قربانی دینے پر آمادہ ہو جاتے تو اس کا نتیجہ بلاتردد تردید اس محاذ پر جانے والے تمام افراد کی شہادت ہوتا۔

اور اموی جرگہ اس طرح سے جنگ میں نیز اپنے مقاصد فاسدہ میں نمایاں کامیابی حاصل کر لیتا اور اس فتح وکامیابی کے بعد معاویہ کے لئے میدان خالی اور بغیر حریف ورقیب رہ جاتا ساتھ ہی حملہ اور فوج کشی کے سارے امکانی الزامات رقیب (امام حسنؑ) پر عائد کئے جاتے اور اس کے نتیجہ میں امام حسنؑ اسی سرانجام سے دوچار ہوتے جس سے آپؑ شدت سے پرہیز کرتے تھے اور آپؑ کی قربانی اور جانبازی بھی (مذکورہ حالات میں) رائے عامہ کی نظر میں سوائے اعتراض کے کوئی دوسرا اثر ونتیجہ پیدا نہ کرتی۔

اس لئے کہ معاویہ نے از روئے سیاست بڑے اصرار کے ساتھ صلح کی پیش کش کی تھی اور وہ ہر اس شرط کو جو رضائے خدا اور امت اسلامیہ کے نفع کی حامل ہو قبول کرنے پر اپنے آپؑ کو آمادہ ظاہر کرتا تھا' ایسی صورت میں اور اس ظاہری آمادگی کے مقابلہ میں امام حسنؑ کا کوئی عذر مسموع وقبول نہ ہوتا کیونکہ (امام حسنؑ کی مقرر کردہ تمام شرطوں پر) معاویہ کی ظاہری آمادگی نے سبھی کو فریب میں مبتلا کر دیا تھا کیونکہ امویوں کا قبیح چہرہ ابھی اتنا بے پردہ وبے

نقاب نہیں ہوا تھا کہ خواص و عوام بھی اس کی قباحت وزشت روئی سے واقف ہو جاتے) عوام تو انہیں بر بناء مسلمانیت اب بھی سچا مسلمان ہی سمجھتے تھے اور اس نظر سے انہیں دیکھتے تھے۔ امام حسنؑ منافقت کی چالوں سے اچھی طرح واقف تھے اور جاہلیت مسلمانی کے لباس میں سامنے آئی تھی لیکن سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے دور میں یہ فریب کا پردہ چاک اور تار تار ہو چکا تھا اور (بنی امیہ کی اسلام دشمنی بالکل طشت از بام ہو چکی تھی) اس وجہ سے حضرتؑ کی قربانی اور جانبازی حقیقت و اہل حقیقت کی مدد و نصرت کی راہ میں آثار جاودانہ قائم کر سکتی تھی جیسا کہ وقت آنے پر قائم کیا۔ امام حسنؑ کے بعد آنے والے وارث عہدہ امامت (امام حسینؑ) نے درحقیقت امام حسنؑ ہی کی روش و رفتار کی تفسیر و توجیہ فرمائی ہے اور اس طاغوت زمانہ کے چہرہ سے مصنوعی اسلامی نقاب کو نوچ کر پھینک دیا اور سب سے پہلا پھٹنے والا مادہ جو امام حسنؑ کے وسیلہ سے اور آپؑ کے دور میں تیار ہو چکا تھا (امام حسینؑ کے دور میں) پھٹ پڑا۔ چنانچہ صلح ہو جانے کے بعد معاویہ نے بڑے غرور و گھمنڈ کے ساتھ کہا تھا:

"اے اہل عراق! بخدا میں نماز و روزہ و زکات و حج کے لئے نہیں لڑ رہا تھا میرا مقصد جنگ تو فقط حکومت حاصل کرنا تھا اور خدا نے مجھے میرے اس مقصود تک پہنچا دیا باوجودیکہ تم نہیں چاہتے تھے اس طرح سے چوروں کے چہرے سے نقاب خود بخود اتر گئی (اور اصلی چہرہ سامنے آ گیا) اور بنی امیہ کی رسوائی کا باجہ بازاروں میں بجنے لگا اور حضرتؑ کی تدبیر پر تاثیر کی برکت تھی کہ آپ کے بھائی امام حسینؑ اتنا عظیم انقلاب جو حقیقت کو واضح و روشن کرنے والا اور عقلمندوں کے واسطے درس عبرت تھا برپا کر سکے، پس واقعہ کربلا قبل اس کے حسینی ہو حسنیؑ تھا مقام ساباط میں امام حسنؑ کی فداکاری و جانبازی روزہ عاشورہ سے ملی ہوئی تھی

کیونکہ امام حسنؑ ہی نے (اپنی صلح کے ذریعہ) اس کی بنیاد رکھی اور واقعہ کربلا یا انقلاب حسینی کے اسباب و وسائل فراہم کئے تھے)

علامہ شیخ راضی آل یاسین

آپ نے اپنی کتاب کے متن میں اسباب صلح امام حسنؑ کا ایک خلاصہ پیش کیا ہے اور وہ ایک قابل توجہ خلاصہ ہے جو بحث کے خاتمہ کا عنوان رکھتا ہے۔ جہاں وہ تحریر فرماتے ہیں۔ ''ایک رہبر کا کیا گناہ ہے اگر اس کے رفقاء فاسد اور اس کے سپاہی خیانت کار اور اس کی جماعت وجدان اجتماعی سے عاری و خالی ہو؟''

اس طرح صلح یا ترک جنگ امام حسنؑ کو روز روشن ہو جاتا ہے۔

مظلومین محرومین کا فریادرس

ہمارے دوسرے امام' امام حسن علیہ السلام نہ صرف بہ نظر علم و تقویٰ و زہد و عبادت مقام بلند و شامخ رکھتے تھے بلکہ بہ لحاظ جود و سخا، بذل و عطا اور حاجتمندوں کی مدد و دستگیری کے اپنی قدرت و توانائی کے مطابق یکتائے روزگار تھے' آپؑ کی ذات دردمندوں کے دلوں کو سکون و راحت پہنچانے والی اور حاجتمندوں اور مفلسوں اور عاجزوں کی پناہ گاہ اور ان کی امیدوں کا مرکز تھی' کوئی سائل و حاجتمند آپؑ کی بارگاہ سے خالی ہاتھ نہیں پلٹتا تھا اور کوئی آزردہ دل آپؑ کے آستانہ سے بغیر دوا و مرہم کے واپس نہیں جاتا تھا' آپؑ کی عادت مستمرہ ہو گئی تھی کہ سائل اپنی حالت و کیفیت بیان کرے اور اس کے چہرے پر ذلت و سوال کے رنج آثار ظاہر ہونے نہ پائیں اس کی حاجت فرما دیتے' عموماً و معمولاً امامؑ کی بخششیں اس نوعیت کی ہوا کرتیں کہ

ضرورتمند کی حاجت اس طرح رفع ہونے کا سامان فرمادیتے کہ اسے دوبارہ ادھر ادھر دست سوال دراز کرنے کی ضرورت ہی نہ ہو۔

حافظ جلال الدین سیوطی (علماء اہل سنت میں سے ایک بزرگ عالم) اپنی کتاب ''تاریخ الخلفاء'' میں تحریر کرتے ہیں۔

''امام حسن بن علی بہت سے اخلاقی امتیازات اور انسانی فضائل کے مالک تھے آپ بے حد متین و سنجیدہ، باوقار و سخاوت مند تھے۔ اس وجہ سے بلا استثناء تمام لوگوں کے لئے مورد ستائش و احترام تھے۔ (تاریخ الخلفاء۔ ص ۱۷۲)

آپ سردار جوانان بہشت ہیں ان چار افراد میں سے ایک ہیں جن کو ساتھ لے کر جناب رسول خداؐ انصاری نجران سے مباہلہ کے لئے تشریف لے گئے تھے اور ان بارہ افراد میں سے ایک ہیں جن کی اطاعت و فرمانبرداری اپنے تمام بندوں پر واجب و فرض گردانی ہے اور قرآن مجید میں جن کو رجس و نجاست سے پاک و منزہ قرار دیا ہے اور جن کی محبت کو قدرت نے اجر رسالت جانا ہے' آپ ریحانہ رسول خداؐ ہیں۔

حضرتؑ کے افتخارات و مکارم اخلاق اور فضائل معنوی و روحانی اتنے زیادہ ہیں جن کا تذکرہ بے حد طویل ہوگا پھر بھی وہ فضائل ختم نہیں ہوں گے لہٰذا اچھا ہوگا کہ اسی مختصر ذکر پر ہم اکتفا کریں۔

ہم اس میلاد مسعود کے سلسلے میں عاشقان روحانیت و انسانیت کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں اور خداوند متعال سے ان انوار درخشان الٰہی کے تعلیمات 'فرمودات و ارشادات کی پیروی کی توفیق کے لئے دعا کرتے ہیں۔

☆☆☆

﴿اَلسَّلامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ بَيْتِ النُّبُوَّةِ وَمَوْضِعِ الرِّسَالَةِ وَمُخْتَلَفَ الْمَلائِكَةِ وَمَهْبِطَ الْوَحْيِ وَمَعْدِنَ الرَّحْمَةِ﴾

سلام ہو اُن اماموں پر جو:

(حق کی) دعوت دینے والے

رہنمائی کرنے والی پیشوا

صاحب سیادتِ حکمراں

(دشمنوں کا) دفاع کرنے والے پاسبان

اہل ذکر، اولی الامر،

اللہ نے جنھیں باقی رکھا اور جو اس کے منتخب بندے ہیں

جو اس کا لشکر ہیں

اس کے علم کا مخزن ہیں اس کی دلیل بھی ہیں راستہ بھی ہیں

نور بھی اور برہان بھی

اُن سب پر خدا کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں

(زیارت جامعہ)

امام حسین علیہ السلام

دنیائے اسلام کے خونین شہادت کے

مؤسس وبانی

امام حسین علیہ السلام

دنیائے اسلام کے خونین شہادت کے موسس و بانی

تین شعبان جوانان جنت کے سرداراور امام حریت حضرت امام حسین علیہ السلام کے مبارک و مسعود تولد کا دن ہے' وہ عظیم شخصیت جس نے اپنی مبارک حیات اور مبارزہ شہادت کے ذریعہ انسانوں کو فداکاری وقربانی' عفوودرگزر' ایثار وہمدردی اور شرف و فضیلت کا عظیم درس دیا اور خود تاریخ حیات بشر میں جہاد و شہادت کے نمونہ یکتا قرار پائے۔

ولادتوں اور خوشخبریوں کا مہینہ

ہجری قمری مہینوں کے درمیان ماہ شعبان' ولادتوں اور بشارتوں کا مہینہ ہے اور دنیائے شیعیت کے لئے ایک خاص شکوہ جلال' عظمت و بزرگی اور ایک مخصوص اہمیت واعتبار بطور تحفہ لایا ہے۔ ماہ شعبان جادۂ اسلام کے محبوب رہنماؤں کی پرشکوہ وضمیر ساز میلادوں کی بشارت دینے والا مہینہ ہے۔

اس مہینہ کی تیسری تاریخ ہمارے تیسرے امام اور تاریخ اسلام کے حریت نواز شہید اعظم حضرت امام ابوعبداللہ الحسین علیہ السلام کی ولادت باسعادت کی سالگرہ کا روز مبارک ہے اور اس مہینہ کی چوتھی اسلام کے شجاع ودلیر اور فداکار و جانباز سردار اور راہ حق وفضیلت کے عظیم شہید ابوالفضل العباسؑ کی ولادت کی سالگرہ کا روز مسعود ہے اور اس مہینہ کی پانچویں

تاریخ کو عالم تشیع کے چوتھے رہبر و امام کی ولادت با سعادت کی وجدان آفریں سالگرہ کا دن قرار پایا ہے۔

خلقت و آفرینش کے ید قدرت نے ان تین پر شکوہ با قدر و قیمت میلادوں کو قریب اور ایک دوسرے سے متصل رکھا کہ یہ تینوں افراد اس فریضہ اور لائحہ عمل میں جو مبارزات اسلامی کے سلسلے میں وہ اپنے اپنے ذمہ رکھتے ہیں اس ترتیب سے ایک دوسرے کے عمل کو اتمام و تکمیل کی حد تک پہنچا دیں۔

امام حسینؑ خونین انقلاب کے موسس و بانی اور اسلام ناب محمدی کے زندہ کرنے والے ہیں اور جناب ابوالفضل العباسؑ حضرت سید الشہداءؑ کے برادر ہمرزم و ہم محاذ، وفادار ساتھی اور اسلام کے دلیر و جانباز مجاہد ہیں جنہوں نے شجرۂ اسلام کی سرسبزی و شادابی کے لئے اپنے خون کا آخری قطرہ بھی نثار کرنے سے دریغ نہیں فرمایا اور امام سجادؑ شہیدوں کے خون کی حرمت وحقوق کے نگہبان اور شہیدان راہ خدا کے جد و جہد و جہاد کے درخت کو بارآور کرنے والے اور تکمیل کی حد تک پہنچانے والے اور شہادت وقید و بند کے لائحہ عمل کے متمم ہے۔

ان سبھی افراد کی یہی خواہش اور سب کا مقصد یہی تھا کہ باہم ایک دل و ایک جان ہو کر مقصد عظیم الٰہی و روحانی کے حصول کی سعی و کوشش، دین کو زندہ کرنے اور جامعہ اسلامی سے ظلم و ستم کو دفع کرنے میں زندگی گزار دیں اور اس کے نتیجے میں شربت شہادت نوش کریں تا کہ اسلام عزیز زندۂ جاوید ہو جائے اور ہمیشہ سرسبز و شاداب اور قائم و دائم رہے۔ اس مہینہ (شعبان) کی پندرھویں تاریخ کا انجام و نتیجہ عالم بشریت کے عظیم مصلح اسلام کی توحید و یکتا پرستی کی حکومت کو وسعت دینے والے اور تمام روئے زمین پر اس کے پھیلانے والے حضرت حجۃ بن الحسنؑ کی ولادت با سعادت و کرامت کی بشارت دینے اور مژدۂ جانفزا سنانے

والادن ہے، کیونکہ حضرت متکبرین عالم پر مستضعفین کی حکومت اور غاصب اترانے والوں پر محرومین کی مکمل اور انتہائی فتح مندی کی خوشخبری دینے والے ہیں تاکہ وہ وعدہ الٰہی محقق ہو جائے جو اس نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

"و نرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض و نجعلهم ائمه و نجعلهم الوارثین" (قصص/۵)

مولود سوم شعبان

اب ہم سوم ماہ شعبان کے مولود مسعود وذی جود کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں جو صدیوں سے عرب وعجم، مسلمان اور غیر مسلم مورخین اور اہل قلم کے فکر و شعور کو اپنی طرف متوجہ و مرکوز کئے ہوئے ہیں اور ان حضرت کے بارے میں کتنی ہی کتابیں اور کتنے ہی رسالے لکھے جا چکے ہیں اور کتنی ہی کانفرنسیں اور کتنے ہی اجتماعات منعقد ہو چکے ہیں مگر اب بھی جیسا چاہئے اور جو حق ہے حضرت کی عظمت و بزرگواری کے رازوں کا انکشاف نہیں ہو سکا ہے اور حضرت کی زندگی کا راز اب بھی ابہام کی تاریکی کے ہالہ میں چھپا ہوا اور وہ راز یہ ہے کہ آپ مرد خدا تھے اور مردان خدا کے رموز واسرار اغیار اور مادہ پرست و مادہ پسند نگاہوں سے مخفی و مستور رہتے ہیں، آپ کی شخصیت وہ عظیم الشان شخصیت ہے جس نے اپنی مجاہدہ جستجو اور شہادت سے جہان بشریت کو آبرو و وقعت بخشی اور اپنے جوہر ذات سے جامعہ بشریت کے رہنما رہے، آپ سرنوشت کربلا کے معرکہ میں اگرچہ آزادی، عدالت اور فضیلت و شرف کے دشمنوں کے محاصرہ میں اس طرح تھے جیسے انگوٹھی کے اندر نگینہ اور موت خوف فناک اژدھے

کی طرف آپ کو اور آپ کے ساتھیوں اور مددگاروں کو نگلنے کے لئے منہ کھولے ہوئے تھی' آپ کے عیال واطفال زمانہ کے پست ترین ووحشی ترین نالائق افراد کی قیدو بند میں گرفتار ہو جانے کے شدید خطرہ سے دوچار تھے' آپؑ کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو اقتصادی وحیاتی تحریم اور آب وآذوقہ کی محرومی کا سامنا تھا لیکن' پھر بھی ایسے حساس حالات میں فولادی پہاڑ سے زیادہ سخت اور ٹھوس مصمم وآہنی ارادہ کے ساتھ عراق کے آفتاب کی جلادینے والی شعاعوں کے نیچے کھڑے ہوئے' اور نہایت دلیرانہ اور مردانہ لہجہ میں آواز دی:

''خدا کی قسم! میں اپنا ہاتھ ایک فرد ذلیل کی طرح تمہارے سامنے نہیں لاؤں گا اور غلاموں کی طرح تمہارے سامنے سے بھاگوں گا نہیں' بنی امیہ کے منہ بولے بیٹے (ابن زیادہ) نے مجھے دوراہے پر لا کھڑا کیا ہے۔ قتل ہونا یا ذلت وخواری کو قبول کرنا' لیکن میں ان دونوں شقوں میں پہلی شق کو قبول کرتا ہوں اور ذلت کے ساتھ اپنے کو تمہارے حوالے نہیں کروں گا' ذلت ورسوائی کو قبول کرنا ہرگز گوارا نہیں۔ یہ کام ہمارے گھر سے بہت دور ہے اور ہماری زندگی کے سمندر میں اس کا کوئی وجود نہیں ہے' اس کام سے نہ خدا راضی ہے' نہ رسول خداؐ راضی اور نہ ایمان دار افراد راضی ہیں اور نہ وہ پاک' وپاکیزہ دامن اور مطہر آغوش راضی ہے جس نے میری تربیت کی ہے اور نہ صاحبان عزت واستقامت راضی ہوں گے کیونکہ یہ سب کے سب کریم اور ادا اور جوان مردوں کی قتل گاہ پر کمینوں کی اطاعت کو ہرگز ترجیح نہیں دیتے۔''

(اللھوف۔ ص/ ۵۷۔ امام حسینؑ کے خطبہ روز عاشورہ سے)

اس قسم کی باعظمت روح اور اسی نوعیت کا بلند وخوددار نفس ہوتا ہے جو بشری معاشروں کو آزادی وجوانمردی کا درس دیتا ہے اور اسلامی معاشروں کو آج تک جو کچھ بھی آزادی استقلال اور حق حاکمیت کا کچھ حصہ نصیب ہوا ہے وہ اس قبیل کے مردان راہ حق وفضیلت کی

سعی و جستجو، کدو کاوش اور مبارزہ و شہادت کا مرہون منت ہے۔ امام حسین علیہ السلام کی نمایاں شخصیت اور بزرگ و باشکوہ قربانیاں اور فداکاریاں ایک خاص عظمت رکھتی ہیں جس کے طول وعرض اور جس کے وجود کی گہرائی کو آسانی سے ہرگز نہیں سمجھا جاسکتا۔ اس مولود مسعود رہبر معصوم کی شہادت اور اس کے مبارزات نے آزادی بشر کے قانون پر اپنے اور مددگاروں اور فداکاروں کے خون سے دستخط کئے ہیں اور اسے بعنوان تحفہ و سوغات اور بطور درس جاوداں عالم بشریت اور آزادی و شرف کی راہ میں مسلمان مجاہدین کے سامنے پیش کردیا ہے۔ یہ وہ خون مقدس ہے جو شام کی شفق کی طرح ہمیشہ درخشاں رہے گا اور تمام صدیوں اور تمام زمانوں میں چراغ بینائی اور اس کے بلند ایوان کے سائے میں ایک خاص شکوہ و روشنی اور ایک مخصوص شان و قدر و منزلت حاصل کرتا رہے گا۔

امام حسین علیہ السلام کا ایک درس

سرکار شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام کا ایک درس جو آج سے چودہ صدی قبل میدان کربلا میں دیا گیا تھا آج اس درس کے اصول و قواعد کو مکمل طور سے سمجھنے اور اپنا لینے کی قطعی اور شدید ضرورت ہے۔ تاکہ آزادی و جواں مردی کے اصول کو سیکھنے اور سمجھ لینے کے نتیجہ میں اسیری و قید و بند و ابستگی و پیوستگی زنجیریں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مکمل طور سے کٹ جائیں اور ایران کی بہادر قوم اپنے اپ کو جبار و ستمگر بڑی طاقتوں کی قید و بند سے بصورت کامل آزاد کرالے اور وہ پائیدار شعور اور آگاہی حاصل کرے کہ پھر کبھی بیگانوں اور اجنبیوں کے تسلط کی ذلت و خواری و ننگ و عار میں مبتلا نہ ہو۔

کربلا کا جاوداں معرکہ شجاعت۔ شمشیر پر خون کی فتح کا معرکہ

حسین والوں کی شہادت زندگی ہے اور یزیدیوں کی زندگی موت ہے۔

ماہ محرم کربلا کے شجاعت آفریں واقعات کی یاد دلانے والا مہینہ ہے' سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی باشکوہ پر عظمت زندگی اور شہادت نے مسلمانوں کی زندگی کی تاریخ میں ایک نیا باب کھول دیا ہے اور کروڑوں انسانوں کو اپنی قربانیوں اور ایثار' صبر و استقلال کا گرویدہ بنالیا ہے۔

کربلا کا معرکہ جاوداں ایک عظیم الشان الٰہی شخصیت حضرت ابو عبداللہ الحسینؑ کی دلیرانہ و جواں مردانہ مبارزہ و نبرد آزمائی ہے۔ جنہوں نے دوران مبارزہ لوگوں کو انسان دوستی اور عظیم حقوق بشری کی حمایت کا درس دیا اور ہمیشہ کے دنیا بھر کے آزادی خواہ اگر چاہیں تو اس گرانقدر درس کے مضمرات سے جوش و ولولہ' شجاعت و دلاوری اور قدرت وحی کا مکمل و واضح ترین نمونہ حاصل کر سکتے ہیں اور اپنی انقلابی و مبارزاتی زندگی کا شعار قرار دے سکتے ہیں۔ معرکہ کربلا تاریخ بشریت کے تمام بڑے حوادث کے درمیان مہر درخشاں کی طرح چمک رہا ہے۔

اس عظیم تاریخی واقعہ کی قدر و عزت توقیر و تجلیل کرنا در حقیقت عدالت' تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت عزت و توقیر اور قدر شناسی کرنا ہے۔ یہ ایسے اصول ہیں جن کی بشری زندگی میں ہمیشہ ضرورت پڑتی رہتی ہے اور پڑتی ہے گی۔

خونین عاشورہ حسینیؑ کی یادگار ہر سال پابندی سے مناتے رہنا ایک بہترین و مناسب ترین

موقع ہے کہ مسلمان اپنا تعلق مردان راہ خدا کی قربانیاں اور جانبازیوں کے ساتھ قائم و مستحکم کریں اور مکتب حسینی کے تربیت یافتہ افراد کی رفتار و گفتار و اخلاق سے سبق حاصل کریں۔

سردار شہیداں حسین ابن علیؑ نے سیاہ ڈکٹیٹری و استبدو مطلق والعنانی کے مقابلہ میں جانبازی و قربانی کی حد تک پیش رفت کی اور اپنے آپ کو طاقت و جبر کے سپرد نہیں کیا۔

آپ وہ فرشتہ عدالت و آزادی و ڈیموکریسی (دیمقراطی) اور صحیح معنی میں ایسے اسلام پر عمل کرنے والے تھے کہ یزید کی مسلح و ابلیسی و طاغوتی طاقتوں کی زیادتیوں کے مقابلہ میں ساکت و خاموش نہیں رہ سکے اور اس امر کو ترجیح دی کہ یزید کی طاغوتی حکومت کو تسلیم نہ کرنے کی پاداش میں اپنے اہل و عیال کی نظروں کے سامنے خاک و خون میں غلطاں ہوں لیکن عدالت، حریت اور تقویٰ روئے زمین سے محو و نیست و نابود نہ ہو جائیں۔

مکتب و نظریہ شہادت

مکتب حسینی ایک انسان ساز مکتب ہے جو ہمارے جوانوں اور مجاہدوں کو سبق دیتا ہے کہ حریت، تقویٰ، عفت و خودداری، دلیری و بے باکی اور فساد سے مبارزہ مقابلہ کا درجہ نہایت اہم، بے حد قیمتی اور بہت بلند ہے بنسبت انسانی جانوں کے۔

حسینی مکتب جہاد و شہادت ان مکاتب میں سب سے زیادہ محکم و استوار اور سب سے زیادہ طبیعی مکتب ہے جو اب تک بشر کے سامنے پیش کئے گئے ہیں اس لئے یہ مکتب حق رکھتا ہے کہ حریت پسندوں کے لئے دستور العمل اور راہ حق و حقیقت میں جہاد کرنے والوں کے لئے الہام بخش ہو اور اس مکتب کی محافل و مجالس سے حریت و آزادی کے درس کے عنوان سے استفادہ کیا جائے۔

امام حسین بن علی کی زندگی اور آپ کی شہادت کا ادراک ہزاروں سال تک افراد بشر کی جسمانی وروحانی شجاعت وتوانائی کا دستور العمل بن سکتا ہے' حسین اور آپ کے یاور ومددگار اپنی موت کے بعد بھی زندہ ہیں لیکن یزید اور اس کے پیرو یزیدی اپنی زندگی میں بھی مردہ ہیں۔ استاد محمد تقی شریعتی جنہوں نے اپنی عمر کو راہ اسلام میں صرف کیا ہے اور ڈاکٹر علی شریعتی فرماتے ہیں کہ بیدار قومیں ایک گمنام سپاہی کی اس لیے اس قدر تعظیم وتکریم کرتی ہیں تاکہ فداکاری وجانبازی کی روح کو لوگوں کے اندر بیدار کریں اور تقویت دیں' کیا یہ بات مناسب نہیں ہے کہ ملت مسلمان ان مجلسوں اور ان عظیم الشان اجتماعات کو سردار شہیداں اور مجاہد اعظم اسلام حضرت ابوعبداللہ الحسین علیہ السلام کے نام سے تشکیل دیں اور اس کی مخصوص فضیلتوں سے مستفید ہوں۔

تمام انقلابی تحریکوں کو الہامی قوت بخشنے والا

وہ معرکہ عظیم جو کربلا کی زمین کے ریگ گرم کے بستر سے شروع اور رونما ہوا وہ دنیا کی تمام آزادی بخش معرکوں اور تحریکوں کے لئے الہام بخش ثابت ہوا اور کئی آزاد و باضمیر انسانوں نے اپنے مبارزات وکارزار میں اس معرکہ سے اشارہ اور غیبی قوت حاصل کی۔

''گاندھی'' ہندوستان کے عظیم لیڈر کہتے ہیں۔

''میں ہندوستان والوں کے لئے کوئی نئی چیز نہیں لایا ہوں۔ میں نے جو کچھ بھی کیا ہے وہ نتیجہ ہے ان مطالعوں اور تحقیقات کا جو میں نے کربلا کے بہادروں اور دلیر شہیدوں کی تاریخی زندگی سے حاصل کیا ہے' اگر ہم ہندوستان واستعماری طاقتوں اور نوآبادیاتی نظام و

جبر کے چنگل سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمارے لئے لازم وضروری ہے کہ ہم اسی راہ پر قدم بڑھائیں جس راہ کو حسین بن علیؑ نے اختیار کر کے طے کیا۔''

یہی معرکہ جاودانہ وانقلاب رہائی بخش ہے جو محمد علی جناح قائداعظم پاکستان کو الہام و تقویت بخشتا ہے تاکہ ہندوستان میں گم شدہ مسلمانوں کے استقلال وآزادی کو واپس لے لیں۔

ایران کے عظیم اسلامی انقلاب نے ماہ محرم وصفر کے اجتماعات کی برکت سے زندگی حاصل کی اور روز تاسوعا و عاشورہ و ۲۸ رصفر کے عظیم الشان جلوسوں نے اپنی بے نظیر شان وشوکت و عظمت کے ذریعہ مغربی ومشرقی استعماری طاقتوں اور شہنشاہیتوں کو ذلیل ورسوا اور ان کی مکارانہ چالوں اور پرفریب اسکیموں کو نقش برآب کردیا۔

کبھی کبھی یہ سوال ہوتا ہے یہ عزاداریاں اور ان مراسم عزا کی ہر سال تکرار آخر کیوں اور کس بنیاد پر ہوتا ہے اور اس کے کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ کیا یہ ایک قسم کی عقب روی اور رجعت وقدامت پسندی نہیں ہے؟ اس سوال کے جواب کے لئے تھوڑی سی توضیح ضروری ہے۔

ہم حسینی قربانیوں کی شرح کو تاریخ سے (مکمل طور پر) نہیں سمجھ سکتے اور نہ صرف ماضی میں اس کی تلاش وجستجو کر سکتے ہیں اور نہ اس کو جامعہ انسانیت کی عینیت اور مسلمانوں کی زندگی اور ان کے روزانہ کے پروگراموں سے جدا کر سکتے ہیں۔ امام حسین علیہ السلام کی اور آپؑ کے دلاور یاوروں کی شخصیتیں انسانی شرف کی طرف سے دفاع کا نمونہ اور فضیلت وروحانیت کے مجسم پیکر ونمونہ تھیں اور ان دونوں چیزوں کا وجود ہر فرد مسلمان کی انفرادی واجتماعی زندگی کے لئے لازم وضروری ہے اور کسی بھی مسلمان کی زندگی کے لائحہ عمل کو ان دو ارکان سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔

حسینی قربانیوں کی تاریخ ہم کو بہت سے سبق سکھاتی اور بہت سے نکتے یاددلاتی رہتی ہے' اس کے سادہ و معمولی ترین درسوں میں سے ایک ظلم و جبر و فساد سے مقابلہ و مبارزہ اور انسانی آزادی بخش تحریک وانقلاب پیدا کرنا ہے اور اس کے لیے ہر منٹ و ہر سیکنڈ آپ کا نورانی و بلند آہنگ خطبہ یاد میں لایا جا سکتا ہے جو مدینہ سے رخصت ہوتے وقت آپ نے اپنے اہل بیت اور دوستوں کے سامنے فرمایا تھا۔

''ایھا الناس! آگاہ ہوشیار ہو جاؤ! بد بخت کے بیٹے بد بخت نے مجھ کو قتل ہو جانے اور ذلت و خواری کا امتخاب کرنے کے درمیان مخیّر کیا ہے کہ ان دو باتوں میں سے کسی ایک کو قبول کروں' لیکن تم یہ جان لو کہ ذلت و رسوائی خانوادہ رسالت کے صحن سے بہت دور ہے ہماری ذلت و رسوائی کو نہ خدا قبول فرمائے گا اور نہ اس کے رسول و پیغمبرؐ اور نہ مردان با ایمان اور نہ وہ لوگ اسے قبول کریں گے جن کے مقدس دامن میں میری پرورش ہوئی ہے اور نہ وہ خوددار و با استقامت روح قبول کرے گی جو میرے اندر موجود ہے۔ میں کمینوں اور پست فطرتوں اور بدطینتوں کی اطاعت پر راہ خدا میں شرافت مندانہ شہادت کو ترجیح دوں گا۔''

اس قسم کی تعلیمات انسانی والٰہی دروس ہیں جنھوں نے حسینی عزاداریوں کو ہمیشگی' ہمہ گیری اور ایک خاص ابدی درخشندگی دی ہے اور اس کی عظمت و شکوہ میں روز افزوں اضافہ ہوتا جا رہا ہے، کچھ اور اسباب بھی ہیں جو اس تاریخی ٹریجڈی کی ہمیشگی و جاودانگی میں ممد و معاون ہیں جن سے ایک اجتماعی و تاریخی و متجسس نگاہ رکھنے والا غفلت اور بے توجہی نہیں برت سکتا۔

بے نظیر شخصیت مرد شجاع و دلاور جو اس معرکہ جاوداں کے سلسلہ کا سردار و سرخیل ہے وہ ایک سچا اور معصوم امامؑ و پیشوا ہے اور ان صفات و مراتب عالیہ نے آپ کے گرد روحانیت و معنویت و قدوسی و پاکیزگی کا ایسا دائرہ بنا دیا ہے جس کا وجود تمام مسلمانان جہان کے درمیان

ان تمام خصوصیات اور فضائل وکمالات کے ساتھ بہت کم افراد میں مل سکتا ہے۔

بے نظیر قربانی

امام حسین علیہ السلام نے شعائر اسلامی کی حفاظت اور اعلاء کلمہ حق اور حق وحقیقت وعدالت وفضیلت کو زندہ رکھنے اور ان کی نگہداشت کرنے میں ان تمام امتیازی وابستگیوں اور امکانی تعلقات سے جو کسی شخص کی انفرادی حیثیت سے محبت ودوستی کا باعث ہوتے ہیں صرف نظر فرمایا اور مقصد کے حصول کے لئے مال وجان فرزند اور زندگی کے تمام علائق سے دست بردار ہو گئے۔

اس وقت جب کہ قریب تھا کہ پیغمبر عالی قدر اسلام کی ۲۳ سالہ تمام زحمتیں' کوششیں اور کاوشیں اور مجاہدین راہ حق کی کوششیں اور جانفشانیاں بے کار اور پامال ہو جائیں اور اسلام حقیقی لوگوں کے درمیان سے یکسر غائب ونابود ہو جائے اور ایسے حالات میں جب کہ اسلام حکام جور کے ہاتھوں میں ایک کھلونے کے سوا کچھ نہیں رہ گیا تھا' حضرت سید الشہداءؑ نے قیام فرمایا اور مدینہ سے رخصت ہوتے وقت فرمایا۔

"جو شخص اس بات کے لئے آمادہ وحاضر ہو کہ ہمارے اس مقدس مقصد کی راہ میں جو ہمارے پیش نظر ہے اپنا خون دل نثار کرے اور اپنی زندگی اور شخصی تعلقات سے دستبردار ہو جائے وہی شخص ہمارے قافلے میں شامل ہو اور چلے۔"

امام علیہ السلام نے دوران سفر راستہ میں اپنی راہ معین فرمائی تھی' چنانچہ فرمایا:

"میرے دوستو اور ساتھیو! یہ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ زمانہ کی ہیئت وحالت بدل چکی ہے'

برائیاں ظاہر ہوگئی ہیں اور نیکیاں' اچھائیاں' خوبیاں اور فضیلتیں ہمارے ماحول سے رخصت ہو چکی ہیں اور مراد اسلامی کے برخلاف حالات سامنے آگئے ہیں' انسانی فضائل میں سے سوائے ایک قلیل مقدار کے کچھ بھی باقی نہیں رہ گیا ہے' ٹھیک ایسے ہی جیسے پانی گراتے وقت معدودے چند قطرے ظرف آب پر معلق رہ جاتے ہیں' آج لوگ رسوائی و بے حیائی کے ماحول میں جس کے ساتھ ننگ و عار و ذلت بھی شامل ہے زندگی گزار رہے ہیں' آج حق و حقیقت پر عمل نہیں ہو رہا ہے باطل اور ناجائز امور پر ہیز اور روگردانی کا کوئی وجود نہیں ہے' ایسے حالات میں مناسب و سزاوار یہی ہے کہ باایمان و بافضیلت انسان فداکاری و جانبازی کا ثبوت دے اور اپنے پروردگار سے ملاقات اور اس کے فیوض حاصل کرنے کے لئے سبقت و جلدی کرے' میں ایسے جبر و تشدد سے معمور ماحول میں اور ان خرابیوں اور بے دینیوں سے بھرپور فضا میں موت کو فقط سعادت و خوش نصیبی سمجھتا ہوں اور ان جابروں اور ستمگروں کے ساتھ زندہ رہنے کو سوائے جانکاہ رنج و ملال کے اور کچھ نہیں جانتا۔"

ہمیں چاہئے کہ امام حسینؑ کے انقلابی مکتب و نظریہ سے اہل عالم کو روشناس کرائیں۔

وہ ہزاروں بلکہ لاکھوں' کروڑوں کی تعداد میں مجلسیں اور محفلیں جو ایران میں اس سرے سے اس سرے تک اور دنیا کے تمام خطوں اور علاقوں میں حضرت ابوعبداللہ الحسینؑ کے نام نامی سے برپا ہوتی ہے' تمام تعلیمی و تربیتی کلاسوں سے بہت زیادہ بلند اور بہت زیادہ طبیعی اور باقدر و قیمت ہیں' یہ وہ کلاسیں ہیں جو ہم کو اسلام کی گرانقدر و گراں بہا تعلیمات سے آشنا اور مستفید کرسکتی ہیں۔

لیکن یہ بات خوش آئند ہوگی کہ مجالس حسینی میں ایک ایسا لائحہ عمل اور ایسا پروگرام مرتب

کر کے اس پر عمل درآمد کیا جائے جو پروردگار عالم کی رضا و خوشنودی کا موجب ہو اور اس قیام و انقلاب مقدس حسینی کے اغراض و مقاصد کی تکمیل امانت کا سبب ہو اور راہ مستقیم حسینی پر گامزن ہو جائے اور حضرت کے نشان قدم کی پیروی کی جائے شخصی اغراض کی تکمیل، مجلسوں کی تشکیل کے سلسلہ میں ہمسایوں کے ساتھ رقابت و ہم چشمی، اس شخصیت مقدس و معصوم کی طرف ناروا امور خلاف شان اور ذلت آمیز باتوں کی نسبت دینا وغیرہ نہ صرف یہ کہ پروردگار عالم کی رضا و خوشنودی کا سبب نہیں ہے بلکہ اہل بیت عصمت و طہارت کے ناراضی و بے زاری کا باعث ہوتی ہیں۔

مجالس حسینی دین کے اسباق اور دروس کی کلاسیں ہیں، اجتماعات حسینی کے انعقاد و برگزاری کے موقع پر اصول اسلام کا لحاظ نہ کرنا اور ایسی مجلسیں برپا کرنا جو امام حسین کی عظیم و مقدس شخصیت کے لحاظ سے غیر مناسب ہوں نہ صرف یہ کہ امام عالی مقامؑ کے مقدس و بلند مرتبہ کے شایان نہیں ہیں بلکہ یہ لوگوں کے دین سے انحراف، بے حسی اور گمراہی کا سبب بھی ہیں۔

اس لئے لازم و ضروری ہے کہ انقلاب حسینی کی سرسبزی و شادابی اور اس کی عظمت و روحانیت کی روشنی سے مسلمانوں کی سیاسی و اجتماعی زندگی کے فائدہ کے لئے بلند ترین و بیش قیمت دروس کو حاصل کیا جائے اور امامؑ کے روحانی و معنوی مقاصد اور آرزوؤں سے نئی نسلوں کو روشناس کیا جائے کیونکہ انقلاب حسینی وہ بزرگ ترین و سنگین ترین امانت ہے۔

جو ہزار ہا خون دل نثار کرنے کے بعد مسلمانوں کے اختیار میں آئی ہے اور اب یہ موجودہ نئی نسل کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس امانت کو صحیح و سالم اور بغیر کسی عیب و نقص پیدا کئے آنے والی نسلوں کے سپرد کرے اور کیفیت فعل و انفعالات کے ذریعہ معمولی سے معمولی تغیر و انحراف کو اس میں ایجاد و اختراع کیے بغیر اور اس عظیم الیہ کے پاک و صاف و منزہ چہرہ کو جھوٹی

باتوں غلط نسبتوں، خفت آور ذلت آفریں و دشمن پسند اقوال و مطالب کے ذریعہ بدل کر بدنما کیے بغیر اسے آنے والی نسلوں تک پہنچائے۔

استعمار (نو آبادیاتی نظام حکومت) کے خلاف قیام گاہ

صرف حسینی مجالس و محافل ہیں جو اجنبیوں، بیگانوں اور بیگانہ پرستوں کے استعمار کے مقابلہ میں مضبوط و پائیدار روحانی محاذ اور مستحکم قلعہ ہے جو روز اول ہی سے اسی بنیاد پر اور اسی مقصد کے لئے قائم کیا گیا ہے۔

یہ حضرت سید الشہداءؑ کی باشکوہ مجالس اور حسینی منبروں ہی کی برکت ہے کہ قرآن مجید کی دلنواز و دلکش صدائیں گونج رہی ہیں اور حسینی انجمنوں اور جلوسوں کا فیض ہے کہ خصائل و فضائل محمدی مناقب علوی عفت و عصمت فاطمی حلم و بردباری حسنی اور دوسرے پیشوایان راہ حق کی ملکوتی و روحانی خوبیاں ہر سال مکرر اور مفصل بیان کی جاتی ہیں اور لوگ بذات خود داعی ہو کر خاص اپنے ہی مکتب کی اصالت رکھنے والوں کو دعوت شرکت دیتے اور اجنبی و بیگانہ افراد کو شرکت سے روک دیتے ہیں۔ اگر (خدانخواستہ) حسینی جانبازیوں اور خدمات کا تذکرہ مسلمانوں کے دفتر زندگی سے کسی دن حذف ہو جائے یا ان مبارزات و قربانیوں کی روح اور مقصد عزاداری اور مجالس کے متن سے علیحدہ کر دی جائے تو پھر ملت کے درمیان بیگانوں کے ظالمانہ و جابرانہ استعمار و استثمار اور حکومت خواہیوں سے مقابلہ کرنے کے لئے کوئی سچا اور واقعی محاذ باقی نہیں رہ جائے گا۔ اسی دریافت کی بنیاد پر اور پرشکوہ نام حسینی کی جلالت و عظمت کی بنا پر بین الاقوامی استعمار گر اس کے مقابلہ کی فکر میں رہتے ہیں اور پیہم اس

سعی وکوشش میں مصروف رہتے ہیں کہ صدائے حسینی کو خاموش کردیں یا اسے کم اثر کردیں اور استعمار گرو استثمار گر حکومتیں اور امریکی، روسی اور یورپی جہان خوار وتوسیع پسند طاغوتی طاقتیں دل سے چاہتی ہیں کہ لوگوں کو اس جاذبہ ولایت ومحبت سے دور کردیں اور حسینؑ عزاداری اور اس کے مراسم کو ایک قسم کی رجعت پسندی اور قدامت پرستی کا نام دیتے ہیں۔

ہماری عزاداری میں ان بے گانوں کی بے جا دخالت کے واضح ترین نمونوں میں سے ایک یہ ہے کہ کبھی تو عزاداری کے طریقہ پر اور کبھی شعائر حسینی کو قائم کرنے والوں پر بیہودی اعتراضات کرتے ہیں اور اس کے بارے میں فضول وناروا مضامین اخبارات وجرائد میں اور نمائش گاہوں میں چھپواتے اور منعکس کرتے ہیں اور اپنی اندرونی کیفیت ناپسندیدگی اور دلی جلن کو اس شکل میں ظاہر کرتے ہیں۔(یعنی دل کے پھپھولے پھوڑتے ہیں)

اس حقیقت پر ہمارا ایمان ہے کہ طلوع اسلام کے پہلے ہی روز سے مسخرہ اور طعن وطنز واعتراض دشمنان دین وحقیقت کا ہتھیار رہا ہے۔قرآن مجید اس بارے میں آواز دیتا ہے:

''بے ایمان اور گنہگار افراد ایماندار اشخاص کے افعال وعمال پر ہنسی ومذاق اڑاتے ہیں اور جب ان کے پاس سے گزرتے ہیں تو کمال بے اعتنائی سے اس امر کا اظہار کرتے ہیں کہ یہ لوگ گمراہ ہیں۔'' (سورہ مطففین۔آیت ۲۹، ۳۰)

لیکن حقیقت کے تابناک جلووں نے اپنی درخشانیوں اور اصالتوں کے ساتھ دشمنوں اور بدخواہوں کو اندھا کردیا اور ان کو اپنے معیار اور سچے اصولوں کے اثرات کے ماتحت قرار دیا اور انہیں علم اسلامی کے سایہ میں لا کھڑا کیا اور انہوں نے خود بخود اسلام کی حقیقت وحقانیت کا اعتراف کرلیا۔

عزاداری حسینؑ کی مجالس، اس خصوصیت کی بھی حامل ہیں کہ ہر سال دنیا کے لاکھوں

کروڑوں مسلمانوں کے دلوں کو اپنی طرف کھینچتی ہیں اور ان کے سامنے ظلم واستبداد، استعمار وبیگانہ پرستی واجنبی دوستی سے مقابلہ ومبارزہ کی راہیں کھولتی اور جذبہ بیدار کرتی ہیں اور انہیں ایثار وقربانی، حریت پسندی، نجات واصلاح کے بلند ترین وبیش قیمت درس دیتی ہیں۔

ایمان، خداشناسی، استقلال وآزادی اور معارف اسلامی کی مکمل شناخت، پاکدامنی، شرف خلوص وصفائی قلب کی حفاظت وپابندی، عمومی روحانیت ومعنویت کی تکمیل وتحفظ، یہ سب کی سب صفتیں پیدا ہوجانا اسی آسمانی بلند پایہ نام مقدس کے معمولی اثرات میں سے ہیں اور انہیں مجالس پرشکوہ حسینی کی برکت سے ہے۔

شعائر حسینی دین ومذہب کی سبق آموز کلاسیں ہیں لہذا صرف دشمنان دین کے اعتراض واشکال، طعن وطنز وبدگوئی کی وجہ سے انہیں چھوڑنا نہیں چاہئے بلکہ ان کی تحسین وجلیل تعظیم و تکریم اور انہیں بہتر طور سے انجام دینے کی پوری کوشش کرنا لازم ہے اور کمزوری کے گوشوں اور بنیادی اشکالات واعتراضات کو ان سے دفع کرنا چاہئے تاکہ جب کبھی بھی جامعہ بشریت میں طبقاتی امتیازات سر اٹھائیں اور کسی فرد یا دوسری ملت کے وسیلہ سے کسی ایک فرد یا ملت کا استثمار وجود میں آئے اور جب تک انسانی قدر وقیمت روبہ زوال وتنزل ہے اور مادی بنانے والی ومادہ پسندی کی روح اور حیوانیت اور درندگی کی خصلت دنیا والوں پر اپنا منحوس سایہ ڈالے رہے اور جب تک ناروا نسلی ترجیحات اور صنفی اور طبقاتی تعلّی پسندی کا وجود ہے اور جب تک ملکوں میں ملازمتوں اور عہدوں کی تقسیم لیاقت وصلاحیت کے ضابطوں کو پیش نظر رکھنے کی بجائے تعلقات اور روابط کی بنیاد پر ہوتی ہے جب تک دنیا میں بے دینی، لا پروائی اور روحانی اضطرابات کی حکومت قائم ہے اور جب تک روئے زمین پر تمام انواع واقسام کے جرائم، خیانتیں، زیادتی اور ظلم وجور کارفرما ہیں اس وقت تک شعائر حسینی اور کربلا

کے آزادی بخش مکتب کی تعلیمات جاوید و پائیدار ہیں اور ان میں اتنی طاقت ہے کہ وہ فضیلت 'حریت' جوانمردی اور فداکاری کے بلند ترین مظہر کے عنوان سے مجاہدین انقلاب کے لئے الہام بخش اور بہترین نمونہ عمل بنیں اور ان کے احساسات و جذبات اور ولولوں کو ابھار دیں اور جوش میں لائیں یہاں تک کہ حقیقت تک رسائی حاصل ہو جائے۔

عظیم و پر شکوہ حسینی انقلاب عالمی عظمت اور بین الاقوامی و عمومی اہمیت کا اس حد تک حامل ہے کہ اس مہتمم بالشان واقعہ کی تحقیق و تجزیہ و تحلیل کے سلسلہ میں کتابوں کی ہزاروں جلدیں احاطہ تحریر میں آچکی ہیں اور غیر مسلم محققین و صاحبان نظر کی ایک جماعت نے اس واقعہ کے متعلق بہت سی باتیں کہی ہیں اور اس موضوع پر بہت سے آثار چھوڑے ہیں جن کو بے غرض نگاہیں اور کبھی غرض سے آلودہ نگاہیں بھی کمال وضاحت سے روشن کرتی ہیں۔ اس گروہ کے نظریات کی اہمیت اس اعتبار سے کہ ہم امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اسلامی انقلاب کو غیروں اور بیگانوں کی نگاہ سے پہچنوائیں اور اس مسئلہ میں غیروں کی تحقیق کو کام میں لائیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں، یہ بات درست نہیں کہ ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے بلکہ ان نظریات کی اہمیت حسب ذیل دو نقطہ نظر سے ہے۔

(۱)۔ اصولاً دوست کی بات دوسروں کی زبان سے سننا زیادہ شیریں اور زیادہ باعث کشش ہوتی ہے کیونکہ دوست تو سوائے مدح و ثنا و تحسین بلکہ کبھی کبھی بجز مبالغہ کے کوئی دوسری بات کہنا جانتے ہی نہیں۔

(۲)۔ غیروں اور بیگانوں کے نظریات اس انقلاب کے خارجی و بین الاقوامی اور اجتماعی و انسانی تاثیر کی گہرائی کو بہتر طریقہ سے دہرا سکتے ہیں اور اس کے اساسی مناظر کو بہتر طور پر منعکس کر سکتے ہیں اور یہ چیزیں خود امام علیہ السلام کی انقلابی زندگی کی توصیف و تعریف اور

تحلیل وتجزیہ کوزیادہ موثر اور زیادہ درست ثابت کرنے والی ہیں۔ اسی لحاظ سے ہم اس مختصر گزارش میں چند غیر مسلم دانشمندوں کے اقوال ونظریات کو مسلمانوں اور امت کے اس رہبرِ اعظم برحق کے دوستداروں کی خدمت میں بطور پیغام پیش کرتے ہیں۔

''گاندھی'' ہندوستان کے پدر آزادی واستقلال (باپو) جوخود بھی گروہ مقدسین (مہاتما) اور ملت ہندوستان کے نجات دہندہ شمار کئے جاتے ہیں وہ کربلا کے انقلاب حسینی کے تحفہ کے بارے میں اور برطانیہ کے پنجہ استعمار سے ہندوستان کو نجات ورہائی دلانے میں اس واقعہ کے اثر عظیم کا برملا اظہار اس طرح کرتے ہیں۔

''میں ہندوستانیوں کے لئے کوئی نئی چیز نہیں لایا ہوں بلکہ یہ صرف نتیجہ وماحصل ہے میرے ان مطالعات وتحقیقات کا جو میں نے ولاوران کربلا کی تاریخ زندگی کے بارے میں کیا ہے' اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہندوستان (استعمار کے چنگل سے) نجات پائیں تو واجب ہے کہ ہم بھی وہی راستہ اختیار کریں اور اسی راہ پر چلیں جسے حسین ابن علیؑ نے اختیار کیا تھا۔''

(مجلہ الغری چھاپ نجف۔ شمارہ ربیع ۱۳۸۱ھ)

ایک مشہور امریکی مورخ ''واشنگٹن۔ ایرونگ'' امام علیہ السلام کی صلابت روحی' محکم و استوار ایمان اور استقامت وپائیداری کا ان الفاظ میں اعتراف کرتا ہے۔

''امام حسین کے لئے ممکن تھا کہ یزید کے حکم کے سامنے سرتسلیم خم کر کے اپنی شخصی زندگی کو بچا لیتے لیکن امامت ورہبری کی مسئولیت وذمہ داری آپ کو اس بات کی اجازت نہیں دیتی تھی کہ آپ یزید کو خلیفہ کی حیثیت سے پہچانیں اور تسلیم کریں' آپ نے بڑی سرعت کے ساتھ اسلام کو بنی امیہ کے چنگل سے نجات دلانے کی غرض سے اپنے کو ہر مصیبت وتکلیف گوارہ کرنے پر آمادہ کر لیا' سرزمین خشک کے آفتاب سوزاں کی دھوپ میں اور عربستان کی

تپتی ہوئی ریت کے اوپر حسینؑ کی لافانی روح قائم ہے' شجاع ومجاہد کی طرح۔"

(سالنامہ نور دانش انجمن تبلیغات اسلامی تہران شمارہ ۳۔ ص ۹۶)

مشہور جرمنی مورخ "موسیو ماربین" "نہضت ومبارزہ حسینی کو" "تاریخ شہادت وشہامت" کے عنوان سے یاد کرتا ہے اور اس حادثہ تاریخی کی تعظیم وتکریم وتحلیل وتجزیہ کرتے ہوئے روح شجاعت وعشق انقلابی کے ساتھ گفتگو کرتا ہے' ایسی گفتگو کہ جس پر ایک فرد اسلامی کو دقت و باریکی سے غور کرنا ہی زیب دے گا' وہ اپنی گفتگو کے ضمن میں کہتا ہے "حسین ابن علیؑ نواسہ محمدؐ جو آپ کی دختر عزیز فاطمہ زہراؑ کے فرزند تھے تنہا وہ شخص ہیں جو چودہ سال قبل حکومت ظلم وجور کے مقابلہ میں اٹھ کھڑے ہوئے' حسین ابن علیؑ کا مستقل طور پر یہ نعرہ تھا کہ میں راہ حق میں قتل کیا جاؤں گا لیکن اپنا ہاتھ باطل کے ہاتھ میں نہیں دوں گا۔"

امام حسینؑ جو یہ دیکھ رہے تھے کہ بنی امیہ کی سلطنت نے مطلق العنانی کی روش اختیار کر لی ہے اور اسلامی دستور واحکام کو پامال کر رہے ہیں اور قریب ہے کہ اسلام کے مستحکم ستونوں کو بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دیں' اس امر کی طرف متوجہ ہوئے کہ اگر اس سے زیادہ نرمی و خاموشی برتی گئی تو اسلام اور اسلامیت کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہ جائے گا، یہی وجہ تھی کہ آپ نے مقابلہ ومبارزہ کا مصمم ارادہ اور قطعی فیصلہ کر لیا اسلام کے اس دلیر مجاہد نے دنیا والوں کو یہ بتا دیا کہ ظلم وبے انصافی وستمگری پائیدار چیزیں نہیں ہیں اور ظلم وستم کی دنیا اگرچہ عظیم و استوار ہو لیکن حق وحقیقت کے مقابلہ میں بگولوں کی طرح ہوا میں اڑ جائے گی البتہ شرط یہ ہے کہ مردان حق وحقیقت کو زندہ کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ پھر وہ مورخ اپنے خاتمہ کلام میں کہتا ہے۔

"حسینؑ کا مقصد ظلم وستم کو روکنا تھا اور یہی غرض وغایت تھی اور یہی مقصود اصلی تھی جس

کے حصول کی خاطر تمام قوت قلب اور فداکاری وجانبازی کا اس حد تک مظاہرہ کیا کہ اپنی زندگی کے آخری لمحات میں اپنے طفل شیر خوار کی بھی حق وحقانیت کی راہ میں قربانی دے دی اور اپنے اس شجاعانہ عمل سے فلاسفہ اور بزرگان عالم کی فکروں کو متحیر کر دیا۔

آپؑ نے اپنی شہادت سے اسلام کو روحانیت ونورانیت اور ایک تازہ رونق و درخشندگی عطا کی اور مسلمانوں کو معنویت اسلام کی طرف متوجہ کیا وہ معنویت جو مسلمانوں کی زندگی کے لائحہ عمل سے مٹا اور بھلا دی گئی تھی اور انقلاب حسینیؑ عظیم اسلامی انقلابات کا چشمہ بن گیا اور اس کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔" (حسین ویارانش از نظر نویسندگان خارجی)

عاشورہ ایک یورپی مورخ کی نگاہ میں

"موریس دوکبری" یورپی مورخین میں سے اور کہتا ہے:

"اگر ہمارے مورخین اس دن کی حقیقت کو جان لیتے اور سمجھ لیتے کہ عاشورہ کون سا دن ہے تو وہ ان عزاداریوں کو غیر عادی نہ سمجھتے، پیروان حسینؑ عزاداری حسینؑ کی بدولت یہ جانتے ہیں کہ پستی وبدحالی، کمزوری وبے چارگی اور استعمار کو ہرگز قبول نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ان کے امامؑ اور دوسرے ائمہ کا شعار ونعرہ "اپنے کو ظلم وستم کے سپرد نہ کرنا" تھا۔ حسینؑ نے شرف وناموس انسانیت اور اسلام کے مقام ومرتبہ کی عظمت وبلندی کی راہ میں اپنی جان اور اپنے مال اور فرزندوں کو بھی قربان کر دیا لیکن یزید کے استعمار اور ہنگامہ طلبیوں اور حادثہ جوئیوں کے زیر سایہ جانا گوارہ نہیں کیا، پس آؤ! ہم بھی آپؑ کے طریقہ کو اپنے لئے نمونہ عمل بنائیں اور یزیدان عصر (بیگانوں اور اجنبیوں) کے چنگل سے چھٹکارا (حاصل کریں) اور عزت

کے ساتھ موت کو ذلت کے ساتھ زندہ رہنے پر ترجیح دیں کیونکہ عزت و شرافت کے ساتھ مرجانا ذلت کے ساتھ زندہ رہنے سے بہتر ہے اور یہی ہے اسلامی تعلیمات کا خلاصہ' پس وہ ملت جس کی گہوارہ سے لے کر گور تک ایسی تعلیمات ہوں ظاہر ہے کہ وہ کس مرتبہ اور کس مقام کی مالک ہوگی' ایسی ہی ملت ہر قسم کے شرف وافتخار کی مالک وحقدار ہے کیونکہ اس ملت میں سب کے سب مجاہدان حقیقت وعزت وشرافت ہیں۔''

''کارلائل'' مشہور انگریز مورخ کربلا کے جانباز مجاہدوں کے ایمان محکم واعتقاد راسخ کے بارے میں کہتا ہے۔ ''جو بہترین درس ہم کربلا کے المیہ سے حاصل کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ حسینؑ اور آپ کے سب ساتھی خدا پر ایمان محکم رکھتے تھے' انہوں نے اپنے عمل سے واضح کر دیا کہ جس مقام پر حق' باطل کے مقابلہ پر ہوتا ہے وہاں عددی قوت وبرتری کوئی اہمیت نہیں رکھتی' امام حسینؑ کی فتح وکامیابی باوجود اس اقلیت کے جو وہ رکھتے تھے میری حیرت اور تعجب کا باعث ہے۔'' (سالنامہ نور دانش شمارہ سوم)

ایک ایسے اجتماع میں جو اسی مناسبت سے تشکیل دیا گیا تھا ایک مغربی مفکر ومورخ کربلا کے عدالت گستر مجاہدین کے بارے میں اس طرح کہتا ہے:

''زمانوں اور صدیوں کے دوران افراد بشر نے جرأت' دلیری' عظمت روح بزرگی قلب اور روحانی شجاعت کو ہمیشہ دوست رکھا ہے اور اسی دوستی کا نتیجہ یہ ہے کہ عدالت وآزادی ظلم وفساد وتباہی کے سامنے ہرگز سر تسلیم خم نہیں کرتی ہیں حسینؑ اور آپ کے دلاور اصحاب کی عظمت کا راز اسی امر میں مضمر تھا میں خوش ہوں کہ آج جلسہ میں ان لوگوں کے ساتھ شرکت کر رہا ہوں جو جان ودل سے اس عظیم قربانی کی تعریف وتحسین کرتے ہیں' اگرچہ اس واقعہ کو گزرے ہوئے تیرہ سو سال ہو گئے ہیں۔'' (نور دانش سال دوم شمارہ ۳۔ص ۶۹)

''جیستن آ۔ اراسل'' ایک بزرگ انگریز شاعر امام کے بارے میں کہتا ہے:

''ان لوگوں (دشمنوں) نے آپ کے سر مبارک کو نیزہ پر بلند کیا اور بہت سی اہانت آمیز حرکتیں اور بہت سی جسارتیں کہیں اور آپ کے جسم (اطہر) کو اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے ریزہ ریزہ کر ڈالا' جو دیکھنے والوں کو متاثر و مسحور کر رہا تھا۔''

یہ شاعر اپنے شاعرانہ جوش و عقیدت میں اضافہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔

''اے کربلا کی خشک و چٹیل زمین! کہ تیری سطح پر نہ کوئی گھاس ہے' نہ سبزہ نہ کوئی چمن ہے نہ گلشن' البتہ تیرے سینہ میں صدائے حزن و ملال و آہ ہمیشہ کے لئے پوشیدہ ہے کیونکہ تیرے اندر فرزند فاطمہ کا مقدس جسم پنہاں ہے' یہ وہ شخصیت ہے' جس نے اپنی روح کو اپنے خالق و مالک و پروردگار پر نثار و قربان کر دیا۔'' (نور دانش سال دوم شمارہ ۳۔ ص ۹۷)

''جارج جرداق'' مشہور عیسائی مورخ اپنی گرانقدر باوقار تصنیف ''الامام علیؑ صوت العدالہ الانسانیہ'' میں اصحاب حسینؑ کی فضیلت و روحانیت کے بارے میں رقمطراز ہے۔

''علیؑ اور معاویہ کے درمیان فرق یہ ہے کہ یاران معاویہ جاہ و حشمت و طاقت اور عہدہ و منصب پر فریفتہ تھے لیکن اصحاب علیؑ آپ کی فضیلت و کرامت اور آپ کے اخلاق کے گرویدہ تھے اور اسی کا مکمل نمونہ آپ کے فرزندوں کے اصحاب و انصار میں بھی واضح طور پر موجود تھا۔ جس وقت یزید لوگوں کو قتل حسینؑ کی تشویق و ترغیب دے رہا تھا اور خونریزی پر آمادہ و مامور کر رہا تھا تو وہ لوگ کہتے تھے ''کم تھب لنا'' (یعنی تو ہمیں کتنی رقم دے گا تا کہ ہم انہیں قتل کریں) لیکن اصحاب و انصار حسینؑ خدمت حسینؑ میں عرض کرتے تھے ''نموت معک'' (ہم تو زندگی کے آخری سانس تک آپ کے ساتھ رہیں گے) ''اگر ہم ستر بار قتل کئے جائیں تب بھی ہماری آرزو یہی ہوگی کہ آپؑ کے ہمرکاب رہ کر دشمنان دین سے جنگ کریں اور

قتل کئے جائیں۔ یہ ہے روحانیت اور مادیت کے درمیان فرق۔"

"پولس سلامہ" عیسائی مورخ وقانون داں بیروتی کہتا ہے:

"جن راتوں میں بیدار رہا اور تمام راتیں میں نے درد ورنج میں گزاریں اسی زمانہ میں میرے تصورات وتخیلات مجھے گزرے ہوئے لوگوں کے دیار میں کھینچ لے گئے اور ماضی کی تاریخ سے دو بزرگ شہیدوں امام علیؑ اور ان کے بعد امام حسینؑ کو مجھے یاد دلایا' ایک مرتبہ بہت دیر تک میں ان دو بزرگواروں کی محبت میں روتا رہا اور پھر میں نے علیؑ اور حسینؑ کی شان میں اشعار پڑھے۔"

"کلووین رولو" مفسر اخبار لوموند امام حسینؑ کے بارے میں کہتا ہے:

"شیعہ لوگ ہر سال ماہ محرم میں واقعہ کربلا اور مصیبت امام حسینؑ جو شقاوت وبدبختی کی طاقت اور خباثت کے مجسمہ کے مقابلے میں عدالت کی مضبوط بنیاد ہے کی یاد مناتے ہیں اور ستمکاران عصر کو یزید اور دوسرے اشقیاء وظالموں سے تشبیہ دیتے ہیں۔"

تاریخ اسلام کے اس عظیم مجاہد کے بارے میں غیر مسلم دانشمندوں کے اقوال ونگارشات اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ انہیں کسی ایک گزارش میں جمع کیا جا سکے مذکورہ بالا افراد کے نام فقط بطور نمونہ ومثال کے پیش کئے گئے ہیں۔ کوئی دلسوز جستجو کرنے والا اگر چاہے تو ان نمونوں سے کئی گنا زیادہ گنا غیر مسلم اہل قلم حضرات کے آثار کا مطبوعات واخبارات وجرائد میں مطالعہ کرسکتا ہے ان سب کی تحریروں کے نمونوں کی مکمل تحقیق وچھان بین سے جو نتیجہ برآمد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ان میں سے اکثر انقلاب وقیام حسینی کے تمام گوشوں' زاویوں اور اس کی لہروں کو سمجھتے تھے اور یہ دلچسپی ووارفتگی مقام بلند امامت کے دوستداروں کی عزاداریوں کے قیام اور اس کی تعظیم وتکریم کی برکت کا نتیجہ ہے جو ہر سال اپنے پاک ترین جذبات اور

خالص ترین احساسات کو اس انقلاب عظیم کے قدموں پر نثار کرتے ہیں اور بغیر کسی قسم کے محرک اور پشتیبان کے صرف انسانی و پاکیزہ دینی رجحانات کی بنیاد پر ہر سال اس اسلامی تاریخی اور دینی پرشکوہ واقعہ کی یادگار قائم کرتے ہیں اور یہ عملی کوششیں ماضی کے مقابلہ میں زیادہ انسان ساز' زیادہ حرکت آفریں' زیادہ بیدار کن اور زیادہ پرثمر ہو سکتی ہیں۔

شہید راہ حق حضرت ابوعبداللہ الحسین کا پرشہرت وعظمت اور باشکوہ نام مسلمانوں کی زندگی کی تاریخ میں ایک نئے باب کھلنے اور ایک نئے عنوان کی ظہور کا باعث ہوا ہے جس نے کروڑوں دوستوں اور محبت کرنے والوں کے دلوں کو کھینچنے اور جذب کرنے کے علاوہ تمام دنیا والوں کو الٰہی عظمت اور روحانیت کے سامنے مبہوت وحیران بنا دیا ہے۔

اس شہید جاوداں کے علو مرتبت وبلندی مقام کی تعظیم وتجلیل کو لوگوں کے درمیان اس طرح ایک خصوصی مقام ومنزلت حاصل ہے کہ جب تک دنیا باقی رہے گی ہر روز اس کا جلوہ اور اس کی روشنی وچمک دمک زیادہ باعظمت' زیادہ واضح اور زیادہ درخشاں ہوتی جائے گی' وہ تمام جوش وولولے اور شوق وذوق جو عزاداری حسینؑ کے جلسوں میں بطور ہدیہ پیش کئے جاتے ہیں' وہ دنیا بھر میں بے مثل ونظیر ہیں اور اولاد آدم میں سے کسی کے لئے ایسا عمل نہیں ہوا اور نہ آئندہ ہوگا' اسی تحلیل وتجزیہ اور تجلیل وتعظیم نے اس انقلاب کو روئے زمین پر ظلم وستم' جبر وتشدد اور ڈکٹیٹری ومطلق العنانی کے مقابل میں داخل کر دیا ہے اور اور مجاہد اعظم ونامدار کربلا کو مقام عصمت وامامت کے علاوہ مزید ایک خاص شکوہ جلال اور بین الاقوامی مقام وشخصیت حاصل ہے۔

اسلامی علماء وافاضل ومورخین

بغیر کسی قسم کے مبالغہ وافراط کے اور بغیر کسی شائبہ غلو کے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی صاحبان قلم، علماء و افاضل، مورخین ومفکرین نے اپنے جونگارشات، قلمی آثار اور رشحات فکری حضرت ابوعبداللہ الحسینؑ کی بارگاہِ مقدس میں نثار کیے ہیں ان سے مسلمانوں کے کتب خانے پر ہوگئے ہیں اور جہاد وشہادت کے بارے میں بہترین افکار وخیالات کے خزینے مجاہدین ومبارزین کی مشتاق نگاہوں کے سامنے اس حد تک مجسم کردیئے ہیں کہ ایک معاصر مجاہد انشاء داز نے ''گوشہ ای از سرگزشت شہادت امام حسین'' نامی کتاب میں اس بارے میں عربی وفارسی زبان کی متنوع کتابوں کی تین سو چالیس جلدوں کے نام گنائے ہیں جو تاریخ دنیائے اسلام کے اس مرد عظیم کی شخصیت سے متعلق احاطہ تحریر میں آچکی ہیں جن میں سے بعض خود کئی ضخیم جلدوں پر مشتمل ہیں، یہ معمولی سی تلاش بہت ہی ناچیز ومختصر گوشہ کی نشاندہی کرتی ہے، کیونکہ ابھی ماضی قریب کے تھوڑے سے عرصہ میں صرف حوزۂ علمیہ قم کے اہل قلم مضمون نگاروں اور حوزہ سے فارغ التحصیل افاضل سے اس موضوع پر سینکڑوں جلدیں شائع ہوچکی ہیں۔

ایک خاص نکتہ جو بے حد قابل توجہ ولائق اعتنا ہے یہ ہے کہ اسلامی صاحبان قلم اس رہبر کامل اور امام برحق کے مبارزات کو حکومت اسلامی کی تاسیس وایجاد اور قرآنی حکومت کی تشکیل کی آرزوؤں اور خواہشوں کا ملجاء اور اور نقطہ میلان سمجھتے ہیں، اس لحاظ سے اپنی مشروع خواہشات کی تکمیل کے لئے شعار شہادت ومصیبت کو تعظیم وتکثیر کے ساتھ قیام کے

لیے اختیار کیا ہے اور اس یکتائے روزگار سالار قافلہ و سردار لشکر اور تاریخ کربلا کے مجاہد اعظم کے وجود ذی جود کو اپنے افکار کا وسیلہ 'نمونہ' رہبر و رہنما قرار دیا ہے بہر صورت مفکرین اسلامی کی تحریریں اور ان کے آثار اس سے بہت زیادہ ہیں کہ ایک یا چند مقالوں میں ان کا احصاء ہو سکے اور وہ سب جمع کیے جا سکیں' لہٰذا ہم یہاں بعنوان نمونہ چند مفکرین و صاحبان قلم کے اقوال کو بطور سند پیش کرتے ہیں۔

''ڈاکٹر طہٰ حسین'' مصری عالم و فاضل کہتے ہیں:

''امام حسینؑ اپنے پدر بزرگوار حضرت علیؑ کی طرح راہ حق میں سخت گیر تھے اور ایسی جگہ آپ کو نرمی و چشم پوشی بالکل پسند نہیں تھی' راحت و آسودگی سے سرشار زندگی سے آپ دور رہتے تھے' آپؑ بے حد زیرک اور دور اندیش تھے اور ہمیشہ اپنے پیروں کو حکم دیتے رہتے کہ معاویہ اور اس کے ظالم عاملوں' گورنروں کے کاموں پر سختی اور شدت سے تنقید کریں۔'' (علی و فرزندانش ترجمہ محمد علی شیرازی) یہی ڈاکٹر طہٰ حسین اپنی کتاب میں ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

''ابن زیاد یہ سمجھتا تھا کہ وہ حسینؑ کو قتل کر کے شورش کی جڑیں اکھیڑ پھینکے گا اور شیعہ قوم کو مایوس و ناامید کر دے گا اور اس ترتیب سے وہ انہیں اس بات پر آمادہ کر سکے گا کہ وہ لوگ اپنی آرزوؤں سے ہاتھ دھو لیں اور ان باتوں سے جو ہم اس کتاب کے دوسرے حصہ میں پڑھیں گے ابن زیاد نے فتنہ کو اور زیادہ سنگین کر دیا اور اس کی یہ بدعملی کئی دوسری بداعمالیوں کا سبب بن گئی اور بے دریغ خون بہائے گئے اور وہ شکنجے جس میں بچوں اور عورتوں کو فشار دیا گیا یہ سب ابن زیاد جو چاہتا تھا اس کے برخلاف نتیجہ کا باعث ہوئے۔''

(علی و دو فرزند بزرگوارش۔ جلد ۲۔ ص ۲۷، ترجمہ آحمد آرام)

''عباس محمود عقاد' مصری عالم وصاحب تصنیف وتالیف اپنی بیش قیمت کتاب ''ابوالشہداء'' (پدر شہیداں) میں لکھتے ہیں:

''حسینؑ کی تحریک انقلاب اور آپ کا مکہ سے عراق کی طرف سفر کرنا ایسی حرکت نہیں ہے جسے آج کے حوادث اور روزانہ کے معمولی واقعات سے موازنہ کر کے آسانی سے اس کے متعلق کوئی رائے قائم کی جاسکے اور فیصلہ کیا جاسکے اس لئے کہ حسینؑ کی تحریک انقلاب ان تاریخی تحریکوں میں بے نظیر ترین تحریک ہے جو اب تک دینی دعوتوں کے نام سے یا سیاسی انقلابات کے عنوان سے ظاہر ہوئی ہیں۔

یہ انقلابی حرکت مرد سیاسی کی نہضت یا جعل سازوں اور دھوکہ بازوں کی فریب کاریوں کا کرشمہ یا متاع فروش تاجر کی سوداگری یا دنیا کو اپنی طرف یا اپنے کو دنیا کی طرف کھینچنے اور مائل کرنے کی کوئی دستاویز نہیں تھی بلکہ یہ نہضت اس شخص کی طرف سے ایک دستاویز تھی جو خود اپنی روح کو اور سارے جہان اور تمام دنیا والوں کو آئینی مقروض جانتا تھا کیونکہ وہ خود اس مقصد پر ایمان رکھتا تھا اور تمام لوگوں کے اس پر عقیدہ پیدا کرنے اور ایمان لانے کے لازم وضروری ہونے کا معتقد تھا' اگر دنیا اس کے مقصد کو قبول کر لیتی تو وہ بھی دنیا کو قبول کر لیتا ورنہ اس کے سامنے ان دو باتوں میں کوئی تفاوت وفرق نہیں تھا کہ یا تو مر کر اپنے مقدس وعزیز مقصد سے دست بردار ہو جائے اور یا ایسی الٹی اور ناگوار دنیا میں زندہ رہنے پر راضی رہے' لیکن ان کے نزدیک یہ منطق بہت خوش آئند اور بہت پسندیدہ تھی کہ ایسے ذلیل ورسوا ماحول میں زندہ رہنے کے مقابلے میں موت کے ذریعہ اپنے مقصد کو ترک کر دیں۔'' (الامام حسین ص ۱۲۰)

''ابوالنصر عمر'' مشہور سوریائی مئولف ومصنف اپنی گرانقدر ''سیدالشہداءؑ'' نامی تالیف میں حسینی انقلاب عظیم کے بارے میں کہتے ہیں:

''ان تمام اوضاع واحوال کے باوجود گروہ شیعہ پیروان خاندان رسالت ثابت قدم رہے اور ان کے یاور وانصار فعالیت سے دست بردار نہیں ہوئے' شعرا و خطباء شیعہ نے نہایت شجاعت وایمان کے ساتھ قربانیاں دیں اور اعلاکلمہ حق کی منزل میں انتہائی استقامت وپائیداری کا ثبوت دیا تاکہ نام حسینؑ جاوداں رہے۔''

(سیدالشہداءؑ۔ص ۳۱ ترجمہ سید جعفر غضبان)

نسل انسانی کی عظیم شخصیت

''استاد علامہ شیخ عبداللہ علائلی'' عراق کے بزرگ اہل قلم اپنے جاوید وپائیدار اثر یعنی ''الامام الحسینؑ'' نامی کتاب میں لکھتے ہیں:

''ہر ملت کی تاریخ واقعاً اس کے بزرگوں کی تاریخ ہے' پس جو ملت رجال بزرگ نہیں رکھتی وہ تاریخ نہیں رکھتی یا پھر اس ملت کی تاریخ لائق تحریر ونگارش نہیں ہے اور ہم جب حسینؑ جیسی عظیم شخصیت کو رجال تاریخ کے درمیان لاتے ہیں تو نہ صرف یہ کہ دوسرے رجال تاریخ کی طرح ایک بزرگوار کو پیش نظر رکھتے ہیں بلکہ وہ رجال تاریخ کی وہ بزرگ ترین ہستی ہے جس کے سامنے سب کے نام چھوٹے ہوگئے ہیں اور انہوں نے اپنے شخصیت کو ان سب کے مقابلہ میں نمایاں حیثیت سے سربلند کردیا ہے اور یہ بات عجیب ہے

کیونکہ تمام مردان عالم نے جن کو تاریخ نے پہنچانا اور پہچوایا ہے اور اپنی زندگی کو روئے زمین پر اور طبیعی ماحول میں مجددی و بزرگواری کی تحصیل میں صرف کیا ہے لیکن حسین ابن علی آسمان کی بلندی و بزرگی کے طالب تھے اور اسی کے لئے اپنی جان فدا کر دی۔

ہاں وہ مرد عظیم جسؑ کی پیدائش، نبوت محمدی'' مردانگی علی اور فضیلت فاطمہ کی عظمتوں سے ہے۔ وہ عظمت انسان کا نمائندہ اور آیات البینات ہے۔ اس لئے انہیں یاد کرنا اور لوگوں کو جمع کرنا اور اس کے اطراف میں آپ کے حالات و مصائب کا ذکر دنیا کے مردوں میں سے ایک مرد کو فقط یاد کرنا نہیں ہے بلکہ یہ انسانیت کو یاد کرنا ہے جو ابدی ہے۔

آپؑ کی خبریں فقط ایک شخص بزرگ کی خبریں نہیں ہیں بلکہ بے مثل و نظیر بزرگوار ہیں جن کے اندر بزرگی حقیقتاً مجسم ہے اور چاہئے کہ ہمیشہ آپ کو یاد کیا جائے اور آپ کے ذکر سے موعظ و نصیحت حاصل کی جائے' اسی وجہ سے ہمارے لئے سزاوار ہے کہ ہم ہمیشہ آپؑ کے ذکر میں مصروف رہیں۔

جو شخص بھی حسینؑ کے عمل کے انجام کے بارے میں گردش کرتا ہے وہ یہ جان لے کہ دنیا میں بزرگ ترین انجام' بزرگ ترین قربانی اور ایسی بزرگ ترین مثل اور یادگار ہے کہ گویا ید قدرت نے قلم قدرت سے سرخ رنگ کی تحریر میں عمل حسینؑ کے انجام کے صفحہ پر یہ کلمات تحریر کر دیئے ہیں۔

ظلم و ستم کے فشار و دباؤ نے آپ کو بیدار کیا اور غلط گوئی نے آپ کو جوش دلایا، بے کسوں اور مجبوروں کے نالہ جاں سوز' فرزند مردہ افراد کی دلگداز فریاد اور دل جلوں کے آنسوؤں نے آپ کو ابھارا اور برانگیختہ کیا اور مردان بزرگ حق کشی اور غلط گوئی سے برانگیختہ ہوتے اور شورش کرتے ہی ہیں۔

امام شہید نے اپنے قیام کا پروگرام بیان کر دیا اور گویا چاہتے تھے کہ باطل کے اعلان کو مسجل کر دیں اور اس پر مہر لگا دیں۔ بنیاد باطل ہی کے درمیان سے ایک روشندان حق کے واسطے کھول دیں تاکہ اس سے شکایت کی آواز ہمیشہ سنائی دیتی رہے اور آپ نے اپنے اس مقصد کو حاصل کر لیا۔

کیونکہ اس روشندان سے ایک سوزناک آواز بلند ہوئی جس نے بنی امیہ کی ستم کار حکومت کو مضطرب و متزلزل کر دیا اور پھر ان کی سرکش حکومت و سلطنت کا تختہ الٹ دیا اور بد اندیش دشمن کے معاشرہ کو تباہ و برباد کر دیا اور اسے فنا کے گہرے کھڈ میں ڈال دیا۔

حسینؑ نے ان لوگوں کی نصیحت کو جنہوں نے آپ کو شورش برپا کرنے سے منع کیا تھا نہیں سنا، کیونکہ اگر حسینؑ خروج نہ کرتے تو خود ضرور محفوظ رہ جاتے لیکن تمام مسلمان نیست و نابود ہو جاتے اسی لئے کھلم کھلا یزید کی بیعت سے انکار کیا اور اپنے افکار کو اس شہادت مظلومانہ تک قائم رکھا کیونکہ آپ کو اطمینان تھا کہ آپ کے پاک خون کے قطرات میں افزائش ہوگی یہاں تک کہ وہ جوش مارتا ان لوگوں کو نگل جائے گا جنہوں نے آپ کا پاک خون بہانے کی جسارت کی تھی اور انہیں فناء ابدی کے سمندر میں غرق کر دے گا' حسینؑ کے اندر بلند آواز میں اور ایسی آواز میں جو فسق و فجور کے کانوں کو بہرا کر دے اور فضاء عالم میں تا ابد گونجتی رہے یہ کہنے کی طاقت تھی کہ ''میرے جیسا شخص جو حق پرست اور مظہر دین خدا ہے اس شخص کی بیعت ہرگز نہیں کرے گا جو نسل شیطان ہے اور مظہر باطل ہے' منطق حسینؑ میں بیعت کے یہ معنی ہیں۔'' (الامام الحسینؑ علامہ علائلی۔ ص ۱۱۔۲۰)

شجاعت واستقامت کا درس

''علامہ امینی'' مولف کتاب جہانی ''الغدیر'' جس کا نام ''دائرۃ المعارف بزرگ اسلامی'' رکھا جا سکتا ہے اس بارے میں فرماتے ہیں:

''جو شخص ظلم وجور وجبر وقہر کے جوتے تلے زندگی گزارنے پر قانع ہو اور وہ اس زندگی کو ایک قسم کی راحت جانتا ہو وہ ایک ذلیل وپست نفس انسان ہے' ایسے آدمی کو ضعف فکر اور پست ہمتی نے اس امر پر آمادہ کیا ہے کہ وہ استعمار اور دوسروں کی غلامی کے سایہ میں زندہ رہنے کو آرام وآسائش خیال کرے کیونکہ نہ تو وہ روح بزرگ رکھتا ہے جو اسے ذلت آمیز زندگی سے بلند سطح پر زندگی بسر کرنے پر آمادہ کرے اور نہ اس کے اندر فکر سلیم ہوتی ہے جس کے ذریعہ وہ پستیوں کے مقام کو پیش نظر رکھے اور نہ تعلیمات اسلامی سے پوری طرح آشنا ہے تاکہ شجاعت ودلیری وسرکشی کا درس حاصل کرے اور نہ اس نے مردان تاریخ کے جوہر کو پہچانا ہے تاکہ ان لوگوں کی روحانیت کی کمیت وکیفیت کا اندازہ کر سکیں' اس قسم کے کسی شخص نے نہ تو یزید طاغی کو پہچانا ہے تاکہ وہ جان سکے کہ ایک حکومت اسلامی کے مقام بلند پر یزید جیسے شخص کی کوئی جگہ نہیں ہے اور نہ ایسے شخص نے شرف ودلیری اور باطل کے مقابلہ میں سرکشی والے حسینؑ مجد وامامت وپیشوائی والے حسینؑ دین وعقیدت والے حسینؑ فضیلت وعظمت والے حسینؑ اور حق وحقیقت والے حسینؑ کو پہچانا ہے تاکہ یہ اعتراف کر سکے جو شخصیت ایسے حسینؑ کی روحانیت کی مالک ہو اس کے لئے ممکن ہی نہیں ہے کہ ہوا پرستی ومستی والے یزید' فسق وفجور وگنہگاری والے یزید' شہوت رانی وشکم پروری والے

یزید کفر والحاد و بے دینی والے یزید کے سامنے اپنے مقدس سر کو جھکائے۔

پیغمبر کے نور نظر نے قیام نہیں کیا تھا مگر ایک امر واجب دینی کی ادائیگی کے لئے کیونکہ جو شخص بھی دین رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ ہر مسلمان کا پہلا فریضہ دین کی طرف سے دفاع کرنا ہے اس شخص کے مقابلہ جنگ و پیکار و مبارزہ و جہاد کے ذریعہ سے جو ناموس اسلام کے ساتھ بازی کرنا چاہتا ہو اور دین کی سرزمین میں فساد پیدا کرتا ہو' اسلام کی تعلیمات کو بدل دیا ہو اور اس کے احکام کو معطل کر دیا ہو' ان تمام امور کا روشن ترین مصداق یزید فاسق ستم کار و شراب نوش تھا۔ امام حسین علیہ السلام کی نہضت مقدسہ نے بھی ایسا نادر و عجیب اثر چھوڑا اور اموی حکومت کو مروان حمار کے زمانہ کے پہنچتے پہنچتے ہی جہنم میں ڈال دیا اور امت اسلام کو اپنے گرانبہا درس سکھائے۔

پس فرزند رسول خدا کی تاریخ سے ہم جو کچھ استفادہ کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہر باطل کے مقابلہ میں اور ہر حق کی حمایت کے لئے نیز پیکر دین کی بقاء اور تعلیمات دین کی نشر و اشاعت اور دین کی اخلاقی اسباق و درس کو پھیلانے کے لئے نہضت واجب ہے۔

ہاں! تاریخ پر مجد و عظمت عاشورہ ہمیں سکھاتی ہے کہ بندگی و غلامی و استعمار کی قید و بند میں شکست خوردہ اور سسکتی ہوئی زندگیوں کی مقابلہ میں ہم موت کو اختیار کر لیں اور موت کے چشمہ کی طرف تیزی سے قدم بڑھائیں تا کہ عوام کو ستم اور ستمگروں کے چنگل اور ان تمام فسق و فجور و گناہ سے رہائی دلائیں' یہ تاریخ ہم کو ابھارتی اور آمادہ کرتی ہے کہ ہم جانبازی و فداکاری کے آفتاب کی طرح روشن راہ کو اختیار کریں اور ان مقامات میں جہاں پستیوں کی ڈھلان ہو ہم روحانی انکار و سرکشی کے مبارک فرمان کے سامنے سر جھکا دیں۔ (الغدیر۔ جلد سوم۔ ص ۲۵۹)

آزادمردوں کے پیشرو

آخر میں ہم ایک دانشمند باقر شریف قرشی حوزہ علمیہ نجف اشرف کے اسلامی محقق وصاحب تصنیف وتألیف کا قول پیش کرتے ہیں جنھوں نے اپنی ''حیات الحسینؑ'' نامی کتاب کے ۱۵۰۰ صفحات میں اپنی جاودانہ نشانی جامعہ اسلامی کو تقدیم کی ہے' وہ اپنی وزنی وقیمتی کتاب کے پیش الفاظ میں اس طرح کہتے ہیں:

''ہم روز عاشورہ دیکھتے ہیں کہ (گویا) امام حسینؑ اپنے اہل بیت کے فداکاروں کو آمادہ کارزار کررہے ہیں اس امید واطمینان ویقین کے ساتھ کہ اسلام کفر والحاد کے خلاف اپنے مبارزات میں بغیر قربانی وشہادت ومبارزہ جہاد کے فتح وپیروزی وکامیابی حاصل نہ کرسکے گا' (تو بے ساختہ زبان سے یہ کلمات ادا ہوتے ہیں) اے ملت اسلام کے عظیم نجات دہندہ آپ نے اپنے خون کے ذریعہ اپنے زمانہ کی بڑی مشکلات کا معالجہ کرلیا اور اموی خودسر متکبر حکمرانوں کو ہلاکت وتباہی (کے گڑھے میں) پہنچادیا وہ بے کفایت جوامت اسلامی کی قدر وقیمت' عزت وحرمت اور اعتبارات کی تجارت وسوداگری کررہے تھے اور لوگوں کو جہالت ونادانی کی سراب کی طرف اور پچھلے پاؤں ہنکارہے تھے' یہ آپ کی ذات تھی جس نے اپنے ملکوتی وآسمانی لہجہ وآواز میں صدائے اسلام کو دعوت جدید اور نئے فکر وتصور اور نئی منطق کے ساتھ دنیا والوں کو سنایا اور مسلمانوں کے چہروں سے ذلت ورسوائی کے دھبہ کو چاک وصاف کردیا' آپ نے ان کو عظمت وبزرگی وکرامت اور اپنی اصالت ونجابت وشرافت کی طرف بازگشت کی جانب آگے بڑھایا۔'' (حیات الحسینؑ ج۱)

قیام وانقلاب حسینی کے موضوع پر علماء وافاضل اوردانشمندوں کے مضامین 'مقالات' اقوال ومطبوعات اس قدر وسیع اوراس طرح پھیلے ہوئے ہیں کہ صرف ان آثارونتائج اوران تبدیلیوں کی طرف توجہ جواس انقلاب عظیم نے مسلمانوں کے افکاروخیالات اوران کی رفتار میں پیدا کی ہیں ہم کو بہت سے نمونوں کے ذکر سے بے نیاز کردیتا ہے' خودانقلاب عظیم ایران اپنی کتاب کھول کراس حرکت اسلامی حسینؑ کی حکایت کرسکتا ہے جس کا آغاز چودہ صدی قبل کربلا میں ہوا تھااور یہ بیج حسینی بہادرمجاہدین کے ہاتھوں زمین اورلوگوں کے دلوں میں بکھیردیئے گئے تھے' کیا ہی اچھا ہو کہ ہم سب کے سب کتاب طبیعت اجتماع کے اندراپنے مطالعہ اوراپنی تلاش وجستجو تحقیق کا سلسلہ ہمیشہ قائم رکھیں اورحسینی انقلابی قوۃ روحیہ کواپنے انقلاب کے ثمرآورہونے میں استعمال کریں کیونکہ مجاہدین اورکوشش کرنے والے ہمیشہ کامیاب وفتحمند ہیں۔

عاشورۂ حسینیؑ

دسویں محرم ۶۱ ہجری کی صبح سپیدۂ سحر نمودار ہوتے ہی افق پر خون کا ایک چھوٹا سا دریا دکھائی دے رہا تھا' دو فوجوں نے ایک دوسرے کے مقابلہ میں پوزیشنیں سنبھالی ہیں۔ ایک سپاہ "حق" ہے اور دوسری سپاہ "باطل"۔ دونوں ایک دوسرے کے آمنے سامنے کھڑی ہیں اور ان دو طاقتوں کا آمنے سامنے قیام آج بھی جاری و قائم ہے۔ پس اب بھی تاریخ کربلا سبق آور اور عبرت انگیز ہے اور یہ انسانوں کی اصل زندگی میں ہے نہ کہ اس کے کنارے اور حاشیہ پر' فرش اجتماعی پر ہے' امام حسینؑ کی تاریخ زندگی جو تاریخ بشری کی سب سے زیادہ ہنگامہ خیز و شورش انگیز شجاعت و انقلاب کی شکل میں داخل ہو چکی ہے اس کی اہمیت نہ صرف اس لحاظ سے ہے کہ ہر سال کروڑوں دوست اور عقیدت رکھنے والے انسانوں کے احساسات کی طاقتور ترین موجوں کو اپنے اطراف میں برانگیختہ کر دیتی ہے اور دوسرے تمام مراسم کے مقابلہ میں پرجوش و پرشور مراسم کو وجود میں لاتی ہے بلکہ زیادہ تر اس کی اہمیت اس نظریہ سے ہے کہ اس کے لئے کسی قسم کا کوئی عامل و محرک سوائے لوگوں کے پاک دینی انسانی اور روحانی جذبات و احساسات کے اور کچھ نہیں ہوتا اور یہ عظیم الشان و پرشکوہ مظاہرے جو اس تاریخی حادثہ کی یادگار منانے کے سلسلے میں انجام پاتے ہیں کسی قسم کی تبلیغ' تمہید' پہلے سے کوئی اسکیم بنانے اور دیگر تکلفات و تشریفات کے محتاج نہیں ہیں اور اس لحاظ سے واقعہ کربلا تاریخ میں اپنی نوعیت کا واحد و بے نظیر واقعہ ہے۔

فلسفہ عزاداری

ایک نکتہ جو عزاداری حسینؑ کے سلسلہ میں اکثر غیر مسلم مفکرین کے سامنے صحیح طور پر روشن نہیں ہوا ہے اور اسی طرح ایک معمہ کی شکل میں باقی رہ گیا ہے وہ یہ ہے۔

اس حادثہ تاریخی کو اس قدر اہمیت کیوں دی جاتی ہے اور کیوں اس کی یادگار کے مراسم ہر سال گزشتہ برسوں کی بہ نسبت زیادہ پر ہیجان، زیادہ پر شکوہ طور پر عمل میں آتے ہیں، کیا یہ خود ایک قسم کی رجعت قہقری نہیں ہے؟

اس سوال کا جواب اس انقلاب عظیم کے اصلی اسباب کی تہوں میں تلاش کرنا چاہئے اور اس کے فلسفہ کی گہرائی کا بغور مطالعہ کرنا چاہئے۔

کربلا کا خونین حادثہ دو سیاسی رقیبوں کی مسند حکومت حاصل کرنے یا ایک دوسرے کی زمینوں، جائیدادوں اور املاک پر قبضہ کرنے کی غرض سے جنگ کا گراف یا خاکہ نہیں ہے، اسی طرح قبائلی امتیاز کے لئے دو متخاصم قبیلوں کے کینوں کے انفجار کا نتیجہ بھی نہیں ہے بلکہ یہ حادثہ دو متضاد فکری و اعتقادی مکاتب و نظریات کا مبارزہ ہے جس کی آتش فروزاں ماضی بعید سے لے کر اب تک تاریخ میں بجھی نہیں ہے اور نہ بجھے گی۔ یہ مبارزہ دراصل تمام انبیاء و مرسلینؑ اور دنیا کے تمام مردان اصلاح طلب اور بشریت کے خیر خواہ متفکرین کے مبارزات و مجاہدات کے سلسلہ کی آخری کڑی ہے۔

اگر پیغمبر بزرگوار اسلام نے رہبر انقلاب فکری و اجتماعی کے عنوان سے جہالت و ظلم و بے انصافی، بت پرستی و خرافات اور دوسری تمام آلودگیوں اور خرابیوں کے چنگل سے بشریت

کونجات دلانے اور رہائی بخشنے کی غرض سے ایک زمانہ تک قیام فرمایا اور مظلوم پروانوں کو اپنے شمع وجود کے گرد جمع کرلیا تو آنحضرت کی انسانی جدوجہد اور کوششوں کے مقابلہ میں اموی جرگہ نے سر اٹھایا تھا اور ان کا طاغوتی سرپرست ''ابوسفیان'' تھا۔

یہ درست ہے کہ اسلام کی خیرہ کردینے والی عظمت کے مقابلہ میں اموی جرگہ نے گھٹنے ٹیک دیئے تھے اور ان کی فعالیتوں اور سازشوں کی عمارت بالکلیہ زمیں بوس ہوکر بکھر گئی لیکن ان کی یہ شکست وریخت ان کے نیست ونابود ہونے اور بیخ وبن سے اکھڑ جانے کا باعث نہ بن سکی بلکہ ان کی زندگی میں ایک رجعتی نقطہ موجود تھا جو انہیں اس امر کا موقع دے رہا تھا کہ اپنی علانیہ وآشکارا طور پر اسلام کے خلاف کوششوں اور فعالیتوں کو پس پردہ اور زیرزمینی خفیہ فعالیتوں اور سازشوں کی طرف منتقل کردیں جیسا کہ ہر شکست خوردہ دشمن کا طریقہ ہوتا ہے اور ایک مناسب موقع کے منتظر رہیں۔

پیغمبر گرامی قدر اسلام کی رحلت کے بعد بنی امیہ نے ایک ارتجاعی جنبش ایجاد کرنے اور لوگوں کو دور قبل از اسلام کی طرف واپس کرنے کی کوشش کی اور پیغمبر اسلامؐ کے عہد معدلت کے بعد جتنا وقت گزرتا جاتا تھا اتنی ہی ان کی یہ کوشش وجدوجہد روز بروز زیادہ کامیابی اور زیادہ مقبولیت حاصل کرتی جارہی تھی' اموی ٹولے نے جس قدر ممکن ہوا زمانہ جاہلیت کی رسموں' سنتوں اور خرافات سے اپنے حصول مقصد کے لئے زمین ہموار کی' منجملہ ان کے یہ ہے کہ ان لوگوں نے مسئلہ نسل پرستی کو جس کے اوپر اسلام نے سرخ لکیر کھینچ دی تھی' نئے سرے سے بعض حکمرانوں کے ذریعہ کسی حد تک زندہ کیا اور عرب نژادوں کو ان کے غیروں (موالی) پر برتری اور ترجیح دینے کی کوشش کی۔

دوسرے یہ کہ مختلف اقسام کی ترجیحات کو جو روح اسلام سے معمولی اور ذرہ بھر بھی مناسبت نہیں رکھتی تھیں مسلمانوں کے دمیان رائج و آشکار کیا' بیت المال کا مال جو زمانہ پیغمبرؐ میں مسلمانوں کے درمیان بطور مساوی تقسیم ہوا کرتا تھا اسے اپنی مرضی کے مطابق تقسیم کرنا شروع کیا اور طبقات امتیازات اختراع کئے' ملازمتیں اور عہدے جو دور پیغمبر اکرم میں لیاقت، صلاحیت کار' علمی قابلیت' اخلاقی وروحانی اقدار کی بنیاد پر افراد کے سپرد کئے جاتے تھے اسے خویشوں اور ہم قوموں' قرابت داروں اور خاندان والوں کے لئے مخصوص ومحدود کر دیا۔ اپنے ہم قوموں اور وابستہ افراد ہی میں سے بعض کو خلافت کے لئے مشخص کیا اور انہیں خلفاء کی فہرست میں داخل کیا' انہیں اوضاع واحوال کے دوران پسر ابوسفیان کو حکومت اسلام کے معاملات میں دخل دینے کا موقع مل گیا اور بالآخر اسلام کے بے حد حساس وزرخیز علاقوں میں ایک علاقہ کی حکمرانی کے عہدہ تک پہنچ گیا اور اس علاقہ میں احزاب جاہلیت کے باقی ماندہ افراد کے تعاون سے حکومت اسلامی پر قبضہ کرنے اور دور جاہلیت کی تمام لغو رسموں کو زندہ کرنے کے لئے زمین ہموار کی' یہ ضد اسلامی موج اتنی شدید تھی جس نے علی جیسے پاک مرد کو آپ کے پورے دوران خلافت میں مشغول رکھا اور آخر میں اپنی مقدس زندگی کو اسی راہ میں نثار وقربان کر دیا۔

اس ضد اسلامی حرکت کی علامت اتنی واضح وروشن تھی کہ اس کی رہبری کرنے والے بھی اسے مخفی و پوشیدہ نہیں رکھ سکتے تھے' ابوسفیان خلافت کے بنی امیہ و بنی مروان کی طرف منتقل ہونے والے دن انتہائی بے شرمی و بے حیائی کے ساتھ کہہ رہا تھا:

''ہاں! اے بنی امیہ! کوشش کرو اور حکومت کی گیند میدان سے اچک لو اور ایک دوسرے کی طرف اچھالتے رہو' مجھے اس کی قسم جس کی قسم میں کھایا کرتا ہوں کہ بہشت

ودوزخ کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔"

معاویہ عراق پر تسلط حاصل کرنے کے موقع پر اپنے خطبہ میں کہتا ہے:

"میں اس لئے نہیں آیا ہوں کہ تم نماز پڑھو روزہ رکھو (بلکہ) میں اس لئے آیا ہوں کہ تم پر حکومت کروں جو شخص بھی میری مخالفت کرے گا میں اسے نابود کردوں گا۔"

یزید پسر معاویہ جس وقت کربلا میں جام شہادت نوش کرنے والے حریت پسند مجاہدین کے سروں کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے:

"اے کاش! میرے وہ اجداد جو میدان بدر میں مارے گئے اس جگہ موجود ہوتے اور دیکھتے کہ میں نے بنی ہاشم سے کتنا زبردست انتقام لیا۔"

یہ تمام زندہ شواہد اس جنبش ارتجاعی وضد اسلامی کی حقیقت وماہیت پر بولتی ہوئی دلیل ہیں کہ اگلا جو کچھ کرجاتا اس کے جانے کے بعد جو اس کی جگہ پر آتا وہ ان حرکات کو زیادہ بے پردہ زیادہ تیز کاٹ والا اور زیادہ روشن کرتا جاتا تھا۔

امام حسینؑ اس عظیم خطرہ کو جو اسلام عزیز کو دھمکیاں دے رہا تھا شدت سے محسوس کررہے تھے اور آپ کے لئے یہ ممکن نہیں تھا کہ اسلامی معیاروں کو ختم ہوتے اور اصول فضیلت وتقویٰ وشرف انسانی کو تباہ ہوتے ہوئے دیکھیں اور اس کے شاہد بنیں۔

کیا علیؑ کی تربیت گاہ میں اور آغوش پاک فاطمہ اطہرؑ میں پرورش پانے والی شخصیت خاموش رہ سکتی تھی؟ اور کیا وہ اس مرگبار خاموشی کو جو اجتماع اسلامی پر اس وقت سایہ فگن تھی گوارہ کرسکتی تھی؟ کیا اس شخصیت کے لئے یہ ممکن نہیں تھا اس سکوت مرگبار کو جو اس وقت کے انسانوں پر سایہ گستر تھا اور فوق العادہ قربانی اور پرخلوص جانبازی کے ذریعہ درہم وبرہم کردے اور اسلام کے خلاف نہضت جاہلی کے خط وخال کو واضح وآشکارا کردے اور اپنے

پاک وطاہر خون سے تاریخ اسلام کی پیشانی پر چند درخشاں سطریں تحریر کردے جو آئندہ کے لئے جوش شجاعت ودلیری کا پرشور و جاودانہ کارنامہ اور ہمیشہ قائم وباقی رہنے والا درس بن جائیں۔

ہاں! امام حسین نے اس کام کو انجام دیا اور اپنی تاریخی والٰہی عظیم پیغامبری کو خدا و قرآن اور اسلام کے لئے انجام دیا اور تاریخ اسلام کی شاہراہ کو بدل دیا اور اموی خاندان کی ضد اسلامی سازشوں کے تار و پود بکھیر دے اور ان کی اور ان کے ہم خیال افراد کی کوششوں کو مہمل و ناکارہ کر دیا۔

ابدی چہرہ اور جاودانی علامت

اسی آئیڈیا اسی مقصد کی بنیاد پر اور اسی طرز فکر کی اصل پر ہم کہتے ہیں کہ امام حسینؑ کو ہرگز ہرگز بھلایا نہیں جاسکتا' کیونکہ آپ کسی ایک صدی اور کسی ایک وقت سے مخصوص ومتعلق نہیں تھے، بذات خود آپؑ کا مقصد' آپؑ کی بلند آرزوئیں مرتبط ومتصل وجاودانی ہیں ۔ جب تک دنیا ہے ۔ یہ فکری تصادف اور اعتقادی تضاد موجود رہے گا' امام حسینؑ اور آپ کے یاور وانصار مجسم رہیں گے اور ان مبارزات کے بلند وروشن نمونے اور زبان تاریخ سے بیان کرنے والے رہیں گے' آپ نے حق وعدالت وآزادی کو زندہ کرنے کی راہ میں اور خدا واسلام کی راہ میں اور نسانوں کی نجات اور اسلام کی بلند قدر وقیمت کو منوانے کی راہ میں شربت شہادت نوش فرمایا اور چونکہ یہ مطالب ومفاہیم فراموش ہونے' پرانے اور فرسودہ ہونے کے قابل نہیں ہیں اس بناء پر امام حسینؑ اور آپ کے یاور وانصار ہمیشہ زندہ سرسبز وشاداب رہیں گے۔

آپ نے پاکی وپاکیزگی' پاک زندگی' درست عمل کرنے کی راہ میں فیض شہادت حاصل کیا۔

پس ہم کو بھی جو آپ کی راہ کے خواہاں ہیں چاہیے کہ پاک رہیں' پاک ودرست سوچیں اور صحیح عمل کریں یہ ہے راہ حسینؑ اور یہ ہے مقصد وہدف وآرزوئے کامل حسینؑ اور یہ ہے فلسفہ شہادت اور خونین انقلاب اور عاشورۂ حسینیؑ

﴿اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ بَيْتِ النُّبُوَّةِ وَمَوْضِعِ الرِّسَالَةِ وَمُخْتَلَفَ الْمَلَائِكَةِ وَمَهْبِطَ الْوَحْيِ وَمَعْدِنَ الرَّحْمَةِ﴾

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ (اے ائمہ معصومینؑ):

آپؑ ہی وہ پیشوایان (برحق) ہیں جو ہدایت کرنے والے بھی ہیں

ہدایت یافتہ بھی۔

معصوم بھی ہیں معزز بھی۔

مقرب بارگاہ بھی ہیں متقی بھی۔

صادق بھی ہیں اللہ کے برگزیدہ بھی۔

اور اس کی بارگاہ میں عزت وکرامت سے سرفراز ہونے والے بھی۔

اُس نے اپنی قدرت سے آپؑ کا انتخاب کیا۔

اپنی ہدایت کے ذریعہ آپؑ کو کرامت عطا فرمائی۔

اپنی دلیل و برہان کے ذریعہ آپؑ کو خصوصیت بخشی۔

اپنی زمین میں آپؑ کو اپنا نمائندہ بنایا۔

(زیارت جامعہ)

زینب کبریٰ ؑ

کربلا کی شیر دل اور نینوا کی شجاع و دلیر بانوئے محترم

زینب کبریٰؑ

کربلا کی شیر دل اور نینوا کی شجاع و دلیر بانوئے محترم

زبانِ زینبؑ شمشیر اسلام

عظیم الشان وشکوہ مندار بعین حسینی شہیدان راہ فضیلت وانسانیت وشرف وتقویٰ کی تجلیل وتعظیم کا دن ہے' ان آزاد مردوں کی تجلیل جو اپنی نقلابی تحریک کی وجہ سے فکری مرکز اور شرف وایمان وآزادی وفضیلت کی حفاظت کے لئے دفاع کا محاذ بن گئے ہیں اور اہل بیت عصمت وطہارت اور خانوادۂ فضیلت وتقویٰ کے ان مجاہدین کے خط مستقیم کی پیروی کا اعلان دنیا والوں کے سامنے کرتے رہے ہیں۔

تاریخ اربعین کی تحقیق وجستجو اور حقانیت حسینی کی اس زندہ سند موشگافی میں ہمیں چاہئے کہ کافی جستجو وکاوش کوشش وجد وجہد کریں اور زحمتیں برداشت کریں اور اہل بیتؑ کے گرانقدر مبارزات اور خواتین اہل حرم کی استقامت وپائیداری کی طرف واضح وروشن اشارے کرتے رہیں اور ان آگاہ اور داد وفریاد کرنے والے یادگار اربعین منانے والوں کے جذبات واحساسات کی تصویر کشی ناتواں قلم کے ذریعہ کریں۔ عورت نے ایک نہ تھکنے والی اور جھکاؤ قبول نہ کرنے والی مجاہدہ کی حیثیت سے اپنی وجودی درخشندگی اور اصلاح کن مثبت نقش کربلا کے خونین انقلاب میں دنیا والوں کے سامنے بطریق احسن نشاندہی کی ہے اور اس مسئلہ

کو روشنی میں پایہ ثبوت کو پہنچایا ہے کہ امام حسینؑ اور آپ کے مخلص وباوفا رفقاء وانصار حادثہ کربلا کے موجد وخالق ہیں تو خواتین کربلا نے قید وبند کی زحمتیں برداشت کر کے اس حادثہ کو باتیجہ وباثمر کیا اور انہوں نے کربلا کے فصول اور اوراق کی اپنی تشہیر اور گردش کے دوران لوگوں کے سامنے تفسیر وتشریح کی۔

خاندان اہل بیتؑ کے افراد جہاں جہاں بھی گئے کمال سنجیدگی وبزرگی کے ساتھ اپنے مقصد میں کامیابی اور دشمن کی فضیحت ورسوائی کے متعلق سخن رانی کرتے رہے۔

داستان کربلا میں مبارز وجانباز مردوں اور عورتوں کا باہمی ارتباط اور ان کی ہم فکری بہت ہی روشن وواضح ہے اور مردوں کو عدل وانصاف وشرف وتقویٰ کا پیغام دیا ہے اور اپنے دلیرانہ عملیات کے ذریعہ ظلم وستمگری' ذاتی جلب منفعت اور طاغوتی ستمگروں کی فرماں روائی کے خلاف جہاد وشہادت کا ایسا پیغام دیا ہے کہ دنیا میں جس کی نظیر نہیں ملتی۔ ان سب کے درمیان خاتون شجاع ورزمندہ دختر جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ خواہر بافضیلت حضرت سید الشہداء امام حسینؑ کا نقش عمل دوسرے تمام لوگوں کے نقش عمل سے بہت زیادہ واضح وروشن اور بہت زیادہ درخشاں ہے' وہ درخشاں ترین چہرہ مکتب علوم الٰہی کی اس تربیت یافتہ خاتون کا ہے جس نے اموی سازشوں کے خلاف عملیات کی ذمہ داری اپنے اوپر لی اور اپنی منطق اور اپنے اسلامی نظریات کے اظہار واشاعت سے ظلم وستمگری کو محکوم ومغلوب اور رسوائے تاریخ کر دیا اور یہ اسی شخصیت کے اظہارات وروشنگری کا عمل تھا جس کے ذریعہ اس نے رائے عامہ کو انقلاب حسینی کے موافق بنالیا۔

''ڈاکٹر عائشہ بنت الشاطی'' مصر کی ایک نامور اہل قلم عورت نے اس بارے میں ایک کتاب بنام (زینب بطلہ کربلا۔ زینب کربلا کی بہادر ترین خاتون) لکھی ہے جس میں

جناب زینب کبریٰ کے قابل تاسی مبارزات کی تجلیل وتقدیس کا اظہار کرتے ہوئے ایک جگہ رقمطراز ہیں۔

''لکھنے والے کے خیال میں واقعہ شہادت حسینؑ کے بعد سب سے بڑی اور سب سے مشکل تکلیف وذمہ داری جناب زینب کے اوپر عائد ہوئی اور وہ بڑی خوبی کے ساتھ اپنی اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوئیں جس کا انجام حکومت آل ابوسفیان وبنی امیہ کا خاتمہ تھا۔ ان کے اندراتنی قوت وطاقت تھی کہ ذریعت پیغمبر کے پاک وطاہر خون کو بے فائدہ وبے مقصد ہونے سے محفوظ رکھیں۔ (بطلہ کربلا۔ ص ۷)

مورخ نامور مرحوم استاد ڈاکٹر آیتی اپنی کتاب ''بررسی تاریخ عاشورہ'' میں اسیران کربلا کے اثرات کے سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

''اموی فاشٹ حکومت کے ذمہ داروں کی سب سے بڑی خطا اور سیاسی غلطی یہ تھی کہ اہل بیت رسالت کی اسیری کا پروگرام تشکیل دیا' (جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ) ان اسیروں نے اپنی اس طویل مظلومانہ مسافرت کے دوران اموی فاسد حکومت کے پیکر پر کاری ضربتیں لگائیں اور اس حکومت کی تباہی اور اس تختہ الٹنے کے اسباب فراہم کردیئے' اگر ابن سعد وابن زیاد جو حادثہ فاجعہ کربلا کے بعد خاندان رسالت کے بارے میں اظہار ادب واحترام کرتے خود ان کے لیے بھی بہتر تھی اور انہیں بجائے اسیر کرنے کے ان مصیبتوں پر جو خود انہیں کی لائی ہوئی تھیں تسکین وتسلی دیتے اور دفن شہداءؑ میں مانع نہ ہوتے تو حادثہ فاجعہ کربلا اس صورت سے دنیا میں منعکس نہ ہوتا اور دشمنان امامؑ اس قدر رسوا وبے آبرو نہ ہوتے' اسیران کربلا نے جو رسالت کے تربیتی مرکز کے تربیت یافتہ تھے ان تمام سختیوں' زحمتوں اور مصیبتوں کے باوجود اپنی انقلابی روحیہ کو محفوظ رکھا اور ہر اس موقع سے جو انہیں حاصل ہوا استفادہ کیا اور جس مجمع

میں پہنچے سختر انی کی اور ایمان واخلاص سے سرشار دل کے ساتھ اسلامی مقاصد کو آگے بڑھانے میں کوشاں رہے یہاں تک کہ انقلاب حسینی کی فتح وظفر کی منزلوں کو پالیا۔''

(بررسی تاریخ عاشورا۔ص/ ۸۷)

ہاں! دشمن تو چاہتا تھا کہ فضیلت وتقویٰ ور سالت وصداقت کی آواز کو اس کے آغاز نشو نما ہی میں ایک دم سے دبائے اور فضیلت کی نشر واشاعت میں رکاوٹ ڈالے لیکن ان تمام تدبیروں' فکروں' اندیشوں اور رعایت احتیاط کے باوجود ہی اپنی ذلت ورسوائی کے مقدمات واسباب فراہم کردیئے خاندان رسالت نے کوچوں میں' بازاروں میں' میدانوں میں' شہروں میں' شہروں کے دروازوں قصبات ودیہات میں غرض جہاں بھی قدم رکھا وہاں حادثہ کربلا کے بارے میں تقریریں کیں' المناک واقعات شہادت بیان کئے اور ستمگروں کے مظالم وشدائد کے تذکرہ کئے اور بنی امیہ کو ذلیل ورسوا کیا اور اپنے اس عمل سے کربلا اور عاشورہ کی صحیح تاریخ کو لوگوں کے سینوں میں مو بہ مو ودیعت اور ثبت کردیا اور ظالم وجابر حکمرانوں کی جرموں اور جنایتکاریوں کی ایسی زندہ ومتحرک سند لوگوں کے اختیار میں دے دی کہ پھر خلافت کا جبار عملہ اپنی بداعمالیوں کو فراموش نہ کرسکا یا اپنے کو تغافل یا خواب خرگوشی میں نہ ڈال سکا' پھر وہ ظالم وخونخوار خیموں کے جلانے اور شیر خوار اطفال کے قتل کرنے کو جوان کے بدترین وبزرگ ترین وحشیانہ جرائم تھے صفحہ تاریخ سے مٹا نہ سکے۔

سب سے پہلے وہ تبلیغ جو مقصد انقلاب حسینی سے لوگوں کو آگاہ وآشنا کرنے کے سلسلے میں جناب زینب کبریٰ جانب سے صورت پذیر ہوئی' وہ دختر امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ وخواہر فداکار حضرت سید الشہداءؑ کی وہ پرشور اور دلوں پر اثر کرنے والی تقریر تھی جو انقلاب حسینی کے مقاصد اور پروگراموں کی تشریح کے سلسلے میں تھی' آپ نے اپنے پرشور وپرخروش اور غم

انگیز بیانات کے ذریعہ اوضاع وحوادث کربلا کی تصویر کشی کی اور ڈکٹیٹر حاکم کے جرائم اور خیانتوں اور مکاریوں اور دسیسہ کاریوں کو طشت از بام کیا اور اپنے برادر بزرگوار حسینؑ کے مقاصد اور آپ کے قاتل دشمنوں کے مظالم کو مجسم کیا' ایک شخص بشیر پسر خذیم نامی نے اس بانوئے بزرگ اور محترم بی بی کے بیانات کو سننے کے بعد اس طرح اظہار خیال کیا۔

''میں نے کسی عورت کو زینب سے زیادہ سخنور نہیں دیکھا' وہ اس طرح تقریر کر رہی تھیں کہ گویا علی ابن ابی طالب' کے دہن سے کلمات آبشار نکل رہے ہیں' لوگوں کی سانسیں سینوں میں رکی ہوئی تھیں' اونٹوں کی گھنٹیوں کی آواز تک خاموش تھی۔'' یہ راوی جناب زینب کبریٰ کے بیانات سننے کے بعد بے اختیار ہو کر رویا اور آواز دی۔ ''میرے ماں باپ تم خاندان رسالت پر قربان ہو جائیں تمہارے بوڑھے بہترین بوڑھے ہیں اور تمہارے جوان بہترین جوان ہیں' تمہاری عورتیں بہترین زنان عالم ہیں اور تمہاری نسل بہترین نسل ہے جو ہرگز خوار وذلیل نہیں ہو سکتی۔''

توابین یا توبہ کرنے والے گروہ کا قیام

جناب زینبؑ اور گروہ اسیران کربلا کی اپنی لمبی مسافت میں تمام راستے بنی امیہ کی سازشوں اور دسیسہ کاریوں' سختیوں اور وحشیانہ مظالم کا اظہار و بیان وافشاگری نے بڑی تیزی سے اور بہت جلد اپنا گہرا اثر لوگوں کے دلوں پر ڈالا اور ایک نئی قائم ہونے والی نہضت کی تخم ریزی دلوں میں کر دی اور لوگوں کو مقصد مقدس حسینیؑ سے قریب تر لائی یہاں تک کہ شہر کوفہ میں نہضت توابین کی بنیاد پڑ گئی۔

کوفہ کے نادم اور غفلت زدہ لوگ فکر میں ڈوب گئے اور قضیہ کی گہرائی تک پہنچ گئے اور آہستہ آہستہ آپس میں ایک دوسرے کو نشانہ تنقید و توبیخ وہدف ملامت وشماتت بنانا شروع کیا' اس حادثہ فاجعہ میں شرکت کرنے والوں میں سے ایک شخص نے ایک روز ندامت وخجالت کے ساتھ اپنے خاندان والوں کے مجمع میں اپنی بیٹی سے کہا: 'تیرا باپ گناہ عظیم سے اپنے پروردگار کی طرف پناہ چاہتا ہے۔'' توابین کی فوج 'یالثارات الحسین'' ''اے خون حسینؑ کا انتقام لینے والی جماعت'' کے نعرہ ساتھ عالم وجود میں آگئی' انہوں نے اسلحے اٹھالئے اور اٹھ کھڑے ہوئے' ان لوگوں کا مقصد اور نظریہ یہ تھا کہ ''ہم دنیا کے طلبگار نہیں ہیں بلکہ ہمارا مقصد صرف اور صرف خون حسین کا انتقام لینا ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ اپنے اس عمل کے ذریعہ اپنی گزشتہ کوتاہیوں سے توبہ کریں' شاید خداوند متعال ہم سے راضی ہو جائے۔

ان لوگوں کی نہضت ۶۵ ھ میں اپنے اوج پر تھی اور چار ہزار افراد کے نعروں سے اموی تخت وتاج کے خلاف فضائے کوفہ لرز اٹھی' یہ لوگ سلیمان بن صرد خزاعی جو شیعیان کوفہ کے رئیس اور جناب رسول خدا کے بزرگ صحابی تھے کے گھر میں جمع ہوئے اور مصمم پروگرام بنائے اور عہد وپیمان لئے اس کے بعد ان میں سے ایک جماعت دستہ کی شکل میں پہلے امام حسینؑ کی آرام گاہ اطہر کی طرف روانہ ہوئی اور راستے میں اس آیت کی تلاوت کرتے جارہے تھی:

''فتوبوا الی بارئکم فاقتلوا انفسکم ذالکم خیر لکم عند بارئکم''

''یعنی تم سب اپنے خالق پروردگار کی طرف رجوع کرو اور توبہ کرو اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو کیونکہ یہ عمل اللہ کے نزدیک تمہارے لئے بہتر ہوگا۔''

اور جب آرام گاہ امامؑ کے نزدیک پہنچے تو دل سے فریاد کی اور "یا حسینؑ یا حسینؑ" کہہ کہہ کے نالہ وزاری کرنے لگے اور ایک شب و روز قیام کیا اور مُتّصلا نالہ وفریاد اور گریہ وزاری میں مشغول رہے اور خدا سے عہد و پیماں کیا کہ جب تک خون حسینؑ کا انتقام نہیں لے لیں گے چین سے نہیں بیٹھیں گے اور برابر یہی کہتے تھے:

"خدایا! ہم نے تیرے پیغمبرؐ کے نواسے کی نصرت سے گریز کیا اور انہیں تنہا چھوڑ دیا' خدایا! تو ہمیں معاف فرما اور اگر تو ہماری توبہ قبول نہیں کرے گا تو ہم بد بخت وخاسر ہوں گے۔" توابین کے لشکر نے سلیمان' مختار اور دوسرے دوستداران اہل بیتؑ ورسالت کی قیادت وسربراہی میں شہیدان کربلا کا انتقام قاتلین سے لے لیا اور گروہ توابین کی پشت پناہی ونصرت تھی کہ امیر مختار نے خون حسینؑ کے انتقام لینے کا حکم صادر کیا اور نامور مورخ طبری کے کہنے کے مطابق ۲۴ گھنٹے کے اندر ۲۸۰ نفر کو موت کے گھات اتار دیا جن کے درمیان ابن زیاد' ابن سعد مع اپنے بیٹے کے' قیس ابن اشعث' حصین بن نمیر' شبث بن ربعی اور شمر وغیرہ تھے اور ان میں سے آخری شخص یعنی شمر کو کتوں کے آگے ڈال دیا۔ یہاں تک کہ وہ ملعون اپنے عمل زشت کی سزا کو پہنچا۔ یہ اندرونی تاثر وانقلاب حقیقتاً معلول ونتیجہ تھا کاروان اربعین حسینی اور حالت اسیری میں کوفہ وشام کا سفر کرنے والوں بالخصوص بانوئے نامدار کربلا جناب زینبؑ اور دوسرے فداکار پسماندگان کے اقدامات کا جنہوں نے شہادت حسینؑ کو عزائے ملی واسلامی کی شکل دی اور دنیا کے حق طلبانہ مبارزات کی تاریخ میں عاشورہ کو بے مثال وبے نظیر جلوہ گر کیا' ہماری طرف سے درود وسلام ہو حسینؑ پر اور حضرت کے انصار وفرزندوں اور فداکار وعظیم المرتبت بہنوں پر۔

ایران کے انقلاب عظیم اسلامی میں عورتوں نے بھی مردوں کے دوش بدوش وہم محاذ ہو کر جنگ کی ہے اور پنا خون مرد مجاہدوں کے ساتھ مل کر اسلامی آرزوؤں پر نثار کیا ہے اور تمام مظاہروں اور کانفرنسوں میں برابر کی شریک رہی ہیں اور اجتماعی واقعی ضروریات کے پورا کرنے اور انسانی بلند مقاصد کو حاصل کرنے میں اپنی لیاقت وشائستگی واستعداد وقابلیت کی باحسن وجوہ نشاندہی کی' چنانچہ آج اگر رضائیوں (چند بھائی جو سب کے سب پہلوی بربریت کا نشانہ بنے۔ کی ماں ایک مسلمان مجاہدہ خاتون کی حیثیت سے اقوام متحدہ کے ادارہ کو پیغام بھیجتی ہے اور چاہتی ہے کہ پہلوی جرائم ومظالم کے گواہ کی حیثیت سے بین الاقوامی عدالت حاضر ہوں تو واقعا اس کا حق رکھتی ہے اور عدالت میں حاضر ہونے کے لائق ہے کیونکہ اس کی ذات رنجوں' غموں اور دردوں کے مجسم ہونے کی حقیقت وواقعیت سے بخوبی واقف ہے اور پہلوی ساواک پر بھروسہ کرنے والے عمال حکومت کے تمام شکنجوں' ایذا رسانیوں' مظالم وشدائد کی شاہد ہے' اگر وہ شہادت وگواہی دیتی ہے تو اس نے تمام رنجوں' غموں اور مصیبتوں کو اپنی آنکھوں' اپنے کانوں بلکہ اپنے تمام وجود سے سنا ہے' دیکھا ہے اور لمس کیا ہے چونکہ خود اس نے بھی اپنے کئی بیٹوں کو اس راہ میں گنوایا ہے۔

جس وقت لکھنے والا' مجاہد عظیم وشخصیت محبوب ومحترم اور کبھی نہ تھکنے والے اسلامی مجاہد و پیکار گر علامہ طالقانی کی گرانبہا یادگار اور طالقانی کی خواہر اعظم کی آواز کو جو ریڈیو سے نشر ہوتی ہے بغور سنتا ہے کہ جناب زینبؑ کی تاسی کرتے ہوئے کس جوش کے ساتھ انسانی آرزوؤں اور انقلابی پیغام کو لوگوں کے کانوں تک پہنچا رہی ہیں تو وہ (لکھنے والا) انہیں اس امر کا حق دیتا ہے کہ وہ عورتوں کے اجتماعی وقانونی تکلیفوں' محرومیوں اور حق تلفیوں کے متعلق بحث کریں کیونکہ وہ اپنے بوڑھے رضا کار مبارز ومجاہد باپ کے جوملت اسلامیہ کے کھوئے

ہوئے حقوق کو حاصل کرنے کے لئے مسلسل زندان ظلم واستبداد میں رہ کر بھی کوشش اور نبرد کرتے رہے، تمام آلام ومصائب، رنجوں اور غموں، خطوط اور دردہائے دل اور تمام مشکلات کی ہمیشہ ساتھ رہنے والی اور ہر بات کی خبر رکھنے والی شاہد حاضر وناظر تھیں۔

وقت کے اس حصہ میں (مجلس خبرگان کے قانون سازی کے جلسوں کے زمانہ میں) موقع کا تقاضا ہے کہ تمام قانوں نویس وقانون ساز اور ملت مسلمہ کی اجتماعی زندگی کے پروگرام مرتب کرنے والے حضرات وحشت وتعصب سے ونیز شخصی خواہشات ونظریات وافکار سے دور رہ کر اور آراء کے (ہیکل جسیم) سے مرعوب ہوئے بغیر عورت کے حقوق واقعی کی طرف توجہ کریں اور زمان ومکان کے مناسبات ومقتضیات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور زن مسلمہ کی صلاحیت ولیاقت واستعداد کی طرف پوری توجہ واعتناء کے ساتھ اس کے تلف شدہ یا کھوئے ہوئے حقوق کے حاصل کرنے میں اس کی مدد کریں اور اس کا ساتھ دیں تا کہ سیادت مند وخوش بخت معاشرہ حقیقی اسلامی عدل کی بنیاد پر قائم ہو کہ اس جامعہ اسلامی میں زن ومرد قدم سے قدم ملا کر اپنی ترقی وخوش بختی کی منزلوں کو پالیں اور اپنے بلند وواقعی حقوق کو حاصل کر لیں۔

عورت کی کوشش وجستجو اور اس کا مبارزہ وجہاد مرد کے ہم محاذ اور دوش بدوش ہونے کے لحاظ سے کربلا کے اسلامی انقلاب میں اپنے واقعی چہرہ کی جلوہ نمائی کرتا ہے اور عورت اپنے نقش عمل کو پورے طور پر اجاگر کرتی ہے حسینؑ کے صحیح اور سچے انقلاب کی بقاء دوام بخشی اور مظلوموں اور جبر وتشدد کے ماروں کی دادخواہی وعدالت جوئی کی راہ میں اٹھ کھڑی ہوتی ہے اور عدالت اجتماعی اور انسانی دادخواہی کی صدا بلند کرتی ہے اور اس صورت سے مرد کی اس ہم رزم شخصیت کے وجودی وذاتی جوہر اور نقش حساس کو تاریخ انقلاب میں تحقیق وتعین بخشتی ہے۔

امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کی بیٹی اور جناب فاطمہ طاہرہؑ کے مکتب کی تربیت یافتہ جناب زینبؑ کربلا کی وہ واحد بہادر و دلیر عظیم القدر و اولمنزلہ مجاہد خاتون ہیں جن کو مورخین اور دانشمندوں نے ''شیر زن کربلا'' اور دشت نینوا کی دلیر خاتون کے لقب سے یاد کیا ہے' ان حساس و پریشان کن اور حواس پراگند کر دینے والے حالات اور زمانہ کے ان تقدیر ساز و اصلاح کن لمحات میں ان روحانی خصوصیات کے ساتھ اپنے ساتھ بہادر و جانباز بھائیوں اور کئی نور چشموں اور فرزندوں کی شہادت کے بعد اور امام حسینؑ کے اطفال و پسماندگان کی سرپرستی کی تمام عظیم ذمہ داریوں کی متحمل ہونے اور ان تمام تکلیفوں' آلام ومصائب اور ناگوار حوادث جو ایک پر احساس عورت اور ایک داغدیدہ بہن کے پر از محبت دل اور حساس روحیہ سے ادائی سی مناسبت نہیں رکھنے کے باوجود خاموش نہیں بیٹھیں اور غم کے زانو پر سر نہیں رکھا اور کامل آگاہی وہوشیاری اور انقلابی جذبہ کے ساتھ اسلام کی مقصد براری کے پر افتخار و عظمت پرچم کو اپنے کاندھے پر اٹھایا اور خون میں جوش پیدا کرنے والے اشعار پڑھے اور گلیوں' کوچوں میں' محلوں میں' شہروں میں اور بیابانوں میں مقصد وآرزوئے مقدس حسینیؑ کو دہراتی رہیں اور زینب کا جوش وخروش ان تمام زہر آگیں تبلیغات کے درمیان نہضت حسینیؑ کے حقیقی علامات کی نشاندہی کر سکا' اسیران کربلا کے وارد کوفہ ہونے کے وقت دختر امیر المومنینؑ کے خطبہ نے حکومت جور واستبداد کے ارکان کو لرزہ براندام کر دیا اور وہ خفقان واضطراب میں مبتلا ہو گئے اور پر تلاطم موجوں اور دن کے مضطرب افکار وخیالات کو مقصد حسینؑ کی موافقت میں گردش میں لائیں اور دشمن کو اپنے بلیغ اور دل ہلا دینے والے بیان سے ہراساں ولرزاں کر دیا' یہاں ہم جناب زینب کبریٰؑ کے دو خطبوں اور دو فصیح وبلیغ بیانات کو دہراتے ہیں جن میں سے ایک خطبہ کوفہ میں جو یزیدی

حکومت میں ایک صوبہ کا صدر مقام تھا اور دوسرا شام میں یزید کے طویل و عریض دربار میں فرمایا تھا' اس خطبہ کے اشاروں' کنایوں اور جملوں کی تہوں میں جو محاسن لفظی و معنوی موجود ہیں ان سے بانوئے اسلام کا کمال علم و ادب و جودت فکر روشن اور واضح ہو جاتا ہے۔

ہم آپ کی اس ذاتی لیاقت و اصالت و کرامت پر درود بھیجتے اور مدح و ثنا کرتے ہیں۔

کوفہ میں جناب ثانی زہرا زینب کبریٰ کا خطبہ

''خدائے متعال کی حمد و ثناء بجالاتی ہوں اور اپنے جد بزرگوار محمد مصطفیٰؐ پر درود بھیجتی ہوں۔ میں تم ظالم و ستمگر انسانوں سے جو مردانگی و شرافت سے دور کا بھی واسطہ نہیں رکھتے کچھ کہنا چاہتی ہوں تم بزدلوں سے جو مکر و حیلہ کے سوا کچھ نہیں جانتے اور جو سحر و افسوں کے سوا کچھ ظاہر نہیں کرتے' تم سے جو عہد و پیمان شکن اور جن کے دل قاطع رحم ہیں' ہاں! میں تم سے کہتی ہوں' تم آنسو بہا رہے ہو حسرت کے' آنسو افسوس کے آنسو ہاں ہاں خوب اشک ریزی کرو خدا کرے یہ آنکھیں سیلاب اشک سے ایک لمحہ کے لئے بھی خالی نہ ہوں' فریاد بلند کرو خدا کرے تمہارا مشغلہ سوائے شیون و فریاد اور کچھ نہ ہو۔

واہ! تمہاری حالت اس بڑھیا سے کس قدر مشابہ ہے جو دھاگہ کوٹتی تھی پھر کھولدیتی تھی ایک ہاتھ سے جو باندھتی تھی اسے دوسرے ہاتھ سے کھول دیتی تھی۔ (اسی طرح) تم بھی عہد و پیمان باندھتے ہو اور پھر اپنے ہی ہاتھوں اسے کھول ڈالتے ہو جو عہد و پیمان بھی ہوتا ہے تم اسے کھیل سمجھ لیتے ہو اور کبھی اس کے پابند نہیں رہتے' مجھے بتاؤ کہ تم کمینگی اور کوتاہ نظری کے

سوا اور کیا رکھتے ہو، جھوٹ و فریب کے سوا اور کیا جانتے ہو۔

شیریں زبان کنیزوں کی طرح تم بھی میٹھی باتیں کرتے ہو تاکہ اس زہر تلخ کو جو تمہارے تالوؤں میں بھرا ہوا ہے آہستہ آہستہ کام میں لاؤ، دوست کو اپنی آغوش میں لو اور دشمن کو اپنی آنکھوں کے اشارے سے بلاؤ، تمہاری مثال اس خضر ارومن (مزبلہ کے سبزے) کی ہے جو کیچڑ و گندگی کے اوپر سبز دامن پھیلائے ہوئے ہو لیکن اس کی جڑیں نجاستوں اور گندگیوں میں جگہ بنائے ہوئے ہوں اور نمناک نجس غلاظتوں کے پانی سے سیراب ہوتی ہوں، خلاصہ یہ کہ وہ جتنی بھی سرسبزی و شادابی ظاہر کرے بہرصورت چرنے کے لائق نہ ہو، کیا تم اپنے حسن و جمال، صحت و رعنائی، زرق برق لباسوں پر گھمنڈ کرتے ہو؟ کیا وہ چاندی کے لائق ٹکڑے جو کسی تابوت پر جڑے ہوئے چمک رہے ہوں دلکش ہو سکتے ہیں؟

کیا اس حسن و دلکشی کی جو تم ظاہر میں رکھتے ہو اس دل آزاری کے جذبات کے مقابلہ میں جو تم اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہو کوئی در و قیمت ہو سکتی ہے، بس نالہ و فریاد کرو اور آنسو بہاؤ، یہ رونا اور آہ و نالہ کرنا ہی تمہارے لئے مناسب و سزاوار ہے، خداوندا! یہ کیوں نہ آہ و نالہ کریں؟ کیا ایسا نہیں ہے کہ انہوں نے اپنے ہاتھ سے اپنی جڑوں پر کلہاڑی ماری ہے اور اپنے شرف و افتخار کے درخت کو کاٹ کر جڑ سے اکھاڑ پھینکا ہے، ننگ میں مبتلا اور عار میں آلودہ ہو گئے ہیں، وہ پیکر نازنین جو تمہارے ہاتھوں سے سرزمین کربلا پر گرا اور اپنے خون میں ڈوب گیا تمہارا پشت پناہ، تمہارا حامی و مددگار اور تمہارا امام اور تمہاری سعادت و سیادت کا محور تھا، دور ہو جاؤ! تم ہی تو ہو کہ کل ایسی ایسی حرکتیں کیں اور آج اس طرح کرتے ہو اب تم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے شرم و ندامت کے محکوم رہو اور ہمیشہ بے چارگی میں زندگی گزارو اور ہرگز کسی چارۂ تدبیر کی جستجو نہ کرنا، تم جنہوں نے وحشیانہ طور پر قلب محمدؐ میں خنجر اتار دیا ہے اور

ظالمانہ طور پر آپ کا خون بہایا گیا جانو کہ تم نے کیا کرڈالا اب کوئی حرکت قائم نہیں رہ سکتی اورتم نے اس کے پہلو میں کسی قابل احترام مقام کو قابل احترام نہیں چھوڑا' اب اس سے بدتر کوئی چیز بیاں نہیں کی جاسکتی اوراس سے بدتر کوئی کام کیا ہی نہیں جا سکتا۔

پس مقام تعجب نہیں ہے اگر آسمان سر جھکائے ہوئے قربان گاہ کربلا کے نشیب پر خون کی بارش کرے اوراس پاداش وسزا کا بیان کیسے ہو جو بروز قیامت ظالموں کے حصہ میں آئے گی۔

آگاہ ہو جاؤ! اس دوروزہ فرصت ومہلت پر (یعنی یہ ناپائیدار زندگی) جو تم نے حاصل کرلی ہے مغرور نہ ہو اوراپنے عمل کی مکافات ومجازات سے غافل نہ ہونا جسے تم خدامانتے ہو اس کی خدائی آسمان پر بھی ہے' ہم اسی کے سامنے سجدہ میں خاک پر پیشانی رکھتے ہیں' اس کو تم فریب نہیں دے سکتے اوراس کی بارگاہ میں رنگ کے بجائے نیرنگ کام میں نہیں لایا جاسکتا۔"

دربار شام میں کربلا کی دلیر خاتون کا خطبہ

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ہم پروردگار عالم کی حمدوثنا کرتے ہیں اور پیغمبر گرامی قدر' اور آپ کی آل اطہار علیہم السلام پر درود بھیجتے ہیں' فاسقوں' بدکاروں اور ظالموں وستمگروں کے بارے میں خدائے متعال کا یہ قول سچا ثابت ہو گیا کہ ان لوگوں کا انجام کار جو فسق وفجور میں مبتلا ہوئے اس حد کو پہنچ گئے کہ صرف اپنے کی خوشنودی کے لیے آیات الٰہی کی تکذیب کرتے

اوران کو باطل وغلط سمجھتے ہوئے ان سے بے توجہی برتے رہے ہیں۔

اے یزید! تو اس بات سے کہ ظلم وتعدی کر کے ہمیں مصائب وآلام میں گرفتار کر دیا ہے اور ہمیں اسیروں کی شکل میں شہر بہ شہر' دیار بہ دیار پھرایا ہے' گمان کرتا ہے کہ تیری اس قسم کی حرکتیں ہماری بے عزتی کا باعث اور تری عزت وقدر ومنزلت کی دلیل بنیں گی؟ تو تیوریاں چڑھائے ہوئے کبر ونخوت سے اپنے چاروں طرف دیکھ رہا ہے اور دنیا کو اپنے موافق سمجھ رہا ہے؟ حالانکہ لائق وفائق حقداروں کا حق تو نے ناحق غصب کر لیا ہے اور ان سطحی امور پر فریفتہ ہو گیا ہے اور مٹھی بھر نالائقوں کی افکار واقوال پر جو تیرے گرد جمع ہو گئے ہیں اور تمام کاموں کو تیری خواہش کے مطابق انجام دیتے ہیں' خوش ہو رہا ہے؟

کیا تو یہ سمجھ رہا ہے کہ تیری یہ ساری بداعمالیاں تیرے لئے نفع بخش ثابت ہوں گی؟ اور تیری یہ ظالمانہ حکومت ہمیشہ باقی رہے گی؟ تو نے جو صورت حال پیدا کر دی ہے اس پر مغرور نہ ہو ذرا آہستگی سے قدم اٹھا اور سنبھل کر چل اور یہ جان لے ان اوضاع واحوال کے (ظاہری حکومت وغلبہ وجاہ وحشمت) ذریعہ تجھے اور تیرے ہوا خواہوں کو اس امر کی مہلت دی گئی ہے کہ تو اور تیرے چاپلوس ہوا خواہ اپنی حقیقت وماہیت کو بالکل بے نقاب اور آشکارا کر لیں اور اپنی ذلیل ورکیک حرکتوں سے اپنی ذلت ورسوائی کو اور زیادہ عیاں کر لیں' تو یہ گمان نہ کر کہ تیرا یہ تسلط اور اپنی طاقت سے تیرا یہ ناجائز فائدہ اٹھانا تیرے حق میں نفع بخش ہو گا' بلکہ تجھے چاہئے کہ ذلیل کرنے والے عذاب الٰہی کا منتظر رہے جو خود بھی تیرے انتظار میں ہے اور تو قطعاً ابدی ندامت ورسوائی میں پڑے گا' جلد یا بدیر یہ وضع بدلے گی اور یہ احوال متغیر ودگرگوں ہوں گے۔

اے طلقاء کے بیٹے! ان آباء واجداد کے نتیجہ عمل بد پر غور کر جنہوں نے جہاں تک ان سے

ہو سکا حق اور اسلام کی ترقی وپیش رفت میں مخالفت کی اور کاوٹیں کھڑی کیں اور آخر کار جب مجبور و ناچار ہو گئے تو منافقت کی نقاب چہروں پر ڈال کر (بادل ناخواستہ) اسلام قبول کیا اور باوجود اس کے کہ پیغمبر خدا کو پورا تسلط وغلبہ حاصل ہو چکا تھا پھر بھی اپنی عظمت و بزرگواری کے پیش نظر آنحضرت نے عفو و درگزر فرما کر ان سب کو آزاد کر دیا۔

کیا حضور اکرم کی ان کرم فرمائیوں کے باوجود تیرا یہ کام مبنی برانصاف ہوگا کہ تو نے اپنی بیویوں اور کنیزوں کو تو احترام کے ساتھ پس پردہ بٹھایا اور ہم دختران رسول خدا کو اس مجمع عام میں اسیروں کی صورت میں لا کھڑا کر دیا اور ہر شریف و وضیع کے لئے تماشا کا موقع فراہم کیا ہے؟ یہ امر تیرے لئے کسی طرح بھی سزاوار نہ تھا کہ تو پیغمبر خدا کی یادگاروں اور منزل وحی میں تربیت پانے والوں کی دشمنوں کے ہمراہ شہر بہ شہر و دیار بہ دیار تشہیر کرے تا کہ شہریوں، صحرانشینوں، دور و نزدیک شریف و رذیل غرض ہر طبقے کے افراد کو ہمیں دیکھنے اور تماشا کرنے کا موقع ملے؟

کیا تو اس سے خوش ہو رہا ہے ہمیں اس حال تک پہنچا کر جب کہ میرے پیارے بھائی اور ہمارے شجاع اور دلیر مرد ہماری حفاظت کے لیے ہمارے ساتھ نہیں؟ ہاں! تجھ سے اس کے علاوہ اور کیا توقع کی جاسکتی تھی؟

کیا تو اس عورت کا بیٹا نہیں ہے جو کمال شقاوت و کینہ دوزی کے ساتھ جنگ احد کے شہداء کے درمیان گئی اور عم پیغمبرؐ (جناب حمزہ) کے جسم کو برہنہ کیا اور ان کا سینہ چاک کر کے ان کا کلیجہ نکالا اور اسے اپنے (منحوس) دانتوں سے ٹکڑے ٹکڑے کیا؟

تو ایسے شخص سے جس کے بدن کا گوشت شہداء راہ خدا کے خون سے روئیدہ ہوا ہو اور (اے بنی امیہ) تم سے جو ہمیشہ آل علی سے بغض و عداوت و کینہ رکھتے رہے ہو اور ان سے

زمانہ جاہلیت کا انتقام لینے کی فکر میں مشغول رہے ہو اس قسم کی بداعمالیوں کے سوا اور کیا توقع وامید کی جاسکتی تھی؟

اے یزید! تو اتنی بڑی خیانتوں کا مرتکب ہوا ہے اور اس پر خوش ہو رہا ہے اور کمال غرور و سرمستی کی حالت میں اپنے اسلاف کو جو اسلام کی مخالفت میں اپنے حد امکان تک ہمیشہ کوشاں رہے مخاطب قرار دے کر انتہائے مسرت وشادمانی کے ساتھ یہ کہتا ہے کہ:

''اے کاش میرے باپ دادا وغیرہ موجود ہوتے اور اس انتقام کو دیکھتے جو میں نے فرزند علیؑ سے لے لیا ہے تو وہ بھی بے حد خوش وشادمان ہوتے اور مجھے مبارکباد وشاباشی دیتے۔''

اور یہ کلمات اس حالت میں اپنی زبان سے کہہ رہا ہے کہ انتہائی شقاوت و بے شرمی کے ساتھ پاک ترین شہید میرے برادر عزیز حسینؑ کے دندان ہائے مبارک کی طرف دختران و عزیزان حسینؑ کے روبرو اپنی نجس چھڑی سے اشارہ کر رہا ہے۔

ہاں ہاں! تو ایسا کیوں نہیں کرے گا اور کیوں نہ اس قسم کے کبر ونخوت میں مبتلا رہے گا؟ کیا تجھے خبر بھی ہے کہ ہمارے دلوں پر تو نے کیسے کیسے زخم لگائے ہیں؟ اور نسل حضرت محمد مصطفیؐ کے کتنے پاک وطاہر خون ہیں جن میں تو نے اپنے ہاتھ نہیں رنگے ہیں؟ اور خاندان عبدالمطلب کے کتنے ہی درخشاں ستارے تھے جنہیں تو نے نہیں بجھایا؟

تو، جس نے اپنے بت پرست باپ داداؤں کو اپنے گفتگو کا مخاطب قرار دیا ہے اور ان پر بے جا فخر کا اظہار کر رہا ہے ایک دن انہیں سے جا ملے گا اور پھر اپنی ان بدکاریوں پر جن کا تو مرتکب ہوا ہے، ان خرافات پر جو تو نے زبان سے کہی ہیں اور ان دلوں پر جنہیں تو نے اپنے ظلم وستم سے خون کر ڈالا ہے بے حد پشیمان ونادم ہوگا اور اس دن تو یہ آرزو کرے گا کہ:

''اے کاش تیری زبان اور تیرے ہاتھ بے کار ہو گئے ہوتے کہ اس قسم کی جسارتوں کا

مرتکب نہ ہوتا اور ان رسوائیوں کا سامنا نہ کرنا پڑتا اور ایک بہت جلد ختم ہو جانے والی ہوس رانی کے لئے ان ناقابل جبران وتلافی جنایات وجرائم میں آلودہ نہ ہوتا۔''

اس مقام پر جناب زینب عالیہؑ ایک ٹوٹے ہوئے مگر پر از اخلاص وتوجہ دل سے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں راز ونیاز کے انداز میں عرض کرتی ہیں:

''پروردگارا تو ہی ان ظالم وستمگر دشمنوں سے ہمارے حق کا انتقام لے۔ اور اس گروہ سے بھی ہمارا انتقام لے جنہوں نے ہم پر مظالم ڈھائے اور ہمارے خون بہائے۔''

پھر دوبارہ یزید کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا:

''اے یزید! تو اس عظیم جنایت وجرم کے ساتھ کہ جس کا تو مرتکب ہوا ہے کہ گویا تو نے اپنی کھال کو خود ہی ادھیڑ کر چاک چاک کر دیا ہے اور خود اپنے ہی ہاتھ سے اپنے گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہیں' تو بہت جلد پیغمبر خداؐ سے ملاقات کرے گا اس حالت میں کہ آنحضرتؐ کی پاک ترین یادگاروں کی ہتک حرمت کے جرم میں تو آلودہ ہوگا' ایک دن آئے گا کہ یہ تمام پراگندگی مبدّل بہ جمع ہو جائے گی اور حق صاحبان حق کو واپس ملے گا۔

(اے یزید) تو ہرگز یہ گمان نہ کر کہ تیرے اور پیغمبر کے درمیان صلح کی کوئی گنجائش ہوگی' خدا ہمارے اور تیرے درمیان فیصلہ فرمائے گا اور یہ جو تیرے گرد جمع رہتے ہیں اور اپنے شخصی جلب منفعت اور جامعہ اسلامی کو ضرر رسانی کی غرض سے تیری حمایت وطرفداری کا نعرہ بلند کرتے ہیں' انہیں بھی بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ تیرے جیسے شخص کو امور مسلمین پر مسلط کر کے یہ کتنی بڑی خیانت کے مرتکب ہوئے ہیں اور بہت جلد عیاں ہو جائے گا کہ یہ سب کس قدر ذلیل ورسوا ہوں گے۔

اگرچہ زمانہ کی مصیبتوں میں سب سے بڑی مصیبت ہے کہ ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں

کہ میں تیرے روبرو ہوں اور تجھ سے گفتگو کرنے پر مجبور ہوں۔ لیکن میں (تیرے ان سراپا تملق وچاپلوسی ہواخواہوں جو تجھ سے تملق آمیز باتیں کرتے ہیں اور تیرے کان ان یاوہ گوئیوں اور بے بنیاد باتوں کے سننے کے عادی ہو چکے ہیں کے برخلاف) تجھ کو بہت پست' بے قدر و قیمت سمجھتی ہوں اور ان خالی خولی' بے مغز احمقانہ وتملق آمیز باتوں کے بجائے تجھ کو بے انتہا توبیخ وملامت کے قابل جانتی ہوں' لیکن کیا کیا جائے؟ فی الحال تو ہماری آنکھیں اپنے عزیزوں کے افراق میں اشکبار ہیں اور ہمارے دل ان کی مصیبتوں اور صدمے سے سوزان و داغدار ہیں۔

کتنی عجیب بات ہے کہ شیطان' پست وذلیل اور انسانیت سے دور لوگوں نے مردان خدا کے پاک ترین گروہ کو اپنی نادانی، خواہشات نفس کی پیروی اور جاہ طلبی کی بناپر ہر طرف سے اپنے محاصرہ میں لے کر کمال ظلم وستم کے ساتھ بزدلانہ طریقہ سے قتل کر ڈالا۔ یہ تمہارے ہی دانت ہیں جنہوں نے جوان عزیزوں کے گوشت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے نکل لیا۔ ان پاک اجسام اور ان خون میں ڈوبے ہوئے اجسام وطاہرہ کو جلتی زمین پر بے گور وکفن چھوڑ کر چلے آئے اور اس کے بعد اپنی انتہائی رذالت وپستی کا ثبوت یہ دیا کہ ہم کو جبرا وقہرا اسیر بنا کر لے چلے' اے یزید! اگر ہمارے عزیزوں کے قتل اور ہمیں اسیر کر لینے کو تو اپنے مفاد میں سمجھتا ہے تو یہ بھی جان لے کہ تو بہت جلد اپنے کو خاسرین میں پائے گا اور اس حالت میں کہ اس وقت کوئی تیرا یاور ومددگار نہ ہوگا اپنے ان بڑے بڑے جرائم وجنایات کی جوابدہی کے لئے تیار رہ ہم تیرے ان مظالم ونا انصافیوں کی شکایت خدائے متعال سے کریں گے اور وہ اکیلی وہ ذات ہے جو ہماری پناہ گاہ ہے اور وہ ہرگز بندوں پر ظلم پسند نہیں کرتا۔

(اے یزید) اس وقت طاقت وقوت تیرے ہاتھ میں ہے جو کچھ تو کر سکتا ہے کر لے اور

تو ہماری دشمنی میں جو اقدام بھی کر سکتا ہے اسے انجام دے لے اور (عوام کو غافل رکھنے کے لئے) کسی قسم کے مکر وفریب سے کوتاہی نہ کر' اور ہم پر ظلم وستم ڈھانے کے سلسلے میں کسی قسم کی سعی وکوشش بروئے کار لانے میں خوف وہراس ووحشت ودہشت عمل میں نہ لا۔

لیکن خدا کی قسم تو اس پر قطعاً قادر نہیں ہے کہ ہمارے پر فضیلت نام کو مٹا دے اور ہماری یاد کو لوگوں کے دلوں سے بھلا دے تو ہمارے شہیدوں کے جنہوں نے صادقانہ جذبات کے ساتھ راہ خدا میں اور نوع بشر کو نادانی' جہالت وگمراہی سے نجات دلانے کی راہ میں سعی وجد وجہد کی' فضائل کو نہیں مٹا سکتا اور کبھی بھی اس ننگ وعار کے بدنما دھبے کو اپنے دامن سے دور نہیں کر سکتا اور نہ اپنے کو ان ناشائستہ حرکات سے قطعاً وابدا بری کر سکتا ہے۔

اے یزید! کیا اس کے سوا کچھ اور ہے کہ تیرا نقشہ وجود بے حد کمزور وبے جان تھا اور چند لمحات سے زیادہ تجھے مہلت نہیں دی جائے گی؟

کیا بہت جلد تیرا دور ختم ہونے والا نہیں ہے اور تمہارے حالات واوضاع پراگندگی کی شکل اختیار نہیں کر لیں گے؟

ہاں! بہت جلد تو الٰہی آواز کو سنے گا کہ "ظالموں پر ہمیشہ باقی رہنے والی لعنت ہو" اور ہم حمد وشکر خدا ادا کرتے ہیں کہ ہمارے کام کا آغاز سعادت وخوش بختی سے ہوا اور شہادت وقربانی پر ہمارا کام انجام پذیر ہوا' ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ اپنی رحمت کو ہمارے شہیدوں پر مکمل فرما دے اور ان کی جزاء کو اور زیادہ فرمائے اور ہماری نصرت فرمائے تا کہ ہم ان کے بہترین جانشین ثابت ہوں اور ہم ان کی گرانقدر قربانیوں کو بہترین صورت سے پربار وثمر آور کر سکیں' وہ بڑا مہربان اور بہت بخشنے والا خدا ہے کہ وہی پناہ دینے والا اور ہر حال وہر ماحول میں وہ بہترین یاور ومددگار ہے۔"

اربعین حسینیؑ خواتین اسلام کے لئے رزم و جہاد کا سبق

اربعین حسینیؑ صحرائے کربلا میں راہ فضیلت و انسانیت میں شہید ہونے والوں کی شجاعتوں اور نبرد آزمائیوں کی یاد دلاتی ہے اور انہیں شکوہ مند یادوں نے ایران کی ملت مسلمہ کے مجاہد شیفتگان و دوستداران اہل بیت کے دلوں کو اپنا گرویدہ بنالیا ہے اور اپنے اسلامی سلب شدہ حقوق کے حاصل کرنے میں ان کے مبارزات، تلاش و جستجو، سعی و کوشش اور جانبازیوں کے لئے الہام بخش ثابت ہوئی ہیں۔

اربعین حسینی تقویٰ و شرف کی راہ میں شہید ہونے والوں کی تعظیم و تکریم اور بشر کے حقوق واقعی کے حصول کے لئے حقیقی اور سچے دفاع کرنے والوں کی نبرد آزمائیوں کی قدردانی کا دن ہے جنھوں نے اپنے پاک و معصوم خون کی قربانی دے کر اور بانوان عصمت و طہارت کی اسیری اور بحالت اسیری تشہیر کو گوارہ کر کے حریت و آزادی ضمیر کے بزرگ ترین محاذ کی مستحکم ترین بنیاد قائم کی اور جب تک دنیا باقی رہے گی یہ محاذ بھی اسی آن بان سے قائم رہے گا۔

اربعین حسینیؑ صدر اسلام کی مسلم خواتین کے مجاہدات و جانبازیوں کے گرانقدر اور یاد رکھے جانے والے بہت سے درس اپنے دامن میں رکھتی ہے جو آج یعنی پندرہویں صدی ہجری کی پیشانی پر ایران کی مسلم رزمندہ خواتین کے لئے سرمشق و نمونہ عمل بن سکتے ہیں، اربعین حسینیؑ متصل کوششوں، جانبازیوں کی اور اسلامی احساسات و رجحانات سے سرشار وہ مجسم تاریخ ہے جو اہل بیت عصمت و طہارت نے پیش کی۔

امام سید سجاد کے بعد اربعین کی حادثہ آفریں مجاہدہ وہ بانوئے بزرگوار ہیں جو "زینب" کے نام سے مشہور و معروف ہیں جنھوں نے علوی تربیتی مکتب اور فاطمیؑ تقویٰ و فضیلت کی آغوش

پرورش میں نشونما پائی ہے اور اس فضیلت وکمال وشرف وعفت وتقویٰ کے خرمن سے حصہ وافر حاصل کیا۔ یہ فضائل ومحامد وسیرت زینب کبریٰ" اس قابل ہیں کہ اس زمانہ تہمت وافتراء میں ہماری خواتین لڑکیوں اور ہمارے نوجوانوں کو فضائل وکمالات کی آرائشوں سے سرشار وآراستہ کردیں۔ آپ کی راہ وروش انسانیت کی سعادت وخوش بختی اور خط مستقیم کی راہ ہے اور مسلم خواتین کے لئے عفت وشرافت وتقویٰ کی بہترین نمونہ ہے۔

جناب زینب کبریٰ کے انقلابی چہرہ کی تصویر کشی کے سلسلہ میں دومختلف نقطہ ہائے نگاہ سے ایک انشاپرداز اور دوسرے ایک ہمعصر شاعر کے دو بیان اور دوتعارف یہاں پیش کئے جاتے ہیں ان میں سے ایک (انشاء پرداز) عورت ہے اور دوسرا (شاعر) مرد ہے ہمارا خیال یہ ہے کہ ان دونوں کے قلم سے تعارف وشناسائی کرانے کا انداز راقم الحروف کے قلم کے مقابلے میں بہتر طور پر چہرۂ جناب زینب اور اربعین کے حادثہ آفریں بہادروں کے چہروں کو زیادہ واضح کرسکے۔

ادیب دانشمند مصری خاتون ''ڈاکٹر عائشہ بنت الشاطی'' جو دانشکدہ ادبیات (قاہرہ) سے فارغ التحصیل ہیں۔ ان کی ایک کتاب بنام ''زینب بطلہ کربلا'' (زینب کربلا کی شیر دل خاتو) جس کا ترجمہ ایران میں بزبان فارسی ''زینب قہرمان کربلا وزینب شیر زن کربلا'' کے ناموں سے مختلف صورتوں میں ہوچکا ہے (اور اردو میں اس کا ترجمہ ''زینب کربلا کی شیر دل خاتون'' کے نام سے دفتر اصلاح کھجوا ضلع سارن بہار ہندوستان میں شائع ہوچکا ہے)

اس کتاب میں مصنفہ جناب زینب کے بارے میں رقمطراز ہیں:

''زینب بنت علی ابن ابی طالبؑ واقعہ فاجعہ کربلا کے مجاہدوں میں سے ایک ہیں اور وہ واحد خاتون ہیں جنہوں نے تمام مصائب وآلام، زحمت وتکالیف کو اپنے لئے خریدا اور

برداشت کیا مگر ابروؤں پر ذرا بھی خم نہیں آنے دیا' آپ نے واقعہ کربلا کے بعد بزرگترین ذمہ داری اپنے سرلی اور بڑی خوبی کے ساتھ اس سے عہدہ برآ بھی ہوئیں وہ ذمہ داری اور وہ نقش عمل جس پر مکمل طور سے عمل درآمد کا نتیجہ امویوں اور آل ابوسفیان کا بالکلیہ خاتمہ تھا۔"

پھر وہ اسی کتاب میں دوسری جگہ عنوان "انعکاس دائمی صدائے زینبؑ" کے تحت لکھتی ہیں:

"شہادت حسینؑ کے بعد جناب زینبؑ نے اپنے ہیجان آفریں و موثر خطبہ میں مردان کوفہ کے افعال و کردار کو روشن کر دیا اور انہیں سمجھا دیا کہ وہ لوگ کتنے بڑے گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں' آپ نے اپنے خطبہ کے ذریعہ ان کے دل و دماغ میں ندامت و شرمساری کے جذبہ و احساس کو اس حد تک بیدار و زندہ کر دیا کہ وہ لوگ واقعاً اپنے افعال پر پشیمان ہوئے اور نتیجے کے طور پر (قاتلان حسینؑ سے) انتقام لینے کا موقف اختیار کر لیا' کیونکہ زینب کے خطبہ اور بیانات کی صدائے بازگشت اور صدائے زینب کی گونج ان کے کانوں سے ہمیشہ ٹکراتی رہتی تھی اور ان کے ضمیر و وجدان کو سکون نہیں لینے دیتی تھی' بانوئے اسلام کی آواز اسی طرح فضاء کوفہ میں متصل گونجتی رہی یہاں تک کہ اس کے نتیجے میں بہت سے حادثے رونما ہوئے۔ زینب عقیلہ بنی ہاشم نے اپنے خطبے میں کوفہ والوں کو آگاہ کیا کہ "تم گریہ کرو' تمہارے آنسو کبھی خشک نہ ہوں اور کم ہنسو کیونکہ اس کام کے ننگ و عار کو تم نے ہمیشہ کے لئے خرید لیا ہے اور اب تم اسے اپنے دامن سے کبھی نہیں دھو سکتے۔" زینب نے اپنا خطبہ جاری رکھا اور یہ آوازیں لوگوں کے کانوں میں گونجتی رہیں اور ہمیشہ لوگوں کے دلوں کو بے قرار کرتی رہیں' وہ لوگ اپنے آپ کو خود ہی سرزنش کرتے تھے اور آپس میں ایک دوسرے کو ظالم یزیدی حکومت کی عملہ کی اطاعت نہ کرنے کی تبلیغ کرتے تھے' یہاں تک کہ توابین کا گروہ وجود میں آیا جن کا شعار و نعرہ "یالثارات الحسین" (اے خون حسین کا انتقام

لینے والو) تھا' پھر تو ان کی معرکہ آرائی و نبرد آزمائی کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہا جب تک کہ حکومت بنی امیہ جڑ سے اکھڑ کر ختم نہیں ہوگئی۔"

پھر یہ دانشمند مصری خاتون کتاب کے آخر میں ص۔۱۴۴ پر اپنے صفحہ میں عنوان "انعکاس دائمی صدائے زینبؑ" کے تحت لکھتی ہیں:

"اگر شہادت حسینؑ عمومی اجتماعی اور ملی غم الم کا سبب بن گیا تو اس کا واحد سبب اور تنہا باعث یہی زینب کبریٰؑ ہیں جنہوں نے تاریخ انسانیت واسلام میں اس قدر کوششیں کیں اور اتنا مجاہدہ و مبارزہ کیا کہ حقیقتاً آپ کو مجاہدہ عظمیٰ کربلا جاننا چاہئے کیونکہ آپ ہی کی ذات تھی کہ اس تاریخی حادثہ کے ذریعہ تاریخ کے رخ کو موڑ دیا اور حکومت بنی امیہ کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینک دیا اور تاریخ کے دھارے کا رخ بدل دیا۔" (صفحہ ۱۴۴)

علوم اسلامی کے ایک طالب علم کے اشعار

حوزۂ قم میں بہت سے ذمہ دار انشاء پرداز مصنف ومؤلف اور شاعر موجود ہیں اور یہ انہیں ذمہ داریوں' دلچسپیوں اور احساسات کی برکت تھی کہ انقلاب اسلامی ایران کا آفتاب اسی مرکز علمی ورزمی سے طلوع ہوا اور انقلاب کے سلسلہ میں اولین قربانیوں نے اسی شہر مقدس سے نہال اسلام کی پیش کش کی۔

علوم اسلامی کے عزیز متعلمین وطلبہ کو معنوی مدارج کی عظمت وبلندی اور فضیلت خواہی کی آرزو و مقصد کا تقدس اپنے ہالہ و دائرہ میں لئے ہوئے ہے کہ یہ ناچیز راقم الحروف باوجود اس کے کہ میرزائے شیرازی سے لے کر امام خمینی دام ظلہ تک روحانیت کے سوسالہ مبارزات

ومعرکہ آرائیوں کے موضوع پر مفصل کئی جلدیں لکھ چکا ہے جو کافی حد تک جامعہ اسلامی سے پسندیدگی کی سند حاصل کر چکی ہیں' لیکن یہ راقم الحروف اس امر پر قادر نہیں ہوسکا ہے اور نہ اپنے آپ کو اس امر کے قابل سمجھتا ہے کہ علوم اسلام کے کسی ایک طالب علم ومحصل کی شخصیت وہویت کے تعارف کے سلسلہ میں اس کے اسلامی اغراض ومقاصد کی گہرائیوں پر توجہ کرتے ہوئے اور اس کی بے غرض وپر خلوص جدوجہد وجانبازی پر توجہ کرتے ہوئے اور ان کے زحمات وتکالیف' ان کے اخلاص وفداکاریوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے قلم اٹھا سکے اور اس موجود پاک طینت وپاکباز شخصیت کا مسلمانوں سے تعارف کرا سکے' مندرجہ ذیل اشعار علوم اسلامی کے ایک متعلم ودانشجو ''آقائے جواد محدثی'' کے ان کے زمانہ طالب علمی میں کہے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنے زمانہ طالب علمی میں دنیائے اسلام کی عظیم خاتون کے خاک پا کی پیش کش کی ہے' ہوسکتا ہے ان شعار کا مفہوم وماحصل شاعر کے پر خلوص جذبات اور جناب زینب کبریٰ کی عظمت ومعنوی مقصد کے کسی گوشہ کو قارئین کے سامنے مجسم کردے اور اس دن کی امید دل میں لئے ہوئے جس دن علوم اسلامی کے طلبہ کے واقعی حقوق اور مسلم خواتین کے واقعی حقوق ایران کے اسلامی معاشرہ میں واقعی وحقیقی شکل مین معین ومشخص ومتعارف ہوجائیں' وہ طالب علم علوم اسلامی جو اس وقت انقلاب اسلامی کے فاضل مجاہدین میں سے ہیں ''اسیر آزادی بخش'' کے عنوان کے تحت یوں کہتے ہیں:

اے دختر علیؑ

اے خواہر حسینؑ!

اے زینب بزرگ!

اے شہداء کربلا کے انقلاب کی قاصد!

اپنے زمانہ میں

طولانی صدیوں کے دوران

آپ پر ہمارا بے شمار و بے حساب درود و سلام ہو۔

جس غروب کی سرخی میں آپ اسیر ظلم ہوئیں۔

بشر کی آزادی ظلم و جور کی وجہ سے پوشیدہ ہو گئی تھی۔

آپ کی فریاد کربلا کا ہمیشہ قائم رہنے والا شجاعانہ نعرہ ہے۔

نہضت واقدام حسینؑ کے سلسلہ میں آپ کا جوش وخروش اس ''دائمی بقا'' کا ایک رمز ہے۔

وہ بقا جو ''فنا'' میں مخفی ہے۔

وہ رنج وغم جو آپ نے اپنی مقدس ذات پر برداشت کئے۔

وہ ایک شعلہ بن گیا جس نے طویل زمانوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

وہ مقدس غصہ جو آپ کے مقدس دل میں پیدا ہوا۔

اس نے قصر ظلم وستم میں آگ بھڑکا دی۔

☆☆☆

صحرائے کربلا

آفتاب سوزاں کی سوزش وتپش سے اور اس تپش سے جوان معظّمہ کے جسم میں پیدا ہو گئی تپ رہی تھیں۔اس جلتے ہوئے میدان کے نشیب وفراز میں۔اس آگ کے نیچے جو آفتاب سے برس رہی تھی۔چھوٹے چھوٹے بچوں اور بے پدر یتیموں کے ساتھ حق پرست اسیروں کے قافلہ کی ہمدرد و مونس (ایک زینب تھیں) جن کا قافلہ کوفہ پہنچ رہا تھا۔

لیکن کونسا کوفہ؟ جو خوشی و سرمستی ہلہلہ و رقص اور مضحکوں میں غرق لوگوں کے موجیں مارتے ہوئے سمندر میں جو گویا بزم عروسی میں جمع ہیں۔ زینب نے کجاوہ سے سر بلند کیا اور کہا:

اے کوفیو!

اے کوفیو! تم کیوں شاداں و فرحاں ہو؟

ہم تمہارے پیغمبر کی خانوادہ سے ہیں، ہم خارجی نہیں اے کوفیو!

تم حسینؑ کی شہادت پر عید مناتے ہو؟

اے کوفیو! مکروفریب ہی تمہارا شیوہ ہے۔

نفاق و بے وفائی ہمیشہ تمہارا شعار رہا ہے

تم پروائے ہو۔

تم نے اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے شرف کے درخت کو کاٹ ڈالا ہے۔

تم نے حسینؑ کو خطوط بھیجے تھے (اور جب وہ تمہاری دعوت پر آ گئے تو)

اس وقت تم نے ان پر ظلم و جور کی تلواریں علم کر دیں۔

اتنی باتیں کہیں کہ سب کے سب رونے لگے۔

اور حسرت و ندامت سے نالہ و فریاد شروع کر دی۔

زینب نے سلسلہ بیان جاری رکھا۔

تمہاری آنکھیں ہمیشہ ہمیشہ اشکبار رہیں۔

حسرت و افسوس و خجالت اور جانگداز غم کے آنسو (ہمیشہ بہتے رہیں)

خدا تمہیں موت دے۔

☆☆☆

کوفہ میں ایک انقلاب رونما ہوگیا اور ایک شورش پیدا ہوگئی۔ اس وقت یہ قافلہ ''شام'' کی طرف روانہ کیا گیا۔ تاکہ قصرِ ظلم کو ظالم کے سر پر ڈھا دے۔ آپ کے دلوں کو جلاء دینے والے روشن بیان کی تیز بارش نے۔ غفلت میں پڑے ہوئے عوام کو بیدار کردیا۔ آپ کے پرشور خطبہ نے مکروفریب کی کمین گاہ کو منہدم کردیا۔

☆☆☆

دربارِ شام میں

جس وقت یزید بادہ کبر ونخوت کے نشہ میں چور تھا۔ اور گھمنڈ وتکبر کی شراب گھونٹ گھونٹ کر کے پی رہا تھا۔ وہ اس بزم کا مطلق العنان حکمراں تھا۔ سکوت کا سرخ الّو اس قصر میں محوِ پرواز تھا۔ اور یزید کے سامنے کسی کو زبان کھولنے کی طاقت نہیں تھی۔

ناگہ واچانک

ان کی غرور آفریں بزم کا سکوت

دخترِ علیؑ ہلا دینے والی آواز میں گویا ہوئیں۔

یزید! ذرا ٹھہر جا' آہستہ روی اختیار کر۔

تھوڑی دیر ٹھہر جا'

خانوادۂ جلیلہ پیغمبرؐ ہمیشہ سربلند رہا۔

ذلیل ورسوا تو ہے' ہم نہیں۔

یہ ظاہری قدرت وتمکنت جو تو نے اپنے باپ سے ورثہ میں حاصل کی ہے۔

یہ ہماری قوم وملت (مسلمہ) کے لئے عزت نہیں بلکہ ذلت ہے۔

بے چاری ہے وہ قوم وملت جس کا پیشوا تم جیسا ہو۔

تو سر سے پاؤں تک ذلتوں رسوائیوں میں غرق ہے۔

لیکن غرور نے تیری آنکھوں کو بصارت سے محروم کر دیا ہے۔

میں تیرے کس ننگ وعیب کو بیان کروں؟

تیرے مشرک آباء اجداد کے ننگ وعار کا ذکر کروں؟

جو خود بھی اپنے ننگ وعار کے بڑے بڑے دھبے صفحہ تاریخ پر چھوڑ گئے ہیں۔

تیری دادی ''ہندہ جگر خوارہ'' کا نام بدلوں؟

تیرے مکر وفریب کے قصر اور تیرے عیاشخانہ کا ذکر کروں؟

یہ قتل عام؟ اور تو نے اپنی جہالت سے اس کو ''عید فتح'' قرار دیا ہے؟

ہم نے حقیقت کی راہ مستقیم اختیار کی ہے۔

تو پھر موجوں کا کیا خوف؟

حق کی کشتی ہمیشہ ہمارے زیر پا رہی ہے اور رہے گی۔

خدا کا شکر ہے کہ ہم نے شہد ''شہادت'' کا ذائقہ چکھ لیا ہے۔

یہ ہمارے لئے آب حیات ہے۔

ہم نے حیات بخش موت ورثہ میں پائی ہے۔

عزت تو بس خدا پیغمبر خداؐ اور ہمارے لئے ہے۔

ہمیشہ ہمیشہ کا ننگ وعار تیرے لئے اور تیرے خاندان کے لئے ہے۔

اربعین

۱۵ رجب خاتون مبارزہ مجاہدۂ اسلامی جناب زینب کبریٰ بنت امیرالمومنین حضرت علیؑ وخواہر وشریک رزم سیدالشہداء حضرت امام حسینؑ کی رحلت کی برسی کا دن ہے وہ خاتون مجللہ جوحق یہ ہے کہ اسلام وقرآن کے انسان ساز مکتب میں تربیت پانے والوں میں سے ایک اعلیٰ نمونہ کی حیثیت رکھتی ہیں اور جن کی زندگی تمام مسلم خواتین کے لئے عموماً اور خاندان علیؑ وخانوادہ مطہرہ نبوت ورسالت محمدی سے مودت وعقیدت رکھنے والی خواتین کے لئے خصوصاً شجاعت ودلیری، تقویٰ وفضیلت کا مکمل درس ہے۔

زینبؑ اسلام کی دوسری خاتون عقیلہ بنی ہاشم نے علوی تربیت مکتب اور فاطمیؑ آغوش پرورش تقویٰ وفضیلت میں نشونما پائی اور اس فضیلت وشرف وکمال وعفت کے خرمن سے حصہ وافر جمع کیا اور اس جمع شدہ گرانقدر سرمایہ کو کربلا کے تقدیر ساز معرکہ میں راہ اسلام وراہ فضیلت وشرف میں دوسرے مجاہدین کے دوش بدوش اور ہم رزم رہ کر اسلام کے تناور درخت کی شادابی وبقا کے لئے پیش کر دیا اور حسینؑ کے ساتھ زینب نے بھی قیام کیا اور سربلند وسرافراز زندگی کے میدان میں اپنا جاودانہ وابدی نام بطور ابدی یادگار کے چھوڑ گئیں۔

آپؑ دشت نینوا کے شہیدوں کے ناحق بہائے گئے خون کی حقیقی پاسدار ونگہبان تھیں کہ آپؑ نے اپنی پوری ہستی اور پورے وجود اور تمام قویٰ کے ساتھ ان شہداء کے مقصد کی موافقت میں دفاع کا حق ادا کر دیا اور شہداء کے پر عظمت وشہرت ناموں کو دنیا کی تاریخ میں جاودانہ طور پر متجلی کر دیا۔ عورت کی سعی وکوشش ومبارزہ مرد کے ہم محاذ وہم رزم ہونے کے عنوان سے پوری بشری مدون طولانی تاریخ میں ثبت ہے اور بہت سی عورتوں نے شرف و

عزت وعفت کی رزمگاہ میں مردوں کے شانہ بشانہ آ کر اپنا خون بھی مردوں کے خون کی ندی میں شامل کیا ہے‘ اسی طرح مختلف اجتماعی ومعاشرتی میدانوں میں بھی اپنی لیاقت وصلاحیت واستعداد وقابلیت کا لوہا منوالیا لیکن ان تمام جنگوں اور میدانوں میں جناب زینب کی شان وعظمت اور آپ کے پیکار ومبارزہ کی خاص درخشانی اپنی خاص خصوصیات کے ساتھ کہیں بھی مشاہدہ میں نہیں آتی کیونکہ آپ شرف وفضیلت کے معرکہ میں باوجود شدید حساس جذبات کے ہرگز ہرگز کسی موقع پر بھی غم سے نڈھال ہوکر عاجزانہ سر جھکا کر نہیں بیٹھیں بلکہ اپنی پوری طاقت وسکت اور کامل آگاہی وہوشیاری اور بلند انقلابی جذبہ کے ساتھ اسلامی مقصد کے حصول اور اسلامی عدالت گستری کے پرافتخار پرچم کو اپنے دوش پر لیا اور خون میں جوش وگرمی پیدا کرنے والے بیانات سے لوگوں کو بیدار کیا اور گلیوں‘ کوچوں شہروں اور صحراؤں‘ سڑکوں اور دروازوں پر مکتب کے مقدس پیغام کو دہرایا‘ زینب نے قلب شہر میں طاغوت عصر کے روبرو فصاحت وبلاغت کے ساتھ سحر انی کی اور فرمایا:

”یزید! اس وجہ سے کہ تو نے ہمیں سختی ومصیبت میں گرفتار کر دیا ہے اور اسیروں کی شکل میں شہر بہ شہر‘ دیار بہ دیار پھرایا گمان کرتا ہے کہ تیری اس قسم کی حرکتیں ہماری بے قدری وبے وقعتی کا سبب یا تیری عزت وقدرت کی دلیل بنیں گی‘ تاریخ اس کا فیصلہ کرے گی اور یہ بے حیثیت اور کمینے لوگ ہیں جو تیرے گرد جمع ہوئے ہیں تو ہرگز یہ گمان نہ کر کہ سارے کام تیری مرضی ومراد کے مطابق ہی ہوں گے۔“

زینب کے کلمات حقیقت سے جا ملے‘ تاریخ نے فیصلہ کر دیا اور اب زینب تاریخ کی ایک نمونہ خاتون‘ رزم وفضیلت کی خاتون جانی جاتی ہیں۔ لیکن آل ابوسفیان اور طاغوتیان زمانہ کے لئے تاریخ میں سوائے ننگ وعار‘ ذلت ورسوائی کے کچھ بھی نہیں ملتا۔ ملک کے اس وقت کے حساس و

حالات وماحول میں' آبادکاری وترقی کے مسائل میں' ملت ایران کی تقدیر ساز جنگ کے دوران جو اس پر خواہ مخواہ لادی گئی ہے' مشرق ومغرب طاقتور جہان خواروں کے خلاف مبارزہ میں جناب زینب کی شیفتہ ودلدادہ اور خاندان رسالت سے محبت رکھنے والی خواتین بڑی بھاری ذمہ داری اور جناب زینب کی طرح حسینی پیغام پہنچانے کا بوجھ اپنے سروں پر لئے ہوئے ہیں' یہ خواتین ملت ایران کی رہائی بخش نبرد آزمائی کے آغاز ہی سے مبارزہ کے تمام میدانوں میں برابر شریک اور عیناً حاضر رہیں' اب بھی باوجود اقتصادی ناکہ بندی کے خواتین نے جناب زینب کی تاسی کرتے ہوئے مبارزہ کا سلسلہ جاری رکھا ہے اور تحمل وبدباری' قناعت وکفایت شعاری و استقامت ومضبوطی کے ساتھ جہانخواروں کی دسیسہ کاریوں اور ریشہ دوانیوں کا گلا پیدا ہونے سے پہلے ہی گھونٹ دیتی ہیں اور ہمیشہ نوائے رزم وعزم وجہاد جناب زینب کے پیغام پر ہمہ تن گوش رہتی ہیں کہ انشاء اللہ ستمگروں اور طاغوتیوں کا دور بہت جلد ختم ہونے والا ہے اور ملک ایران کی شاندار تاریخ ان مبارزوں' ایثاروں' قربانیوں اور کوششوں کو اپنے اندر نقش برسنگ کردے گی۔

اسلام کی مجاہدہ ومبارز خاتون کی رحلت کی سالگرہ کے موقع پر ہم تمام مسلمانوں اور خصوصاً دوستداران وعاشقان راہ زینب کو تعزیت وتسلی دیتے ہیں اور یہ آرزو رکھتے ہیں کہ ہماری خواتین جناب زینب کی طرح زندگی بسر کریں گی۔

﴿اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ بَيْتِ النُّبُوَّةِ وَمَوْضِعِ الرِّسَالَةِ وَمُخْتَلَفَ الْمَلَائِكَةِ وَمَهْبِطَ الْوَحْيِ وَمَعْدِنَ الرَّحْمَةِ﴾

(اللہ نے آپؑ لوگوں کو):

اپنے دین کا ناصر

اپنے رازوں کا محافظ

اپنے علم کا گنجینہ، اپنی حکمت کا خزینہ

اپنی وحی کا ترجمان، اپنی توحید کا رکن

اپنی مخلوق پر گواہ، اپنے بندوں کیلئے نشان

اپنے شہروں کی قندیل

اور اپنی صراطِ مستقیم کے لیے دلیل قرار دیا

اس نے آپؑ لوگوں کو ہر قسم کی لغزشوں سے محفوظ رکھا

آزمائشوں سے بچایا

کثافت سے پاک رکھا

ہر قسم کے رجس کو آپؑ سے دور رکھا اور ایسا طیب و طاہر بنایا جو طہارت کا حق ہے۔

(زیارت جامعہ)

امام سجاد علیہ السلام
آزاد منش و معصوم امامؑ

امام سجاد علیہ السلام
آزاد منش و معصوم امامؑ

ولادت

۵ ؍شعبان شیعوں کے چوتھے امام اور سالکان راہ حقیقت کی زیب و زینت حضرت امام علی بن الحسین زین العابدینؑ کی ولادت باسعادت کی سالگرہ کا دن ہے جو ۳۸ ؍ ہجری میں شہر مدینہ شہر نور و اسلام کے اندر ظہور پذیر ہوئی۔

آپ نے خاندان پاک و طاہر رسالت میں دائرہ حیات کے اندر قدم مبارک رکھا اور خلوص و روحانیت، علم و دانش، بصیرت و فضیلت اور معرفت کی ایک دنیا عالم بشریت کے لئے تحفہ و سوغات لائے اور عبادت و ریاضت کا شوق و ذوق رکھنے والوں اور رہروان راہ معرفت و خداشناسی کو توحید و یکتاپرستی اور منطق و عرفان کے آب زلال سے سیراب فرمایا۔

امامؑ کا عہد زندگی

امام سجادؑ کی زندگی کا زمانہ بھی (دوسرے طیب و طاہر معصوم اماموں کی طرح) ایک پر اضطراب و خفقان دور میں گزرا، آپ کی زندگی ایک ایسے دور میں گزر رہی تھی جب کہ زر و سیم، مکر و فریب اور تلوار کی حکومت تھی، جو اضطراب و خفقان و بے قراری، خود خواہی و نفسیات اور بارزو باصلاحیت شخصیتوں کے حلب و قتل کے عروج کا دور تھا، اس حد تک کہ

آپؑ نے اپنے ۵۷ سالہ دورِ حیات میں یزید بن معاویہ' عبداللہ بن زبیر' مروان بن حکم' عبدالملک بن مروان اور ولید بن عبدالملک جیسے اموی خلفاء جور کو اپنی آنکھوں سے دیکھا' وہ خلفاء جنہوں نے ظلم و ستمگری میں بڑے بڑے ظالموں کو بھی مات دے دی تھی۔

آپؑ کے سرپر ناہموار و غیر معتدل سیاستوں کی کشاکش اور استبداد و مطلق المعنانی کے دور میں امت اسلامیہ کی رہبری کا بے حد حساس و دشوار فریضہ اور بہت ہی سنگین اور طاقت کو گھٹا دینے والی ذمہ داری کا بارگراں تھا اور اسی بناء پر آپؑ ہمیشہ بنی امیہ کے جاسوسوں اور خفیہ اور ظاہری نوکروں کے محاصرہ میں محصور رہے اور خوف و ہراس' رنج و مشکلات اور وحشت و اضطراب کی سایہ گستری سے ایک لحظہ بھی آسودہ نہیں رہے اور جب ہم اس امر کی طرف توجہ کریں کہ آپؑ شہیدان راہ فضیلت و آزادی کے جانکاہ رنج و غم' مصائب و آلام کے وارث تھے اس لحاظ سے یہ بھی ضروری تھا کہ آپؑ واقعہ کربلا کے پسماندگان اور اسیروں کی گرانقدر میراث کی پاسداری وحفاظت کریں اور شہداء نینوا کے گرانبہا خون کو ضائع ہونے سے روکیں' امامؑ کی اس کمرشکن ذمہ داری کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ ماننا پڑے گا کہ جناب سید سجادؑ کی ذمہ داریاں اور مسئولیت دوسرے تمام ائمہ معصومینؑ سے زیادہ اور ہر زمانہ سے زیادہ نازک تر' بیشتر' حساس تر اور سنگین تر تھیں۔

اس عظیم مسئولیت و ذمہ داری کے متعلق امامؑ کے شخصیت کی تحقیق و مطالعہ کے سلسلہ میں اس وقت کے ماحول' علامات و نشانات اور دوسرے گوناگوں مظاہر پر غائر نگاہ ڈالنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ہر فرد متلاشی کے نظر کو ہر چیز سے زیادہ دو بنیادی نکتے اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں جو واقعا لائق التفات و اعتناء ہیں۔

(ا)۔ مشکلات و صدمات کے تحمل کی راہ میں آپؑ کی استقامت و پائیداری۔

(۲)۔ انقلابی تعلیم وتربیت کے نقشِ عمل کی ایجاد اور اس کے لئے لوگوں کو آمادہ کرنا۔

پہلے نکتے کے بارے میں امام سجادؑ کی زندگی کی طرف (بطور خلاصہ ومختصر) لباس اسیری میں حضرتؑ کے جہاد ومبارزہ اور سفر کوفہ وشام وعراق ومدینہ کے ذریعہ اس حالت میں علیل وبیمار' ضعیف وناتوان تھے توجہ کرنی چاہئے کہ آپ نے گلی کوچوں میں' دروازوں پر' قصر شاہی وپائے تخت شاہی میں مسجد جامع اموی میں اور خود یزید کے دربار میں غرض ہر مقام پر نہایت متانت اور ایک خاص وزن کے ساتھ صبر وتحمل وحلم وبردباری کا مکمل ثبوت دیا' بغیر اس کے کہیں اور کسی مقام پر معمولی سی جزع وفزع اور بے تابی و بے قراری کا اظہار ہوا ہو' مقامی ومکانی موقعیت کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے تقریر فرمائی اور اپنے لرزہ براندام کردینے والے خطبوں اور دلوں کو ہلا دینے والی آگاہی بخش تقریروں کے ذریعہ استوار روح اور مصمم ارادہ کے ساتھ اثبات حقانیت فرمایا اور اس بات کو واضح کردیا کہ یہ لوگ جو کلام الٰہی قرآن مجید کی پیروی کا دم بھرتے ہیں نہ صرف یہ کہ ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ لوگ رہزن اور اسلام سے منحرف لوگ ہیں جو اسلام کے لبادہ اوڑھے ہوئے ہیں اور اپنے بداعمالیوں اور شرمناک حرکتوں سے اسلام کی جڑ پر کلہاڑی چلا رہے ہیں' اگرچہ الٰہی وعدہ حق ہے کہ وہ ذکر خدا اور اپنے آئین وقوانین کا خود محافظ ونگہبان ہے۔ ہاں! امامؑ استقامت وپائیداری کے ساتھ اور اپنی متانت وخودداری کی حفاظت کے ساتھ لباس اسیری میں اپنے پدر بزرگوار کے اسی مقدس جہاد اور خونین جنگ کی تعقیب وپیروی وتاسی کررہے تھے اور اسی پروگرام کا اجراء کررہے تھے جس کا آغاز آپؑ کے پدر بزرگوار اور بھائیوں نے خون وشمشیر کے لباس میں اس مقدس جہاد وپیکار کے مقصد کی حفاظت وتکمیل کے لئے کیا تھا اور شہادت کی سعادت حاصل کی تھی۔

دوسرا نکتہ: کوئی بھی انقلاب بغیر کسی تربیت لائحہ عمل اور بغیر کسی بنیاد اور استقرار و پائیداری کی قرارگاہ کے متزلزل و ناپائیدار رہتا ہے' وہ انقلاب جو اسلام کے نام سے اور اسلامی مسائل وضروریات اور تقاضوں کی سطح پر صورت پذیر ہوتا ہے اس کی شکل گیری کے مبادیات کو اتکال علی اللہ' روحانیت' خداشناسی اور مبادی ومعارف اصول دین کی شناخت کی فضیلت کی بنیادوں کی توسیع ونشر واشاعت کی ضرورت تشکیل دیتی ہے' امام سید سجادؑ کی زندگی کے ایک حصہ میں توجیہات وتوضیحات' ارشادات وہدایات کا یہ حصہ وافر مقدار میں نظر آتا ہے۔

امامؑ نے اپنی دعاؤں اور مناجاتوں کے ضمن میں بلند ترین معارف بشری پر ثمرترین انسانی فضائل عالیہ کو جو کہ اسلامی اصل انقلابات کا واحد نکتہ اعتماد ہے اسلامی واجتماعی عمیق ترین تعلیمات کے ایک حصہ کی صورت میں بیان فرمایا ہے اور ان معارف کے مشتاق وخواہشمند افراد کے حوالہ فرمادیا ہے۔ "صحیفہ کاملہ" حضرت امام زین العابدینؑ ۵۴ پر تاثیر' عظیم و جاوداں آثار کے ساتھ کہ جن دعاؤں کا چتری وگھنیرا سایہ بچپن سے ادھیڑ عمر تک، اور بیماری سے ستمگران جبار کے شر کے دفع ہونے تک بشری زندگی کے تمام پہلوؤں پر فردی واجتماعی تمام مراحل میں حاوی وسایہ فگن ہے' امامؑ کی دعاء "مکارم الاخلاق" ایک بے حد نفیس و بیش بہا خزانہ ہے جو اسلام کی اخلاقی' اجتماعی اور سیاسی معارف وتعلیمات کی تشکیل دیتا ہے کہ روحانیت شناس اور روح بشری کو سمجھنے کی کوشش کرنے والے اب بھی آسانی سے ان دعاؤں کی باریکیوں تک نہیں پہنچ سکتے' حضرت سید سجادؑ اس امر کی طرف پوری طرح متوجہ تھے کہ انقلاب بغیر روحانی پشت پناہی اور بغیر کسی تعلیمی واخلاقی زمینہ سازی کے ناپائیدار ہوگا اور بے علم وروحانیت لوگ تیز ہوا اور موجوں کا جزو ہوتے ہیں (وہ جن کا جوش وخروش صرف وقتی ہوتا

ہے) اور اسلامی فضیلت وعلم ودانش وبصیرت سے عاری افراد اپنے آپ کو اس بات کی اجازت دے دیتے ہیں کہ سچے امام وپیشوا کو جام شہادت نوش کرنے پر مجبور کردیں اور اس خاندان کو اسیر وقیدی بنالیں' چاہے وہ امام وپیشوا رسول اسلامؐ کے نواسے امام حسینؑ اور مقام رسالت سے نزدیک ترین فرد اور اسلام کے اساسی وبانی کردار ہی کیوں نہ ہوں۔

اسی ضرورت واحتیاج کی طرف متوجہ ہونے کا تقاضا یہ تھا کہ امام علیہ السلام کے گرانبہا اوقات وساعات تعلیم میں مصروف اور آموزش وپرورش اور علمی وفکری سطح استوار کرنے میں صرف ہوتے تھے' اگرچہ دعاؤں کے متن والفاظ وعبارت سے مناجات وراز ونیاز کی شکل نمایاں ہوتی ہے لیکن ہم دعاؤں کی معنویت پر غور وتحقیق کے ضمن میں یہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ یہ دعائیں عام دعاؤں کے معیاروں کے مطابق فقط اور خالص دعائیں نہیں کہی جا سکتیں بلکہ ان دعاؤں کے ضمن میں علمی مسائل' تربیتی اور قانونی حساس ترین مسائل کے ایک سلسلہ کی ترجمانی ہوتی ہے۔

حیرت انگیز انکشافات

نیوٹن سے پہلے

امام علیہ السلام نیوٹن کی قوت جاذبہ کے کشف سے دسیوں صدی قبل روشنی اور ہوا کے وزن کے متعلق بیان فرماتے ہیں اور حضرت اس طرف متوجہ ہیں اس مقام پر جہاں اپنے پروردگار کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں:

''سبحانک تعلم وزن السموات سبحانک تعلم وزن الارضین ' سبحانک تعلم وزن الشمس والقمر ' سبحانک تعلم وزن الظلمہ ولنور ' سبحانک تعلم وزن الفیئی والھواء''

''میرے پروردگار پاک و بے نیاز! تو آسمان و زمین کے وزن کو' افتاب و ماہتاب کے وزن کو' ظلمت و نور کے وزن کو' سایہ اور ہوا کے وزن کو جانتا ہے تو ہر شرک سے پاک و منزہ ہے۔''

پاستور (پیسٹر) سے پہلے

امام سید سجادؑ نے ''وریں'' جراثیم کے کاشف پیسٹر سے قبل پانی کے ذریعہ بیماری کے منتقل ہونے کے اسباب کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ صحیفہ کاملہ کی ۲۷ ویں دعا کے ضمن میں ملک کے سرحدی حکام اور وطن کے دشمنوں کے بارے میں اس طرح فرماتے ہیں:

'' اللھم وامزج میاھھم بالوباء واطعتھم بالادواء''

''خدایا! تو اپنی قدرت سے دشمنان اسلام کے پینے کے پانی کو مرض وباء سے ممزوج و مخلوط

کر دے اور ان کی خوارک کو مختلف بیماریوں' آفتوں سے ممزوج کر دے۔''

حقوق بشر

جس کام کو ادارۂ اقوام متحدہ نے دوسری جنگ عظیم کے دوران پچاس ملیون نفوس کے تلف ہونے کے بعد دنیا کے ۵۶ مختلف ملکوں کی مشارکت سے ۸۶ جلسوں میں پورے سات سو دنوں میں دسیوں ہزار گھنٹے مسلسل کام میں مشغول رہ کر ۳۰ دفعات کے تحت ''حقوق بشر'' کے نام سے دستور و قانون منضبط کیا' پھر بھی اس قانون کے نافذ و اجراء کرنے کی کوئی ضمانت نہیں ہے' جناب امام سید سجادؑ نے انہیں حقوق کے دقیق و باریک ترین گوشوں کو محض ایک نشست میں حقوق انسانی کے متعلق ۵۰ دفعات کے ضمن میں بیان فرما دیئے ہیں جس کی نفوذ و اجراء اور عملی پشتیبانی کا واحد ضامن ایمان و تقویٰ اور مبادی روحانیت کی شناخت کو قرار دیا ہے اور اس کی ایجاد کی راہ میں برابر سعی و کوشش فرماتے رہے۔

بے نظیر جرأت

امامؑ کی قوائے روحیہ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ امامؑ کی بے نظیر جرات اور فوق العادۃ دلیری و بے خوفی قابل ذکر صفت ہے' بہت سے بہادر جنگجو اشخاص یا بہت سے شجاع اور انقلابی لوگوں کو دیکھا یا سنا گیا ہے کہ کسی خالی خولی وعدہ یا وعید اور تہدید و دھمکی یا کسی چیز کی لالچ یا ایک دماغی دھلائی یا تشویش و اضطراب انگیز حالات پیش آ جانے اور خیالات و نظریات بدلوانے کے لئے شکنجہ دیئے جانے کی وجہ سے ان کی صاف گوئی بلکہ

بولنے کی طاقت بھی سلب ہو جاتی ہے' لیکن مکتب وحی کے تربیت یافتہ اور امت اسلامیہ کے امامِ برحق سخت ترین حالات میں اور اس حالت میں کہ خونخوار و جلاد و بد سرشتوں کا سامنا ہے اور ہر طرح کی آزار و تکلیف پہنچائی اور تہمت لگائی جا رہی ہے پھر بھی حقائق کے اظہار اور واقعیات کے دہرانے سے باز نہیں رہے اور ہر جگہ اور تمام دشوار و خوفناک حالات ماحول میں دلیرانہ شان سے قیام کیا اور بہادرانہ انداز میں حق و فضیلت کی طرف سے دفاع کرتے رہے اور اس معاملہ میں سرحد موت تک پیش قدمی جاری رہی اور موت و دوحشت کے معرکوں سے امامؑ سربلند و سرفراز ہو کر واپس آئے ہیں' دشمنوں کو ذلیل و خوار اور اہل بیتؑ کو شاد و مسرور فرمایا ہے۔ یہاں امام علیہ السلام کی ایک مختصر و پرشور خطابت کو سننا اور سنانا چاہتے ہیں جو حضرتؑ نے ابن زیاد کی حکومت کی راجدھانی بازار کوفہ میں فرمائی تھی:

''لوگو! جو شخص مجھے نہیں پہچانتا اس کے سامنے میں اپنے کو پہچنواتا ہوں' میں حسین بن علی بن ابی طالبؑ کا فرزند ہوں' میں اس شہید کا فرزند ہوں جن کی حرمت کو برباد کیا گیا اور ان کے اہل بیتؑ کو سیر کیا گیا اور ان کے مال و اسباب و اثاث البیت کو لوٹا گیا' میں (ان وجوہ کی بناء پر) اپنے کو ضعیف و ناتوان و مجبور نہیں سمجھتا' بلکہ میں اس بات پر فخر محسوس کرتا ہوں کہ ظالموں نے میرے پدر بزرگوار کو بے خطا و گناہ اور ناحق قتل کیا۔

لوگو! تمہیں خدا کی قسم! کیا تم نہیں جانتے ہو کہ تم نے میرے پدر بزرگوار کے پاس کیا کیا لکھا تھا؟ کیا یہ بھی جانتے ہو کہ پہلے تم نے حضرتؑ کے ساتھ بیعت کا پیمان باندھا اور اس کے بعد حضرتؑ کو دھوکہ و فریب سے شہید کر دیا؟ تمہیں موت آ جائے' تم نیست و نابود ہو جاؤ کہ اپنی خواہشات نفسانی کی تکمیل کے لیے تم کیسی ذلیل حرکتوں اور کتنے قبیح افعال کے مرتکب ہوئے' محشر کے دن بارگاہ عدل الٰہی میں کیا کہو گے؟ اس دن جب پیغمبرؐ تم سے

فرمائیں گے کہ ''تم نے میرے فرزندوں کو قتل کیا اور میری حرمت برباد کی؟ تم میری امت سے نہیں ہو' بتاؤ کس عقل اور کس منہ سے تم آنحضرت کا سامنا کرو گے؟''

یہ مختصر مگر جانگداز کلمات اس اضطراب و رعب و طاقت کے ماحول میں ادا کرنا صرف امام سید سجادؑ ہی کا کام تھا اور یہ جرات و ہمت صرف آپ کو زیب دیتی ہے اور صرف آپ کی ذات تھی جو اپنی اس روحانی قوت اور شخصیتی عظمت و بلندی کے ساتھ ایسی چنگاریاں سننے والوں کی جان و روح میں ڈال سکتے تھے جس کے اثر سے سب کے سب رونا اور آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرنا شروع کر دیں اور پھر اسی نقطہ سے امامؑ کے مقدس مقصد کے مفاد میں ضدِ حکومتی مہم کی تخم ریزی ہو' لوگ دل میں آمادگی کا عزم محکم کریں اور یزید اور اس کے ہوا خواہوں اور مددگاروں پر لعنت کرنے لگیں۔

شام میں حضرتؑ کا پرشور خطبہ

شام حکومتِ اموی کے پایہ تخت میں اس جگہ جہاں کی فضاء دشمن کی زہر آگیں تبلیغات سے بھری ہوئی تھی۔ امامؑ نے مذکورہ بالا دلوں کو ہلا دینے والے خطبہ کے مثل ایک تقدیر ساز خطبہ ارشاد فرمایا اور پروردگار عالم کی حمد و ثنا نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ بیان کی' اہل بیتؑ کے فضائل اور خانوادۂ مطہرہ رسالت کے خصوصیات بیان فرمائے۔ پیغمبر اسلامؐ علی بن ابی طالبؑ' جعفر طیار اور مجاہد شجاع سید الشہداء جناب حمزہ کی جانبازیوں کا ذکر فرمایا۔ جناب حسنینؑ کے علم و فضل کی منزلت بیان فرمائی اور پھر حضرت امام مہدیؑ کے ظہور کا مژدہ سنایا' تمام ائمہ طاہرین معصومین کے فضائل و مناقب بیان فرمائے۔

اس کے بعد حضرت سید الشہداءؑ و شہداء کربلا کی مظلومیت کو بیان کرنا شروع کیا اور فریاد بلند کی ابھی آپ کا یہ لرزہ براندام کر دینے والا خطبہ تمام بھی نہیں ہوا تھا کہ گریہ و نالہ و فریاد کا ایک شور برپا ہوا اور لوگوں کا ہیجان شدید ہو گیا' یزید نے لوگوں کے احساسات کو ناکارہ کرنے کے لئے حکم دیا کہ اذان کہیں تا کہ لوگوں کی توجہ حقیقت و واقعیت کی طرف سے موڑ سکے اور ستمگروں اور ظالموں کا تو ہمیشہ سے یہی معمول و دستور رہا ہے۔

جہان اسلام کی محبوب شخصیت جناب امام زین العابدینؑ جنہیں حقیقتاً دنیا نے پہچانا ہی نہیں کی توصیف ایک مختصر سے مقالہ میں ممکن ہی نہیں ہے اس لئے ہم اسے دوسرے موقع کے لئے اٹھا رکھتے ہیں۔

اس معصوم و بزرگوار شخصیت کی ولادت باسعادت کی سالگرہ کی مناسبت سے ہم تمام مسلمانوں کو عموماً اور اپنے انقلابی ہم وطنوں کو خصوصاً تبریک پیش کرتے ہیں اور تمام ملت کے لئے اس عظیم الشان پیشوا کے اصلاح کن ارشادات کی پیروی کی آرزومند ہیں۔

﴿اَلسَّلامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ بَيْتِ النُّبُوَّةِ وَمَوْضِعِ الرِّسَالَةِ وَمُخْتَلَفَ الْمَلائِكَةِ وَمَهْبِطَ الْوَحْيِ وَمَعْدِنَ الرَّحْمَةِ﴾

آپؑ لوگوں نے اللہ کے جلال کی تعظیم کی

اُس کی شان کو بلند کیا

اُس کے جود وکرم کی عظمت بیان کی

اُس کے ذکر کو دوام بخشا

اُس کے عہد و پیمان کو مضبوط کیا

اُس کے اطاعت کے بندھن کو مستحکم کیا

ظاہر و باطن میں اُس سے اخلاص برتا

اُس کے راستہ کی طرف (بندگان خدا کو) حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلایا

اُس کی خشنودی کیلئے اپنی جان دے دی

اُس کی راہ میں پیش آنے والی مصیبتوں پر صبر کیا

(زیارت جامعہ)

امام محمد باقر علیہ السلام
مشکلات علوم کے شگافتہ کرنے والے

امام محمد باقر علیہ السلام
مشکلات علوم کے شگافتہ کرنے والے

ولادت

بنابر روایتی ۳ رصفر شیعیان جہان اسلام کے پانچویں امام حضرت امام محمد باقرؑ کی ولادت باسعادت کی مبارک سالگرہ کا دن ہے۔ اگر چہ آپؑ کی ولادت باسعادت کی تاریخ پہلی رجب ۵۷ھ زیادہ شہرت رکھتی ہے۔

اسی مناسبت سے امام بزرگوار کے ۵۷ سالہ دور حیات پر ایک مقالہ مرتب ہوا ہے جسے ہم نذر ناظرین کرتے ہیں۔

حضرت ابوجعفر محمد بن علی نے عرصہ حیات میں مبارک قدم رکھے اور اپنی علمی و روحانی زندگی کا آغاز فرمایا' اس وقت دنیائے اسلام ایک علمی ماحول' فکری جدوجہد و ترقی کا اور ایک مکتبی و نظریاتی نہضت و برانگیختگی کا بہت زیادہ نیازمند تھا جو اسلام کی اساس کو دھمکیوں' آفتوں اور باطل و ناروا تبلیغات سے محفوظ رکھے۔

اس وقت اسلام اپنی روز افزوں اشاعت و پھیلاؤ کی وجہ سے اس وقت کے متمدن ملکوں کی فکری و سیاسی ملجاء و پناہ گاہ ہو گیا تھا' وہ ممالک جہاں کے عوام ناجائز ترجیحاتی سلوک اور طبقاتی اختلافات' مظالم و حق تلفیوں' قید و بند' غلامی کی زنجیروں کی تکلیفیں اور مشقتیں برداشت کر رہے تھے اور قابل اطمینان پناہ گاہ اور صحیح و سالم و مصلح و روحی و فکری مرکز کی جستجو

میں تھے؛ جب کہ اسلام سے زیادہ صالح تر و مصلح تر، زیادہ رواں اور زیادہ پر عطوفت کسی مکتب کا وجود نہیں تھا؛ جس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ مختلف موضوعات پر طرح طرح کے سوالات، احتیاجات اور دریافت طلب امور و مسائل لوگوں کے ذہنوں میں پیدا ہوتے تھے؛ ظاہر ہے کہ اس قسم کے سوالات کی جواب گوئی، اشتباہات کے رفع کرنے مشکل مسائل اور فکری و ذہنی امور و سوالات کو حل کرنے کے لئے پیغمبر گرامی قدر اسلامؐ کے علوم کے وارث حقیقی قرآن اور منطق اہل بیت علیہم السلام کے فکری مکتب کے تربیت یافتہ علوم و معارف کے شگافتہ کرنے والے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے زیادہ لائق و فائق کون ہوگا؟

امام محمد باقرؑ کی پر ہیجان و انقلاب زندگی بنی امیہ کی حکومت و طاقت کے زوال سے مقارن اور اس گروہ ظالم و سرکش کے ضعف و ناتوانی کے دور سے متصل تھی؛ وہ ایسا دور تھا کہ جب بنی امیہ کے حکام و قصر نشین اس بوسیدہ حکومت کے بچانے کی کوشش میں مصروف تھے اور ہاتھ پاؤں مار رہے تھے اور رہی سہی طاقت کے ذریعہ عوام پر طرح طرح کا دباؤ اور طرح طرح کی پابندیاں عائد کر رہے تھے اور اپنی حرکت مذبوحانہ سے یہ چاہتے تھے کہ اسلامی فکری انقلاب کی ترقی و تکامل کو روک دیں اور با استعداد و صلاحیت افق میں اس کے انوار کی تابش سے مانع ہوں۔

ان تمام فشاروں اور پابندیوں کے باوجود وہ اس امر پر قادر نہیں ہو سکے کہ علوم دوستوں اور علوم خواہوں کے خلاف جو وسیع و عریض اسلامی ممالک کے ہر چار جانب سے اس علم و دانش کے مشعل دار کی آستان بوسی کا عزم کرتے تھے، رکاوٹ کھڑی کریں اور نور الٰہی کی عظیم درخشانی کے سامنے کوئی پردہ قائم کر سکیں۔

کیونکہ ارادۂ الٰہی اسی اصل سے متعلق تھا کہ نور الٰہی اور اس کے توحیدی جلوے زیادہ

روشن اور زیادہ درخشاں ہوں اگر چہ ملحدین و کفار یہی چاہتے ہوں کہ اس نورِ تابندہ کو اپنی پھونکوں سے بجھادیں' لیکن یہ کام ان کی قدرت سے خارج اور قوت سے باہر ہے۔

مناظر کربلا کا ناظر و شاہد

آپؑ کا عہد طفلی یعنی چار سال کا سن مبارک تھا کہ کربلا کا خونین المیہ ۶۱ھ میں دریائے فرات کے کنارے وقوع پذیر ہوا' آپؑ نے اس کے حوادث کو متفحص' بابصیرت اور تیز بین نگاہوں سے دیکھا اور پھر حالت اسیری میں کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام اور شام سے مدینہ کے سفر کے دوران اپنی شیر دل پھوپھی اور کربلا کی بہادر خاتون کی شجاعت و دلیری اور اپنے پدر عالی قدر حضرت سید الساجدینؑ کے خطبے اور ارشادات و ہدایات کا مشاہدہ فرمایا تھا اور اسی وقت سے آپؑ نے شہادت و شجاعت و حریت کا درس اہل بیتؑ عصمت و طہارت کے مصلح مکتب میں حاصل کیا اور اس پر افتخار پرچم کو بھی علم و دانش کے پرچم کے ساتھ اپنے دوش مبارک پر بلند کیا اور آپؑ کو اس کا موقع ملا کہ خاص روحانی شہامت و شجاعت کے ساتھ مکتبی' عقیدتی اور علمی انقلاب کے پرچم کو بھی عالم اسلام میں سربلند کریں اور برحق و بجا طور پر "باقرؑ یعنی علوم اسلامی کے شگافتہ کرنے والے" کو حاصل کریں۔

امام محمد باقر علیہ السلام کے دور امامت میں جو تقریباً ۱۸ سال قائم رہا بنی امیہ کے حسب ذیل پانچ بادشاہ ہوئے' ولید بن عبدالملک' سلیمان بن عبدالملک' عمر بن عبدالعزیز' یزید بن عبدالملک اور ہشام بن عبدالملک' جن میں سے عمر بن عبدالعزیز نسبتاً عدالت خواہ شخص تھا باقی سب کے سب ظلم و ستمگری و استبداد و من مانی میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے

والے تھے اور سب کے سب پانچویں امام کے بارے میں برابر سخت گیر رویہ رکھتے اور مشکلات کا باعث بنے رہے۔

پانچویں امام علیہ السلام نے کافی مشکلات اور حد سے زیادہ سخت گیریوں میں محصور ہونے کے باوجود علوم و معارف کی نشر و اشاعت اور حقائق اسلامی کی تشریح و توضیح میں ذرہ برابر بھی کوتاہی نہیں فرمائی' آپ کی جدوجہد و مساعی جمیلہ نے اسلامی عظیم دانشگاہ کی تاسیس کے لئے سطح ہموار کی اور اسباب فراہم کئے اور بہت سے دانشمند شاگرد مثل محمد بن مسلم، جابر بن یزید جعفی' زرارہ بن اعین اور ان کے بھائی حمران اور دوسرے بیسیوں دانشمندوں نے آپ کے تربیتی مکتب میں دورہ دیکھا اور فارغ التحصیل ہوئے اور پھر امت اسلامیہ کی علمی رہنمائی اور فکری توجیہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

''ابن حجر عسقلانی'' جو اسلامی تاریخ کے دانشمندوں میں ایک ہیں اس بارے میں لکھتے ہیں:

''محمد باقرؑ نے علوم و معارف کے اتنے رموز و اسرار کو آشکارا کیا اور احکام و لطائف علوم کے اتنے حقائق بیان فرمائے ہیں کہ سوائے دلوں اور بصیرت کے اندھوں کے کوئی شخص ان کا انکار نہیں کر سکتا' اسی وجہ سے آپ نے مشکلات علوم کے شگافتہ کرنے والے (باقر العلوم) اور علم و دانش کے پرچم کو سربلند کرنے والے کا لقب حاصل کیا۔''

(الواعق المحرقہ، ص/۱۲۰)

ایک دوسرے عالم اہل سنت ''عبداللہ بن عطاء'' نامی جو امام کے ہمعصر تھے اس بارے میں لکھتے ہیں:

''میں نے علماء و دانشمندان اسلام کو کبھی کسی محفل میں کوچک تر و حقیر تر نہیں دیکھا سوائے محمد بن علیؑ کی محفل کے (کہ اس محفل میں سب کی حیثیت طفل مکتب کی ہو جاتی تھی) میں

نے حکم بن عینیہ کو جو اس زمانہ کے مشہور و معروف فقہاء میں سے ایک تھا۔ امام محمد باقرؑ کی بزم میں ایسا پایا جیسے ایک طفل خردسال استاد عالی مقام کے سامنے جو امامؑ کے علم و دانش کے بحر بیکراں سے کسب و تحصیل علوم و معارف کے لئے حضرت کے سامنے زمین پر زانوئے ادب تہ کئے ہوئے ہے اور آپؑ کے بے نظیر کلام اور بے مثال شخصیت پر فریفتہ دیوانہ ہوگیا ہے۔" (تذکرہ خواص الامہ، ص/۳۳۹)

امام محمد باقرؑ علوم و معارف اور اپنی اسلامی دریافتوں کو قرآن مجید سے بطور الہام حاصل فرماتے تھے اور اپنے ارشادات اور تقریروں میں قرآن مجید کی نورانی آیات سے مدد لیتے تھے اور انہیں بطور استدلال پیش فرماتے تھے اور اس آسمانی کتاب سے استشہاد فرماتے تھے اور اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ:

"میں جو مطلب بھی بیان کروں اس کے بارے میں تم مجھ سے پوچھ لیا کرو کہ یہ بات قرآن مجید میں کہاں ہے تاکہ میں اس مطلب سے مربوط آیت کی تمہارے سامنے معرفی کروں۔"

آپؑ سے خلفاء وقت کی عداوت کا سبب

اسلام کے برحق پیشواؤں اور خاندان رسالت کے رجال علم و دانش سے خلفاء وقت کی عداوت کی برانگیختگی اور سخت گیری کے مہم ترین اسباب میں سے ایک اہم سبب جامعہ بشریت کے مختلف طبقات کے دلوں کی گہرائیوں میں ان حضرات کی فوق العادت محبوبیت اور عمیق ہر دل عزیزی تھی اور یہ بات خلفاء وقت کے رنج و غم' تکلیف و ناراحتی و

بے چینی کا باعث ہوتی تھی۔ یہ لوگ ائمہ معصومین کی طرف لوگوں کے روحانی رغبت ومیلان کی وجہ سے یہ احساس کرتے تھے کہ ان کی حکومت ظاہری طاقت وقوت کے سہارے قائم ہے' اسی بناء پر ان کی سعی وکوشش آخر کار اسی اصل پر پہنچ کر استوار ہوتی تھی کہ اس خاندان عظمت وشرف کے زعیم وسربرآوردہ افراد کو راستہ سے ہٹادیں' یا انہیں اپنے زیر نگرانی رکھیں' امام علیہ السلام کے ہمعصر خلفاء وسلاطین بھی ہمیشہ امامؑ کی محبوبیت وہر دلعزیزی کی وجہ سے خائف وہراساں رہتے تھے اور حضرت کے وجود ذیجود کو اپنی حکومت کے لئے زبردست خطرہ سمجھتے تھے۔

امامؑ کے اخلاقی ارشادات کا ایک نمونہ

امام عالی مقام علیہ السلام کے تربیتی وارشادی ہدایات وفرمودات اجتماعی وسیاسی موضوعات پر بہت زیادہ ہیں' ہم ان نورانی کلمات وبیانات میں سے چند بطور نمونہ خوانندگان گرامی کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

امامؑ فرماتے ہیں: انسان کی زندگی میں بہترین ومہم ترین عمل تین باتیں ہیں۔

(۱)۔ اسلامی بھائیوں کے ساتھ مالی امور میں تعاون وہمدردی کا لحاظ رکھنا۔

(۲)۔ کردار وگفتار اور قضاوت (فیصلہ کرنے) میں انصاف وعدالت کے پہلو کا لحاظ رکھنا۔

(۳)۔ ہر حال میں اور ہر ماحول وہر موقع پر خدا کو یاد کرتے رہنا۔

امام علیہ السلام کی نظر میں یہ تین اصلیں ایک مسلمان انسان کی زندگی میں بزرگترین ومہم ترین فریضہ ہیں۔

شہادت

اگر چہ ہشام بن عبدالملک کو پانچویں امام کی شان میں بہت زیادہ جسارت و گستاخی کا کوئی بہانہ نہیں ملتا تھا پھر بھی وہ اپنے خبیث و نجس اور گندے خیالات وافکار سے اپنے ذہن کو صاف نہیں رکھتا تھا' چنانچہ اس پرانی گندی سیاست کی پیروی کرتے ہوئے کہ سربرآوردہ افراد کو نہایت خاموشی کے ساتھ اپنے اراستہ سے ہٹا دیتے تھے' اس نے بھی اپنے مددگاروں کے ذریعہ امام پنجم کو زہر دے دیا۔

امام ۱۱۴ھ میں شدید مسمومیت کے اثر سے درجہ شہادت کو پہنچے اور قبرستان جنت البقیع میں اپنے پدر بزرگوار کے پہلوے اقدس میں ہمیشہ کے لئے آرام فرمایا۔

امام پنجم جنہوں نے جامعہ اسلامی میں ایک زبردست علمی نہضت و بیداری کی بنیاد رکھی تھی اور توقع تھی کہ یہ عمارت اپنی ترقی و تکامل کے انتہائی عروج کی منزل تک پہنچ جاتی' کی رحلت ایک زبردست ضیاع اور ناقابل تلافی نقصان تھی' اس حادثہ فاجعہ نے دلوں کے اندر گہرے رنج و غم واندوہ کے تاثر کی ایک موج پیدا کر دی' لیکن یہ مسلمانوں کی خوش قسمتی تھی کہ امام کے فرزند و جانشین گرامی قدر حضرت امام جعفر صادقؑ نے جو اپنے پدر بزرگوار کی طرح علوم رسالت کے وارث اور امامت کے عہدۂ جلیلہ کے بدرجہ اتم لائق تھے بلافصل پدر بزرگوار کی جگہ لی اور جامعہ اسلامی کی رہبری کا کام اپنے ذمہ لیا اور پیہم کوششوں اور ناقابل خستگی جدوجہد کے ذریعہ امام پنجم کے علمی و تعلیمی مشن کو ثمر آور کیا۔

امام محمد باقرؑ نے جب یہ محسوس کیا کہ آپ کا دم واپسین قریب ہے تو اپنے فرزند دلبند کو قریب بلایا اور لازمی و ضروری وصیتیں فرمائیں اور مواریث امامت آپ کے حوالہ کرنے

کے بعد شیعیان آل محمد کی حمایت و سرپرستی کے بارے بے حد تاکید فرمائی۔

امام جعفر صادق نے عرض کیا کہ میں ہرگز اس کا موقع نہ آنے دوں گا کہ ہمارے ساتھی کسی دوسرے کے محتاج و دست نگر ہوں۔

امام محمد باقرؑ کے ارشادات

امامؑ نے علم حدیث کو زندہ کیا اور عظیم و وسیع علمی و فکری نہضت و بیداری پیدا کی جس کے آثار کتنی صدیاں گزر جانے کے بعد آج بھی موجود ہیں اور آج عظیم اسلامی علمی مراکز اور تعلیم گاہیں اور علمی حوزے آنجنابؑ کے علوم و معارف سے بہرہ مند ہو رہے ہیں اور فقہ و حدیث و تفسیر و اخلاق و دیگر معارف کی کتابیں حضرتؑ کے کلمات و ارشادات گہر بار سے درخشاں ہیں، جو حقائق و معارف حضرتؑ نے بیان فرمائے وہ اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ حتیٰ کہ فہرست وار بھی اس مختصر سے مقالہ میں سما سکیں۔ لیکن ہم اس مقام پر آپؑ کے سبق آموز فرمودات میں سے چند کو بطور نمونہ بیان کرتے ہیں تاکہ ہماری زندگی کے میدان میں مفید و کارآمد ہوں۔

(۱)۔ ایک عالم کی موت شیطان کی نظر میں ستر عابدوں کی موت سے بہتر ہے۔

(۲)۔ میرا ایک بھائی تھا جو میری نگاہ میں بزرگ و باعظمت تھا اس کا سبب یہ تھا کہ دنیا اس کی نظر میں بے حد حقیر تھی۔

(۳)۔ مصیبتوں میں صابر رہو، دوسروں کے حقوق پر دست درازی نہ کرو، دوسروں کے ساتھ بھلائی اور کارسازی اسی حد تک کرو کہ اس کا نقصان تمہارے لئے اس کے نفع سے زیادہ نہ ہو۔

(۴)۔ خداوند عالم نے تین چیزوں کو تین چیزوں میں پوشیدہ رکھا ہے۔

(۱) اپنی رضا و خوشنودی کو اپنی عبادت و پرستش میں پوشیدہ رکھا ہے اور کسی عبادت کو حقیر نہ جانو شاید رضائے الٰہی اسی عبادت میں ہو۔

(۲) اپنے غصہ کو (بندوں کی طرف سے) گناہوں میں مخفی رکھا ہے لہٰذا کسی گناہ کو معمولی مت سمجھو ممکن ہے کہ تو اسی گناہ کے سبب سے غضب خدا میں پڑ جاؤ۔

(۳) اپنے محبوب و پسندیدہ بندوں کو عام لوگوں میں چھپا رکھا ہے لہٰذا کسی فرد بشر کو حقیر نہ سمجھو شاید وہی شخص خدا کا محبوب بندہ ہو۔

(۵) جو شخص اس غرض سے مال دنیا حاصل کرے کہ لوگوں سے بے نیاز رہے اور اپنے خاندان کے آرام و آسائش کا وسیلہ فراہم کرے اور اپنے ہمسایوں کے ساتھ نیکی کرے تو قیامت کے روز اس کا چہرہ مثل ماہ شب چہاردہم درخشاں ہوگا۔

﴿اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ بَيْتِ النُّبُوَّةِ وَمَوْضِعِ الرِّسَالَةِ وَمُخْتَلَفَ الْمَلَائِكَةِ وَمَهْبَطَ الْوَحْيِ وَمَعْدِنَ الرَّحْمَةِ﴾

آپؑ لوگوں نے نماز کو قائم کیا، زکات کو ادا کیا

نیکی کا حکم دیا، برائیوں سے روکا

اور خدا کی راہ میں ایسا جہاد کیا جو جہاد کرنے کا حق ہے

یہاں تک کہ آپؑ حضرات نے اُس کی دعوت کا ہر طرف چرچا پھیلا دیا

اُس کے فرائض کو بیان کیا

اُس کی حدود کو قائم کیا

اُس کے احکام کی نشر و اشاعت کی

اُس کے نوامیس کو جاری کیا

اُس مقصد کے لیے خود کو راضی بہ رضا رکھا

اُس کے فیصلوں کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا

اور اُس کے تمام گزشتہ رسولوں کی تصدیق بھی کی

(زیارت جامعہ)

امام جعفر صادق علیہ السلام
فقہ جعفری کے رئیس و بانی

امام جعفر صادق علیہ السلام
فقہ جعفری کے رئیس و بانی

ولادت

۱۷ ماہ ربیع الاول ۸۳ھ کو عرصہ حیات میں قدم مبارک رکھا۔ آپ کی حیات مقدس کا آغاز نافرمانی وسرکشی سے معمور عصر اور زور وخفقان والی حکومت کے زمانہ اموی کی ظالم پر مکر وفریب حکومت کے خاتمہ اور عباسی فاشٹ حکومت کی تشکیل کے ابتدائی ایام میں ہوا اس حکومت کے خاتمہ اور اس نئی حکومت کی تشکیل کے سلسلہ میں دو متخاصم دوروں کے دوران فاصلہ کے وجود نے ایسے مناسب مواقع وموافق اسباب پیدا کر دیئے کہ یہ گرامی قدر نبویؐ یادگار اور تعلیم وتربیت محمدی کے یہ بزرگ ترین مروج اپنے ہدایت وتربیت کے فریضہ کی ادائیگی میں مناسب وشائستہ انداز سے مشغول ہو جائیں اور اپنی پیغام رسانی اور دینی والٰہی ذمہ داری کے انجام دینے میں اسلام اور امت مسلمہ کی حمایت میں سخت کوشش کریں اور بارگاہ خداوندی اور خلق خدا کے مفاد میں اپنے وجدانی وانسانی وظیفہ کو انجام دیں، وہ وظیفہ وفریضہ جس کی ادائیگی کے سلسلہ میں کبھی کبھی ظالم حکمرانوں کے ظلم وتعدی کے ساتھ زجر، شہر بدری اور طرح طرح کی زحمتوں اور مشقتوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا تھا، لیکن آپؑ نے تبلیغ وہدایت کے محاذ کو کبھی بھی خالی نہیں چھوڑا اور اپنے پیغمبرانہ فریضہ کی انجام دہی میں، زجر، تبعید اور شکنجوں سے ہرگز ہراساں نہیں ہوئے اور اپنے آپ کو تمام ظلم وستم کی

موجوں کے مقابل ثابت قدم رکھا تا کہ اسلام فتحمند ہواور گرانبہا تعلیمات قائم ہوجائیں اوراس میں نشو ونما کا آغاز ہو۔

جعفری دانشگاہ (یونیورسٹی) کے موسس وبنیان گزار

امام صادقؑ مدینہ میں ایک عظیم حوزۂ علمیہ کے موسس وبنیان گزار تھے جس کے مختلف مدرسوں میں ہزاروں افراد علوم وفنون اسلامی کے گوناگوں شعبوں میں مشغول تعلم وتحصیل علوم تھے، صرف فقہ وعلوم اسلامی سے متعلق کوفہ کی مسجدوں میں چار ہزار سے زیادہ افراد اپنے استاد (امام) کے بیانات کی تکرار کرتے اور پھران کے بارے میں تحقیق وتدقیق وبحث وتمحیص کرتے تھے اوان سب کی گفتگوؤں اور بحثو کا واحد سرچشمہ ومدرک ومستند انہیں امام بزرگوار اورآپ کے پدر عالی قدر حضرت امام محمد باقر کے بیانات وارشادات اور علمی توجیہات ہوتے تھے۔

آپ ہی علم حدیث وروایت کے مختلف شعبوں کے بنیاد رکھنے والے اور منظم کرنے والے ہیں جس کی وجہ سے احادیث اوران کے پرعظمت ومنزلت مراتب کے ساتھ ہی شیعیان آل محمد کی قدرومنزلت اوران کے اعتبار ووثوق کو بھی بلندی ملی اور چار ہزار نفوس سے زیادہ نے ایک وقت اورایک زمانہ میں حضرت کی بارگاہ سے اس شعبہ میں کسب علم و دانش اور نقل روایت کیا ہے' حدیث ومعارف اسلامی کے چارسو اصول جو ہماری چاروں معتبر کتابوں کافی شیخ ابوجعفر کلینی' من لایحضرہ الفقیہ ابن بابویہ جناب شیخ طوسی کی تہذیب الاحکام واستبصار کا واحد سرچشمہ ہیں اور یہ چارسواصول امام صادق علیہ السلام کے باصلاحیت

واستعداد شاگردوں کا امامؑ سے براہ راست حاصل کیا ہوا خزانہ ہیں' امامؑ کے تربیتی مکتب و مرکز میں ابان بن تغلب محمد بن مسلم اور زرارہ بن عین (ابوبصیر' حمران بن امین' محمد بن علی مومن طاق' ہشام بن سالم' ہشام بن حکم' کمیت بن یزید اسدی اور مفضل بن عمرو) وغیرہ جیسے شاگردوں نے پرورش پائی' ان میں سے ابان بن تغلب نے تیس ہزار سے زائد حدیثیں اور محمد بن مسلم نے سولہ ہزار حدیثیں امام صادقؑ سے اور تیس ہزار سے زائد آپؑ کے پدر بزرگوار حضرت امام محمد باقرؑ سے نقل کی ہیں اور دوسرے شعبوں جیسے فزکس (علم الاجسام)' کیمیا (علم خواص اجسام طبیعی) اور علم کلام میں جابر بن حیان ثقفی اور ہشام بن حکم شاگردوں نے تربیت پائی اور یہ دونوں دنیائے علوم میں علم کیمیا و علم کلام کے بانیوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔

مادہ پرستوں کے شبہات کا ازالہ اور جواب

امام جعفر صادق علیہ السلام کے دور امامت میں مادیت پرستانہ افکار اور کافرانہ و ملحدانہ خیالات و نظریات کافی رواج پا چکے تھے' چنانچہ مادی افکار کا اظہار کرنے والوں اور کفر و زندقہ' دہریت و بے دینی کی سلسلہ جنبانی کرنے والوں میں سے چار اشخاص نے اپنے ملحدانہ خیالات کی نشر و اشاعت کا بیڑا اٹھایا تھا اور ان سرپھروں کے مقابلہ میں تنہا اسلام کے سچے پیشوا اور رہنما امام صادقؑ تھے جو ناقابل شکست قلعہ کی طرح استقلال و استقامت کے ساتھ اسلام کی طرف سے دفاع فرما رہے تھے اور ان دہریوں کے باطل و گمراہ کن خیالات و افکار کے عوام پر اثر انداز ہونے کے درمیان سدِ سکندری بنے ہوئے تھے اور ان

کے گمراہ کن شبہات کے منطقی اور دندان شکن جوابات دیتے تھے اور ہر قسم کے شبہ کا ازالہ طاقتور منطقی اصول اور اپنے واضح بیان کے ذریعہ فرماتے تھے۔ امام ہر شخص کی بات کو نہایت سنجیدگی و متانت کے ساتھ غور سے سماعت فرماتے اور اس بعد اپنی واضح و مدلل تقریر اور خاموش و قانع کر دینے والی منطق کے ذریعہ جواب عنایت فرماتے تھے۔

دہریوں کے نظریات کے ہواخواہوں اور ہم خیالوں میں سے جو شخص بھی امام کی خدمت میں آ کر بحث و مباحثہ کرتا وہ انجام کار بلاتردید اپنی شکست اور حق و حقیقت کی فتحمندی و کامیابی کا کھلے دل سے اعتراف کرتا اور پھر امامؑ کی دلکش و دل نشین منطق و تقریر کا مفتون و شیفتہ ہو جاتا تھا۔

فقہ جعفری کے بانی

ہمارے چھٹے امامؑ نے اموی دور سلطنت کے ہرج و مرج کے دوران موقع و فرصت کو غنیمت سمجھا اور معارف اسلام کی تبلیغ و ترویج اور نشر و اشاعت میں ہمہ تن مصروف ہو گئے اور پیغمبر اسلامؐ کے آئین کی اشاعت کی اور معارف اسلام کے بہت سے اصول و فروع کو دوبارہ ظاہر کیا' آپ کے گرانقدر بیانات' ارشادات اور رہنمائیوں نے جہالت و نادانی کے موٹے اور بھاری بھرکم پردوں کو چاک کر دیا اور پیغمبر اسلامؐ کے پیش کردہ واقعی آئین و دستور کو لوگوں کے سامنے اس طرح پیش فرمایا کہ لوگ نئے سرے سے اسلامی تعلیمات سے آشنا ہوئے اور اسی لحاظ سے آپ کو لوگ آئین محمدیؐ کا موسس و بنیان گزار جانتے ہیں اور آپ کے فقہ کو مالکی' حنفی' شافعی اور حنبلی فقہوں کی روش اور نظریاتی طرز کے

مطابق فقہ جعفری کے نام سے یاد کرتے ہیں' امام صادقؑ دوسرے فقہی مکاتب کے برخلاف اجتہاد کا دروازہ بند نہیں کرتے اور آئندہ پیش آنے والے خصوصی مسائل کے حل کے لئے مستحکم بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

آج فقہ جعفری دوسرے فقہی مکاتب سے کہیں زیادہ مجالس قانون ساز میں مرکز توجہ ہے ابھی چند سال قبل رئیس جامعہ الازہر مصر نے فقہ جعفری کو رسمی و قانونی حیثیت سے تسلیم کیا اور برادران اہل سنت کو دوسرے فقہی مکاتب کی طرح اس فقہ کے مسائل پر بھی عمل کرنے کی وصیت کی بعد میں اخبار و جرائد نے لکھا کہ پاکستان میں دس لاکھ سے زیادہ افراد نے وسیع پیمانہ پر مظاہرہ کیا' ان کا مطالبہ یہ تھا کہ اس ملک میں بھی فقہ جعفری کو قانون حیثیت سے تسلیم کیا جائے اور اس قسم کی بیداریاں اور آگاہیاں اس فقہ کے بارے میں دوسرے ممالک میں بھی ظہور پذیر ہوئی ہیں۔

اور ایران کا عظیم اسلامی انقلاب تو اس باعظمت فقہ جعفری کی درخشندگی کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے جو آزاد و دانشمند و اسلام شناس و ذمہ دار فقہ کو یہ تمکن اور یہ موقع فراہم کرتا ہے اور یہ حق دیتا ہے کہ وہ اپنے پیروؤں کی حاکمیت و سرپرستی اور جملہ امور کی زمام اپنے ہاتھوں میں لے اور جملہ امور دنیوی و اخروی' امور مادی و معنوی میں لوگوں کی رہبری و رہنمائی و ارشاد و ہدایت کرے۔

امام علیہ السلام کے چند ارشادات و ہدایات

امام صادقؑ اپنے لامتناہی علوم کو لوگوں کے اختیار میں دے دیتے تھے' اپنے سخنان جاودان و پائندہ میں ایک مقام پر ارشاد فرماتے ہیں۔

میں علوم کو چار اصولوں میں منحصر و محدود پایا:

(۱)۔ اپنے خدا کو پہچان لے۔

(۲)۔ اسے سمجھ لے کہ اس نے تیرے ساتھ کیا کیا ہے اور وجود و ہستی کی کون کون سی نعمتیں اور کیسی کیسی بخششیں تجھے عطا کی ہیں۔

(۳)۔ اور نعمتوں اور بخششوں کے مقابلہ میں تجھ سے کیا چاہا ہے۔

(۴)۔ کون سی خطا اور کون سا گناہ تمہاری روح کی روشنی کو بجھا دے گا؟

ہم ان چار اصولوں کے ساتھ لوازمات کو پہچان لیں گے کیونکہ خدا کی شناخت کے ساتھ اس کی نعمتیں بھی پہچان لی جائیں گی اور نعمتوں کی شناخت شکر گزاری کی موجب ہوگی اور شکر گزاری فریضہ کی انجام دہی کا موجب ہوگی اور ادائے فرائض اللہ کی عبادت و پرستش ہے' پس جو شخص خدا کو پہچان لے اور خطا سے جو دین کے لئے آفت ہے' پرہیز کرے اس نے علوم کی حقیقت کو پالیا ہے اور اس نے اپنے علم سے بصیرت و معرفت کو ڈھونڈ نکالا ہے۔

مکتبی مبارزہ کے بنیان گزار امام صادقؑ کی شہادت

امام صادقؑ کو اپنی زندگی کے آغاز ہی میں عظیم تحولات وتغیرات کا سامنا تھا۔

ایسے تغیرات جنہوں نے حضرتؑ کو آمادہ کیا کہ طاغوتی قصروں اور پناہ گاہوں کے منہدم کرنے کے واسطے پیہم و مسلسل مبارزہ کا آغاز کریں اور امانت دین کے پہنچانے کی ذمہ داری کے واقعی وحقیقی ماہیت کو انحرافی رجحانات کے برخلاف حضرتؑ کے میدان مبارزہ میں شناخت کیا جاسکتا ہے' ایسے رجحانات جو بعض افراد کے ذہنوں میں پیدا ہو گئے تھے جیسے جعفر بن امام علی نقیؑ جو جعفر کذاب کے نام سے مشہور ہوئے اور جو امامت کا دعویٰ کرتے تھے ان رجحانات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ایسے رجحانات جن کے ذریعہ دشمن یہ چاہتے تھے کہ فلسفہ امامت کو مخدوش وعیب دار کردیں اور ان جماعتوں کو جو ہمیشہ انقلابی واسلامی خط کے پیرو رہے انہیں اس راہ مستقیم سے ہٹادیں' لیکن امام علیہ السلام جو ان جماعتوں کے ارادہ کے مظہر تھے اپنے اس مسلسل مکتبی مبارزہ کے ذریعہ جو حضرتؑ کے آباء واجداد کی تعلیمات سے پیدا ہوا تھا لوگوں کو امامت کا خط مستقیم پہنچوا سکے اور منحرف رجحانات کے اہریمنی چہرہ کو جو امامت کی نقاب کے اندر رہ کر اپنا کام کر رہے تھے آشکارا کرسکے۔

یہی اسباب تھے کہ امامؑ نے "صادق" کا لقب حاصل کیا تاکہ جھوٹے چہروں کی نقاب پارہ پارہ ہوجائے اور باطل کے مقابلہ میں حق پہچانا جاسکے سیاسی لحاظ سے بھی امام صادقؑ کا زمانہ مسلمان رضاکاروں اور علوی سادات کے لئے استبداد' گھٹن' بندشوں' پابندیوں اور قتل وغارت مشقتوں اور شکنجوں کا زمانہ تھا۔ ظالم وجلاد خلفاء امام حسینؑ کی تاریخی نہضت کو

یاد کرکر کے ایک عجیب وحشت میں مبتلا رہتے تھے لہٰذا وہ اپنی تمام تر کوششیں اس امر میں صرف کرتے تھے کہ نہ صرف یہ ائمہ میں سے کوئی بھی دوبارہ ایسے عاشورہ کی تجدید نہ کرسکے بلکہ یہ بھی چاہتے تھے کہ اس واقعہ ہائلہ کی یاد لوگوں کے دلوں سے محو ہوجائے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ امامؑ کس طرح اپنی خاص درایت وتدبر سے اسلامی قوتوں کے جامعہ کی تعمیر کے ساتھ ہی ساتھ جو داخلی رجعت پسندی کے خلاف نبرد آزما تھیں اس تاریخی حساس مرحلہ سے بھی گزر جاتے ہیں اور فلسفہ امامت کو اس کی گوناگوں خصوصیات کے ساتھ لوگوں کو تعلیم دیتے تھے اور مسلم انقلابیوں کو یہ سکھاتے ہیں کہ استبداد ورجعت پسندی کے خلاف حضرتؑ کے خط مشی سے استفادہ کرتے ہوئے کس طرح حیات ارتجاعی واستبدادی کی تجدید واشاعت کو آگے بڑھنے سے روکا جاسکتا ہے۔ امام صادقؑ اپنے دوستوں کو انحرافات سے مقابلہ اور امامت وولایت کے مکتبی بنیادوں کی تقویت کی راہ میں برابر وصیت فرماتے تھے کہ ہرگز ستمگروں کی مدد اوران سے تعاون نہ کریں اور برابر یہ بھی سفارش فرماتے رہتے تھے کہ اپنے معاملات کو (فیصلہ کے لئے) ظالموں اور ستمگروں کی (نام نہاد) عدالت میں نہ لے جائیں اس کے بارے میں صاف صاف فرماتے ہیں کہ:

''میں ہرگز اس امر کو دوست نہیں رکھتا اور پسند نہیں کرتا ہوں کہ ستمگروں کی منفعت کے لئے ایک گرہ بھی کھولوں یا کوئی گرہ باندھوں یا قلم کو تر کروں تمام ستمگر اوران کے اعوان و مددگار قیامت کے دن عذاب الٰہی میں مبتلا ہوں گے یہاں تک کو خداوند عالم تمام بندوں کے درمیان فیصلہ سے فارغ ہو۔''

فقیہ نماؤں اور طاغوتیوں کی معاونت کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ:

''جس وقت فقہاء کو سلاطین کے ہمرکاب دیکھو تو انہیں ان کے دین وتقویٰ کے بارے

میں متہم کرو۔"

اب جب کہ امام صادق علیہ السلام کے مبارزہ اور تربیتی مکتب کے متعلق مختصر حالات سے ہم وقف ہو گئے ہیں تو مناسب نہیں ہے کہ حضرتؑ کے بارے میں بعض دانشمندوں اور مورخوں کے اعترافات کو نہ ہرادیں تاکہ آنحضرتؑ کی شخصیت کے تمام گوشوں کے بارے میں زیادہ سے زیادہ واقفیت حاصل کر سکیں۔ مسلمان وعیسائی دانشمندوں میں سے دس اشخاص امام صادقؑ کے متعلق اس طرح اظہار خیال کرتے ہیں۔

(۱)۔"ڈاکٹر حامد حنفی قاہرہ کے خارجی زبانوں کے کالج میں عربی ادب کے استاد اپنے اس مقدمہ میں جو کتاب "الامام الصادق مولفہ اسد حیدر دانشمند عراقی پر لکھا ہے لکھتے ہیں:

"۲۰ سال سے زیادہ زمانہ گزر گیا کہ میں تاریخ فقہ وعلوم اسلامی کی تحقیق کر رہا ہوں' خانوادۂ باکرامت نبوی کے پاک وطاہر فرزند حضرت امام صادقؑ کی نمایاں شخصیت نے مجھے اپنی طرف خاص طور پر متوجہ کیا' میں اس نظریہ پر پہنچا ہوں کہ آپؑ علوم اسلامی کے موجد ومتفکر رہبروں میں سے ایک ہیں اور آپؑ ان اولین متعہد ومسئول وذمہ دار متفکرین میں سے ہیں جو ہمیشہ تمام دانشمندان شیعہ واہل سنت کے لئے مورد توجہ رہے ہیں اور رہیں گے۔

(۲)۔"مالک بن انس" اہل سنت کے امام الحدیث امام صادقؑ کی شخصیت کے بارے میں کہتے ہیں:

"جس زمانہ میں امام صادقؑ کے ساتھ آمد ورفت رکھتا تھا اس وقت حضرتؑ کو تین حالتوں میں سے ایک میں پاتا تھا' یا تو نماز پڑھتے ہوئے' یا روزہ کی حالت میں' یا اس حالت میں کہ قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول رہتے تھے۔ میں نے علم ودانش وعبادت کے لحاظ سے

جعفر بن محمد صادقؑ سے زیادہ بہتر و باصلاحیت و استعداد کسی کو نہیں پایا۔"

(تہذیب۔ جلد۲۔ ص۱۰۴)

(۳)۔ "امام ابو حنیفہ" اہل سنت کے امام و فقیہ کہتے ہیں:

"میں نے امام جعفر بن محمدؑ سے زیادہ فقیہ کسی کو نہیں دیکھا' ایک روز منصور عباسی کے کہنے پر میں نے چالیس اہم فقہی مسائل مرتب کئے تاکہ سب کو ایک ہی جلسہ میں منصور کے دربار میں امامؑ کے سامنے پیش کئے جائیں اور جواب طلب کیا جائے جس وقت میں خلیفہ کے دربار میں امام جعفر بن محمدؑ کے روبرو ہوا اور سوالات پیش کئے گئے تو امامؑ نے ان سوالات کے جوابات مع موارد اختلاف اقوال کے اس طرح بیان فرمائے اور ان چالیس سوالات کے اس طرح مکمل جوابات فرمائے کہ (دربار کے) تمام لوگوں نے اعتراف کیا کہ آپ عالم ترین مردم اور ان میں سب سے زیادہ لوگوں کے اختلاف آراء کے موارد سے واقف ہیں۔" (مناقب ابو حنیفہ، جلد/۱، ص/۱۸۳)

(۴)۔ "ابن العوجاء" مشہور و معروف سفسطہ گو و جدلی امامؑ کے بارے میں اعتراف کرتا ہے۔

"اگر روئے زمین پر کوئی روحانی فرد وجود رکھتی ہو جو کبھی بشر کی شکل میں بھی جلوہ گر ہو جاتی ہو تو وہ جعفر بن محمدؑ ہی ہیں۔" (ملل نحل للشہرستانی۔ جلد/۱، ص/۲/۲۷۲، طبع/۳)

(۵)۔ "حسن وشاء" مشہور اسلامی متکلمین میں سے ایک کہتا ہے کہ:

"میں نے اس مسجد کوفہ میں نو سو سے زیادہ استادوں کو دیکھا جو سب کے سب یہی کہتے تھے کہ جعفر بن محمدؑ نے ہم سے یہ حدیث بیان فرمائی۔" (مجالس سید امین، ج/۵، ص/۲۰۵)

(۶)۔ مولف کتاب قاموس الاعلام مسٹر شمس سامی' اپنی کتاب (دائرۃ المعارف جلد۳۔ ص

۱۸۲۱) میں حضرت صادقؑ کے بارے میں کہتے ہیں:

''جعفر بن محمد شیعوں کے بارہ اماموں میں سے ایک ہیں' آپ کی مادر گرامی قدر جناب ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابو بکر ہیں۔ ۸۲ھ میں مدینہ میں متولد ہوئے' آپ جو امام محمد باقرؑ کے سب سے بڑے فرزند تھے علم وفضل میں یکتائے روزگار تھے اور آپ کے جلسہ درس میں امام ابو حنیفہ نے زانوئے ادب تہ کیا ہے اور آپ کے علوم ظاہری وباطنی سے بہت کچھ بہرہ ور ہوئے ہیں۔ امام جعفر صادق جبر ومقابلہ' علم کیمیا (علم الاجسام) اور دوسرے علوم میں تبحر کامل رکھتے تھے اور جن لوگوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کسب فیض وتحصیل علم کیا ہے ان میں سے جبر ومقابلہ میں تخصص (اسپیشلسٹ) جابر بن حیان تھے' آپ زہد وتقویٰ اور قناعت وحسن معاشرت میں اپنا مثل ونظیر نہیں رکھتے تھے' اپنی عقل وخرد لیاقت وشائستگی کی وجہ سے ''صادق'' یعنی راستگو (سچ بولنے والے) کے نام سے مشہور ہوئے' ابو جعفر منصور دوسرا عباسی خلیفہ امام کی اجتماعی قدر ومنزلت وشان وعظمت کی بناء پر تعظیم وتکریم کے ساتھ آپ کو بلاتا تھا اور آپ کے ارشادات اور رہنمائیوں سے بہرہ مند ہوتا تھا۔ ابو مسلم خراسانی نے پہلے پہل حکومت آپ ہی کے سپرد کرنی چاہی تھی لیکن آپ نے اسے قبول نہیں کیا۔

آپ کے سات فرزند اور تین جز ادیاں تھیں۔ ۱۴۸ھ میں مدینہ کے اندر تقریباً ۶۵ سال کی عمر میں دنیا سے رحلت فرمائی اور اپنے جد وپدر کے جوار میں مدفون ہوئے۔ آپ مذہب شیعہ کے امام وپیشوا ہیں اور آپ کے پیرو جعفری کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔''

(۷) ''ڈاکٹر احمد امین'' مشہور مصری اہل قلم اور ''فجر الاسلام'' و ''ضحی الاسلام'' نامی کتابوں کے مؤلف کہتے ہیں:

''شیعہ فرقہ کی فقہی وقانونی بزرگ ترین شخصیت بلکہ مختلف اسلامی زمانوں میں بزرگ ترین علمی شخصیت امام جعفر صادق کی ہے' آپؑ اپنے زمانے میں اور بعد کے ادوار میں بھی اسلامی دنیا کے بزرگ ترین شخصیتوں میں سے ایک تھے' منصور کی حکومت کے دسویں سال رحلت فرمائی۔'' (دائرۃ المعارف۔ج/۴۔ص/۴۶۸)

(۸)۔''فرید'' مولف دائرۃ المعارف کہتا ہے:

''جعفر بن محمد صادق کے علم ودانش کا گھر (دانشگاہ) روزانہ بڑے بڑے علماء اور دانشمندوں سے پر ہو جاتا تھا' وہ علماء جو علم حدیث' تفسیر' فلسفہ اور کلام کے کسب وتحصیل کے خواہشمند تھے' آپؑ کے حلقہ درس میں مشہور علماء میں سے اکثر واغلب اوقات ۲ ہزار نفوس اور کبھی کبھی چار ہزار افراد تک شریک ہوتے تھے۔'' (دائرۃ المعارف۔ج/۴۔ص/۴۶۸)

(۹)۔''بطرس بستانی'' کہتا ہے:

''جعفر بن محمد صادق فرزند زین العابدینؑ سادات وبزرگان اہل بیتؑ میں سے تھے اس کا سبب کہ آپ کا لقب ''صادق'' ہے یہ کہ آپؑ صدق گفتار تھے' آپؑ کی فضیلت عظیم ہے آپ علم جبر وشیمیا میں نظریات رکھتے ہیں اور آپ کے شاگرد رشید ونامور جابر نے ایک کتاب مرتب کی تھی جو ایک ہزار صفحات پر مشتمل تھی۔'' (دائرۃ المعارف۔ج/۴۔ص/۴۶۸)

(۱۰)۔آخری قول ایک مسیحی عالم عارف ''تامر'' استاد دانشکدہ مباحث شرقی قاہرہ کا ہے وہ امامؑ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

''جو شخص بے غرض وغیر متعصب ہو کر امام جعفر بن محمد صادق کی شخصیت کے بارے میں جدید علمی اصول کی پیروی کرتے ہوئے ہر قسم کے میلان وتعصب واحساس نسل ونژاد سے عاری وبے نیاز ہو کر علمی وواقعی تحلیل وتجزیہ میں مشغول ہوگا تو اس کے لئے سوائے اس کے

کوئی چارہ نہیں ہے کہ اس بات کا اعتراف کرلے کہ امامؑ کی شخصیت ایک مجموعہ ہے، فلسفی جسے اپنی ذات پر اعتماد ہے جو بہت سے ابتکارات اختراعات کا سرچشمہ اور جس نے نئے نئے افکار اور جدید احکام کی بنیاد رکھی ہے اور نئی نئی راہیں دکھائی ہیں۔"

(مقدمہ کتاب الھفت والاظلہ۔ص/۱۵۔۱۶)

شہادت

امام صادقؑ کی شہادت ۲۵/ماہ شوال ۱۴۸ھ کو منصور خلیفہ عباسی کی حکومت کے دور میں واقع ہوئی' ایسے زمانہ میں کہ جب ملک امور وحالات مضطرب تھے فتنوں اور ہنگاموں کی بہتات تھی' نہ خون کا کوئی احترام باقی رہ گیا تھا اور نہ دین کی کوئی قدر و قیمت تھی اور نہ عوام پر کسی قانون کی حکومت تھی' حکام وقت مکمل استبداد و مطلق العنانی کے ساتھ حکومت کرتے تھے جلادوں کے ہاتھ میں رعیت کی حیثیت ایک کھلونے سے زیادہ نہیں تھی ۔پیروان علیؑ اور دوستداران اہل بیتؑ انتہائی عسرت وتنگدستی میں زندگی بسر کر رہے تھے' امیر المومنین حضرت علیؑ اور آپؑ کے خاندان گرامی کی شان میں بدگوئی اور گستاخانہ کلمات کہنا' بزرگان دین کی شان میں اہانت وناسزا گوئی پرانی عادت بن چکی تھی جو اکثر جالس و اجتماعات' مسجدوں' گلیوں' دروازوں' دینی اور درس کی مجلسوں میں اور تمام جگہوں پر سنی جاتی تھی' سرکاری داستان سرا وقصہ گو انہیں گستاخیوں اور بے ادبیوں سے اپنے قصوں کا آغاز کرتے تھے' اہل بیت رسالتؑ اس قسم کی یاوہ گوئیوں اور ہرزہ سرائیوں کو سننے اور اس قسم کی مصیبتوں اور مشقتوں کو برداشت کرنے کے ساتھ ہی انتظار فرج میں اور صابروں کے لئے

وعدۂ الٰہی پر طمینان کے ساتھ بسر کر رہے تھے' فقط عمر بن عبدالعزیز کا دور حکومت کچھ غنیمت تھا جس نے تھوڑی ہی مدت میں سابق ناگوار حالات کو بدل دیا تھا لیکن اس کی حکومت کا دور بھی مختصر ہی تھا۔

امام صادقؑ ایسی فضا میں زندگی بسر کر رہے تھے اور اس طرح کے مصائب برداشت کر رہے تھے اور حوادث کے آتشدان میں پانی ملاحظہ فرما رہے تھے کیونکہ ہر انقلاب واقدام کی تکمیل وترقی کے لئے فکری آمادگی اور علمی پناہ گاہ کا ہونا لازمی ہے اور بغیر اس کے ہر کسی انقلاب ونہضت کی عمارت مضبوط وپائیداری نہیں رکھتی امام صادقؑ اس بنیاد کی تقویت کے لئے آمادہ ہوئے اور شاگردوں اور دانشجویوں کی تربیت میں ہمہ تن مصروف ہوگئے اور لوگوں کی فکری وروحی ریاست وپیشوائی کی ہدایت ورہبری فرمائی۔

آپؑ مسلمانوں کی علمی حرکت اور فکری بیداری کا آغاز کرنے والے تھے وہ تعلیم گاہ جو آپؑ نے قائم کی وہ وسیع عالمی شہرت اور پرخروش علمی نشاط کی مالک تھی جو تمام اطراف واکناف سے طالبان علوم اور دانشجویوں کو اپنی طرف متوجہ کرتی اور کھینچتی تھی اور اپنے گہوارۂ تربیت میں ان کی پرورش وتربیت کرتی تھی اور آئندہ جامعہ کی اصلاح کے لئے تیار کر رہی تھی' امامؑ کا وجود ذی جور ستمگروں اور لاخیروں کے لئے بہت سنگین اور ناقابل عمل تھا چنانچہ طرح طرح کی مکاریاں اور دسیسہ کاریاں عمل میں لائے یہاں تک کہ کئی بار ایسا ہوا کہ رات کو حضرتؑ کے گھر پر حملہ کیا اور رات ہی میں حضرت کو بجبر گھر سے باہر لائے اور وطن سے شہر بدر ہونے پر مجبور کیا اور آخر کار شوال ۱۴۸ھ میں زہر کے ذریعہ

جو اس وقت کی گندی سیاست کے پیش نظر خفیہ طور پر بزرگ شخصیتوں کے قتل کا ذریعہ تھا۔
حضرت کو مسموم کر کے شہید کیا۔

ہم اس علمی و روحانی عظیم حادثہ ضیاع پر دنیائے علم و دانش اور دوستداران فضیلت و روحانیت کو تعزیت پیش کرتے اور تسلی دیتے ہیں۔

﴿اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ بَيْتِ النُّبُوَّةِ وَمَوْضِعِ الرِّسَالَةِ وَمُخْتَلَفَ الْمَلَائِكَةِ وَمَهْبِطَ الْوَحْيِ وَمَعْدِنَ الرَّحْمَةِ﴾

اے اہل بیتؑ طاہرین:

جو آپؑ حضرات سے منہ موڑے وہ ہلاک ہوگا

جو آپؑ سے وابستہ رہے وہی آپؑ کے پاس ہوگا

جو آپؑ کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرے وہ تباہ ہوگا

حق آپؑ کے ساتھ ہے، آپؑ میں ہے، آپؑ سے ہیں اور آپ ہی کی طرف ہے

جس نے آپؑ سے ولایت رکھی، اُس نے خدا سے ولایت رکھی

جس نے آپؑ سے عداوت رکھی، اُس نے خدا سے عداوت رکھی

جس نے آپؑ سے محبت کی، اُس نے خدا سے محبت کی

جس نے آپؑ سے دشمنی رکھی، اُس نے خدا سے دشمنی رکھی

اور جس نے آپؑ کی پناہ چاہی، اُس نے درحقیقت خدا کی پناہ چاہی

(زیارت جامعہ)

امام موسیٰ بن جعفرؑ

ارادہ وعزم پختہ کے کوہ گراں

امام موسٰی بن جعفرؑ
ارادہ وعزم پختہ کے کوہ گراں

اموی حکومت اپنی عمر کے آخری لمحات گزار رہی تھی اور اس کی سانسیں گنی جا رہی تھی کہ برج امامت کے ساتویں درخشاں ستارے اور عصمت وطہارت کے نویں در بے بہا نے امام جعفر صادق کے خانوادۂ امامت نے دنیا میں آنکھیں کھولیں' آپ کی ولادت نے دنیائے علم ومعرفت کو ایک تازہ خوشخبری عطا کی اور دلوں میں امید وسعادت کا نور روشن کیا۔

وہ مقام جہاں اس نومولود نے عرصہ حیات میں قدم رکھا وہ پیغمبر اسلامؐ کی مادر گرامی قدر جناب آمنہ کی آرام گاہ ہے جو''ابواء'' کے نام سے مشہور ہے' امام جعفر صادقؑ کے سفر حج سے واپس آتے ہوئے اس مقام پر امام ہفتمؑ کی ولادت واقع ہوئی۔ آپؑ کی والدہ گرامی جناب حمیدہ اندلسی ہیں جو فضیلت وتقویٰ شائستگی ولیاقت میں بے نظیر تھیں' اس نومولود مسعود کے لئے جو نام منتخب ہوا وہ ''موسٰی'' تھا کہ اس وقت تک خاندان رسالت میں اس نام سے کوئی شخص موسوم نہیں تھا' البتہ تاریخ انبیاء سابقین کی طویل فہرست میں یہ نام موجود ہے۔

یہ نام حضرت موسیٰ ابن عمران (علی نبینا علیہ لسلام) کے مجاہدات، جدوجہد اور بت شکنیوں کی یاد دلانے والا بلکہ اس کی تجدید کرنے والا تھا' وہ پیغمبر عظیم الشان جن کے فرائض ولائحہ عمل کا سرنامہ طاغوت عصر (فرعون) اور گروہ ظالمین سے مبارزہ وجہاد تھا اور آپؑ اس ذریعہ سے ایک امت کو ضلالت وگمراہی سے نجات دلا سکے۔

امامؑ کی ولادت باسعادت اکثر مورخین کی متفقہ رائے کے مطابق ساتویں صفر ۱۲۸ ہجری کو ہوئی۔

آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار کی زیر نگرانی وتربیت خاص اور مادر گرامی کی محبتوں اور مہربانیوں کے سائے میں نشونما ورشد وکمال کی منزلوں کو طے کیا اور بیس سال اپنے پدر بزرگوار کے زیر سایہ رہے اور آپؑ کی فیض تربیت اور فیاض ومصلح مکتب سے مستفید ومستفیض ہوتے رہے۔

آپؑ روزانہ یہ مشاہدہ فرمارہے تھے کہ اسلام وسیع وعریض ملک کے ہر ہر گوشہ اور ہر ہر نقطہ سے ہر ہر شہر ودیہہ سے علماء طالبان علوم دانشجویوں کا ہجوم داژدھام امام صادقؑ کی پرفیض مجلس سے کسب فیض حاصل کرنے کے لئے آتا ہے اور سب یہ چاہتے ہیں کہ اپنے اپنے گوناگوں مسائل کو امامؑ کی خدمت میں پیش کریں تاکہ آپؑ علوم ومعارف، روحانیات اور رہنمائیوں سے زیادہ سے زیادہ بہرہ مند ہوں (اور یہ بھی ملاحظہ فرماتے تھے کہ) کبھی کبھی امام صادقؑ کی مجلس درس میں اعتقادی مسائل مثل توحید، قضاء وقدر، امامت ونبوت کے موضوعات پر مباحثے ومناظر بھی ہوتے تھے اور ضروری واطمینان بخش جوابات دیئے جاتے تھیں جو ہر لحاظ سے مفید وقابل ہوتے تھے اور یہ ساری باتیں اس بچے کے قلب پاک میں نقش ہوتی جارہی تھیں، ایسا نقش لازوال جو کالحجر ہوتا تھا۔ آپؑ اس قسم کے جلسوں اور اس طرح کے مباحثوں اور گفتگوؤں کو مشاہدہ فرماتے اور اپنے پدر بزرگوار کے کمالات، حکمتوں اور علوم ومعارف سے بہرہ مند ہوتے تھے اور اس طرح اپنے آپ کو عظیم مسئولیت والٰہی ذمہ داری کو قبول کرنے کے واسطے مستعد ہو رہے تھے اور کبھی کبھی تو آپ اپنے اسی طفولیت ہی میں سوالات کے جواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔ چنانچہ سوالات کے جوابات آپ ہی نے عطا فرمائے ہیں جنہیں ہم بعد میں ذکر کریں گے۔

آپؑ کے صفات وخصائل

اگرچہ کسی فردبشر کی شخصیت کا صحیح اندازہ اس کے افکاروخیالات اس کے عقل وشعور ہی کے ذریعہ کیا جاسکتا ہے نہ کہ اس شکل وصورت ورنگ' جسمانی ساخت اور ظاہری صفات کے ذریعہ، لیکن پھر بھی اسلام کے اس نومولود کی ملکوتی شخصیت کے صفات ظاہری پر بھی (ان تحریروں کے مطابق جو سیرت نویسوں نے اپنی اپنی کتابوں میں پیش کی ہیں) آپؑ کے دوستوں اور علاقہ مندوں کے سامنے روشنی ڈالی جاتی ہے تاکہ ذہنی تصویر کے ساتھ حضرتؑ کی ایک عینی وخارجی تصویر بھی ہماری نظروں کے سامنے تشکیل پائے' مورخین نے اس بارے میں اس طرح لکھا ہے:

آپؑ کا قد وقامت معتدل' اعضاء متناسب وخوشنما' آپؑ کی شکل نورانی رنگ گندم گوں' آپؑ کے موئے مبارک گھنے اور ان کا رنگ مشکی چہرہ مبارک روشن اور ملکوتی تھا' دندانہائے مبارک کے درمیان شگاف کشادہ اور شانے کشادہ اور چوڑے تھے' جسم اقدس لاغر وباریک تھا' چہرہ مبارک کے گرد رعب وجلال کا ایک ہالہ تھا جس کی وجہ سے حضرتؑ کی روحانیت کی درخشندگی اور معنویت کا جلوہ آپؑ کے چہرۂ نورانی سے ساطع ومتجلی رہتا تھا۔

آپؑ قرآن مجید کی تلاوت ایسے حزین ترنم وخوش الحانی کے ساتھ اور ایسی دل آویز ودل نشین آواز میں فرماتے تھے جو دنیا کے اہل نظر افراد کے لئے لطف آفرین وصفائی قلب کا باعث ہوتی تھیں اور جو لذت روحانی سے لبریز بھی ہوتی تھی اور انسان ساز بھی۔

آپؑ ہمیشہ اپنے اوپری لباس کے نیچے موٹے اون کا کھردرا لباس زیب تن فرماتے تھے: لیکن آپؑ کے اوپر کا لباس عمدہ وقیمتی ہوتا تھا اور اپنے فرزندوں کو وصیت فرمایا کرتے تھے کہ

وہ سب عمدہ، صاف اور قیمتی لباس پہنا کریں اور فرماتے تھے کہ:

''میرے جد بزرگوار حضرت علی بن الحسینؑ ہمیشہ عمدہ وگراں قیمت لباس زیب تن فرماتے تھے جس کی قیمت کبھی کبھی اس زمانہ کے لحاظ سے پانچ سو درہم سے زیادہ ہو جاتی تھی اور گرانبہا عبا زینت دوش فرماتے تھے جو معمولاً پانچ سو دینار میں خریدی جاتی تھی، اس کے بعد حضرتؑ اس آیہ مبارکہ کی تلاوت فرماتے۔''

''قل من حرم زینه الله التی اخرج لعباده والطیبات من الرزق''

''کہہ دو اے رسول! کہ کس شخص اور کس دستور نے خوشنما لباس اور لزیذ غذاؤں کو لوگوں پر حرام کیا ہے۔''

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام۔ عزم و ارادہ مصمم کے کوہ گراں

امامؑ کا دور حیات حوادث و مصائب کے مقابلہ میں ارادہ محکم و عزم مصمم، شجاعت و پامردی، استقامت و پائیداری اور ایثار و قربانی سے معمور تھا، آپؑ کی پائیدار و مستقیم روش بغیر کسی انحراف و کجی کے خط مستقیم اسلام کی عکاسی کرتی تھی اور نامساعد و آزمائش خیز حالات میں تمیز حق و باطل کی نشاندہی کرتی تھی۔

ان حوادث اور زندگی کی مشکلات و مصائب کے مقابلہ میں جو خلفاء جور اور ستمگر حکام کی طرف سے آپؑ کو پیش آتے تھے قائم رہنا اور بردباری اختیار کئے بغیر اس کے کہ اس سے آپؑ کے مضبوط ارادہ عزم مصمم میں ذرا سا بھی خلل واقع ہو یا لب ہائے مبارک شکایت سے آشنا ہوں یا اپنی جوانمردی امامت و پیشوائی کے خلاف اپنے آپ کو ذلت و رسوائی کے

حوالے کریں، زندگی کے شرف کا بلندترین نمونہ اور بیش بہا تمغہ ہے جو کسی بہادر و دلیر کے سینہ پر آویزاں ہو کر چمک سکتا ہے اور دنیا میں راہ حقیقت و عدالت کے رہروؤں کے لئے فخر و مباہات کا سرمایہ بن سکتا ہے۔

طاعت و عبادت

مختلف قید خانوں میں آپؑ کی عبادت، تضرع و زاری اور آپؑ کے طولانی سجدوں نے دشمنوں کو حیرت و استعجاب میں ڈال دیا اور حکومت کے قسی القلب و سنگدل ملازمین و مامورین کو آپؑ کی روحانی عظمت کا اقرار و اعتراف کرنے پر مجبور کر دیا یہاں تک کہ خود ہارون طاغوت و ستم کار وقت نے تملق و چاپلوسی کی زبان کھولی اور آپؑ کی مدح و ثنا کرنے لگا اور اظہار کیا کہ ''آپ بنی ہاشم کے راہب و عابد ہیں۔''

امامؑ کے زہد و تقویٰ اور روحانی اقتدار نے سندی بن شاہک کی بیوی کو اس امر پر مجبور کر دیا کہ وہ مکتب تشیع کو قبول کرے اور امامت و ولایت کے اقرار کا بیج اپنے خاندان میں بطور تحفہ لے جائے اور دلوں کی زمین میں اس کی تخم ریزی کرے یہاں تک کہ اس کا نواسا اپنے زمانہ میں نہضت تشیع کے پرچم کا علمدار قرار پائے۔

معصوم اماموںؑ کی سیرت اور ان کا کردار زنجیر کی کڑیوں کی طرح ایک دوسرے سے متصل ظلم و فساد و جہالت کے خلاف ناقابل خستگی جہاد و مبارزہ رہا ہے۔

فکری مکتبوں کے ظہور کا زمانہ

امام ہفتم علیہ السلام کے زمانہ خصوصیات میں سے ایک دوسری خاص بات مختلف اجتماعی وفکری فلسفوں اور نظریات کا ظاہر ہونا تھا اور ظاہر ہونے والے افکار ونظریات کچھ ایسے گمراہ کن وضلالت خیز وملحدانہ نظریات بھی تھے جیسے دہریت وصوفی گری جو براہ راست اسلام کی فکری بنیادوں سے ٹکر لینے اور انہیں متزلزل کرنے کی کوششوں میں مصروف تھے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی مسئویت وذمہ داری بحثیت ایک سچے الٰہی پیشوا ہونے کے ان اعتقادی خطرات اور آفتوں کے مقابلہ میں بے حد حساس اور بہت عظیم تھی چنانچہ حضرت ان مخرب ومفاسد انگیز افکار سے مبارزہ ومقابلہ محکم دلیلوں اور اصولی طریقوں سے فرمارہے تھے' البتہ ان جاری وپیش آمدہ مشکلات میں خود مسلمانوں کے درمیان نظریاتی اختلافات اور رایوں کی پراگندگی کے پیدا ہونے سے مزید مشکلات کا اضافہ ہو رہا تھا جو ان کی صفوں کی وحدت کو پارہ پارہ اور ان کی متحد صفوں کو متفرق وپراگندہ کررہی تھیں اور لوگوں کو صحیح راستہ اختیار کرنے اور اس پر چلنے اور اپنے اصلی فرائض میں مشغول رہنے سے باز رہنے کی مستقل کوشش کررہی تھیں اور دوسرے مختلف مسائل میں الجھائے ہوئے تھیں مثلاً الفاظ قرآن کی قدیم ہونے کی رائیں یا اشاعرہ ومعتزلہ فرقوں کا پیدا ہونا اور صرف چار فقہی فرقوں (حنفی' مالکی' شافعی' حنبلی) کو سرکاری طور پر تسلیم کرنا وغیرہ یہ ان دسیوں نمایاں مسائل میں سے چند بطور نمونہ پیش کیے گئے ہیں جن میں عوام کو الجھا دیا گیا تھا تاکہ وہ حقیقت سے بیگانہ رہیں اور شکوک میں الجھ جائیں۔

امامؑ کی شجاعت ودلیری کی علامت کا ناشناختہ رہ جانا

امام علیہ السلام کی خصوصیات میں سے ایک قابل توجہ خصوصیت آپ کی شخصیت اور حقیقی علامات کا مجہول ونامعلوم رہ جانا اور ہم شیعوں کے درمیان مختلف اوہام وخیالات و تصورات کے تہہ بہ تہہ بادلوں کے اندر حضرتؑ کی شخصیت اور حضرتؑ کے حقیقی جلووں کا مخفی رہ جانا ہے۔

بے شک یہ درست ہے کہ ہم ائمہ معصومینؑ میں سے کسی ایک کی بھی کافی شناخت ومعرفت نہیں رکھتے اور ان حضرات کی زندگی چند حوادث مصائب کے سوا وہ بھی خام تصورات اور ناقابل وصف وبیان مضامین ومطالب سے خلط ملط ہیں ہمارے دست فکر وعمل میں کچھ بھی نہیں ہے' لیکن ہمارے ساتویں امامؑ کی معرفت وشناخت کے لئے علاوہ اس کے کہ اس سلسلہ میں اصل حقائق تک ہماری رسائی نہیں ہوسکی اور جن حقائق کا ہمیں کسی حد تک علم ہو سکا انہیں بھی باطل تصورات کے ساتھ مخلوط کر کے بیان کیا گیا ہے' ایک طرح سے شخصیت کو بالکل منقلب انداز میں پیش کیا گیا ہے مثلاً ظلم پر آپؑ کی خاموشی' مصائب اور مشقتوں کا خاموشی کے ساتھ تحمل' گریہ وزاری اور دوسرے معمولی وعادی امور جو بعض کم علم ذاکرین کی زبانی عام لوگوں تک پہنچتے ہیں اور اس طرح ان لوگوں نے حضرتؑ کو محض صبر وشکیبائی کے ایک مجسمہ اور گریہ وزاری' آہ نالہ کے ایک نمونہ کے طور پر پہچنوایا ہے نہ کہ ظلم وستم کے خلاف مبارزہ کرنے والے ایک دلیر ومرد میدان اور ارادۂ محکم وعزم راسخ رکھنے والے بت شکن مرد شجاع وبہادر کی حیثیت سے۔

علمی نہضت و بیداری کے علم بردار

ہمارے اس مقالہ کے ہیرو دوسری صدی ہجری میں علم و معرفت کے قافلہ کے قائدین میں سے ایک اور جہان اسلام کی علمی و فکری بیداری کو جلا دینے والوں میں سے ایک تھے جنہوں نے اپنے پدر عالی قدر حضرت امام صادقؑ کی رحلت کے بعد اس بزرگ درسگاہ کی جو مدینہ میں قائم ہو چکی تھی علمی و فکری ہدایت وارشاد و رہبری کو اپنی جامع و باکفایت شخصیت کے ذمہ لیا اور اپنے پدر عالی قدر و مربی و استاد حضرت امام صادقؑ کے لائحہ عمل کی تکمیل و ترقی و پیشروی کی سعی جمیل میں مصروف ہو گئے اور علماء و محدثین و مفسرین کی ایک بڑی جماعت کی اپنے گہوارۂ تعلیم و تربیت میں پرورش کی اور اپنے علوم و معارف کے سرچشمہ فیاض سے انہیں سیراب کیا اور اسلامی مبسوط و شائع و رائج فقہ کو اپنے نئے نظریات اور نئی زاویوں سے مالا مال و ثمردار کیا اور اس اصل پر بے شمار پربار فروع اور شاخوں کا اضافہ فرمایا۔ فقہی فرعیں جو خود بھی دوسری فقہی و قانونی فروع میں تغیر و تبدل کا مبداء قرار پائیں۔

ایک وسیع و بے حد مشہور دانشگاہ جس میں اطراف و جوانب سے آئے ہوئے ہزاروں طلاب علوم اور گوناگوں شعبوں میں تربیت کے خواہاں افراد کسب معرفت و تحصیل علوم میں مشغول ہوں کو چلانا اور منظم رکھنا معمولی و آسان کام نہیں ہے جو بشری عادی معمولی تحصیلات کے ذریعہ میسر ہو سکے' طالبان علوم کے ذہنوں کو روشن کرنا اور انہیں علمی غذا دینا اور ان کے لئے علمی مواد مہیا کرنا اور طالبان کمال کی فکری خواہشات کی تکمیل اور ان کے افکار و خیالات کو یک سو کرنا یہ سب ایک بڑی مسئولیت و ذمہ داری کے محتاج ہیں جن سے عہدہ برآ ہونا سوائے مردان خدا کے دوسرے افراد کے امکان سے باہر ہے۔

میدانِ امتناع وانکار کے افسرِ اعلیٰ

ہمارے معصوم ائمہ علیہم السلام اس اجتماعی مرکزیت کی بنیاد پر اور ولایت وامامت کی اس عظیم ذمہ داری کی بناء پر جو وہ (من جانب اللہ) رکھتے تھے' امت کے سامنے بڑی ذمہ داریاں اور بہت سی مسئولیتیں رکھتے تھے کہ بڑی باریکی ونزاکت کے ساتھ جن کی رعایت ولحاظ کرنے کا اپنے کو من جانب اللہ ذمہ دار جانتے تھے' یہ حضرات ستمگروں اور بے انصافیوں کی بے پناہ سرکشی کے مقابلہ میں اور ستم زدوں اور مظلوموں کی طرف سے دادخواہی کی فریادوں کے مقابل میں ساکت وخاموش بیٹھ نہیں سکتے تھے اور فکری وعلمی مبارزہ ودفاع سے باز نہیں رہ سکتے تھے۔

اس لحاظ سے ہمارے معصوم پیشواؤں میں سے ہر ایک کی زندگی مستضعفین کی طرف سے مقابلوں مبارزوں اور دفاع سے معمور نظر آتی ہے۔ اس مقدس مقصد کی تکمیل کے لئے ان حضرات میں سے کئی ایک بزرگواروں نے ایجابی صورت میں اور مثبت اقدام فرمایا ہے اور منزل شہادت تک پیش رفت کی ہے جیسے سردار مجاہدین' مولائے موحدین' امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور آپ کے فرزندان ارجمند حضرت امام حسن علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام اور دوسرے کئی بزرگواروں نے اپنی ذمہ داری اور اپنے فریضہ کے مطابق اس راہ میں قدم اٹھائے ہیں' ہمارے مقالہ کے ہیرو حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی روش ورفتار اسی دوسرے نہج وطریقہ پر تھی۔

میدان سیاست

امام ہفتم علیہ السلام معصوم اور سچے ائمہ طاہرین علیہم السلام میں سے وہ مضبوط ترین و مستحکم ترین پیشوا تھے جن کو ظالم عباسی حکومت اور ہارون رشید کی غلط و بے ڈھنگی سیاست کے مقابلہ میں لفظ ''نہ'' کہنے اور اس دو حرفی لفظ ''نہ'' کہنے کے نتیجے میں آپؑ کو چودہ سال مسلسل جس کے درمیان بعض اوقات بے حد مختصر زمانہ آزادی کا بھی نصب ہوا' بصرہ' کوفہ اور بغداد کے مختلف قید خانوں میں زندگی گزارنی پڑی اور آخرالامر زندان ہی میں جام شہادت نوش کرنا پڑا' لیکن ثابت قدمی' استقامت پائیداری' رزمندگی اور زور زرو تزویر (فریب کاری) کے مقابلہ میں عدم سپردگی کا جو درس آپؑ نے ہمیں دیا ہے' اس لحاظ سے قہرمان ارادہ و تصمیم'' کا لقب وعنوان جو استقامت و پائیداری و عزم مصمم کے اس کوہ گراں کی شخصیت و سیرت کے اعتبار سے بہت حقیر و معمولی لقب ہے حضرت کی بارگاہ عظمت میں پیش کیا جاتا ہے' آپ نے انقلابی مبارزات و نبرد آزمائیوں کے میدان میں اپنے اس انقلابی و دلیرانہ عمل کے ذریعہ اپنے پیروؤں کو حریت اور آزادی ضمیر کے ساتھ جینے کا سلیقہ سکھایا ہے اور آپ کا یہ نا قابل فراموش درس حقیقتاً کتابوں اور مقالوں کی کئی ہزار جلدوں اور گفتگوؤں کے برابر قدر و قیمت اور واقعی اعتبار رکھتا ہے۔

کاشتکاری کے میدان میں

ہمارے تمام معصوم پیشواؤں اور اماموں کی مقدس زندگی میں زراعت و کاشتکاری اور جانوروں کی پرورش ثابت شدہ امر ہے اور یہ حضرات اپنے ان رائج و معمولی مشغلوں میں قابل دید و لائق تاسی کوشش اور جد و جہد فرماتے تھے اور اس امر میں ان حضرات نے پیغمبر

اسلامؑ سے الہام وسبق لیا تھا جو آنحضرتؐ نے بارہا فرمایا تھا کہ:

''کاشتکاری وکھیتی باڑی اللہ کے انبیاء ومرسلین کا پیشہ ہے اور رہا ہے۔''

یہ حضرات پیغمبر گرامی قدرؐ کے اسلام کے اس عملی درس کی قدر کرتے تھے آنحضرتؐ ایک جگہ مزدور ومحنت کش کاشتکار کے ہاتھوں کو مورد نوازش قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ وہ ہاتھ ہیں جو آتش جہنم تک ہرگز نہیں پہنچیں گے۔''

اوران حضراتؑ نے آنحضرتؐ کے اس فرمان کو اپنی حیات مقدسہ کے لائحہ عمل کا سرنامہ قرار دیا تھا جو حضرتؐ نے ایک مقام میں فرمایا ہے کہ:

''جو شخص اپنی اہل وعیال واطفال کی راحت وآسائش کے لئے جدوجہد کرتا اور زحمتیں برداشت کرتا ہے وہ اس مجاہد وسپاہی کی طرح ہے جو راہ خدا میں اور اس کے فرمان جاری کرنے کی غرض سے جنگ کرتا اور جانبازی دکھاتا ہے۔''

اسی لحاظ سے امام ہفتمؑ بھی کاشتکاری وکھیتی باڑی کے امور میں خود مشغول رہتے اور محنت وکوشش فرماتے تھے۔

شہید استاد مطہریؒ نے کتاب ''داستان راستان ۔ج/۱،ص ۱۵۶'' میں ایک مختصر سا قصہ بیان کیا ہے جسے ہم بعینہ انہیں کی عبارت میں اس زادنامہ میں نقل کرتے ہیں کہ اس مرحوم فقید علم وایمان کی ایک یادگار بھی رہے' ایک جگہ فرماتے ہیں:

''امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ایک زمین میں جو حضرت ہی سے متعلق تھی خود بہ نفس نفیس کام اور زمین کے درست کرنے میں مشغول تھے' زیادہ محنت ومشقت کی وجہ سے حضرتؑ کا جسم مبارک سر سے پاؤں تک پسینہ پسینہ ہو رہا تھا علی بن حمزہ بطائنی اسی موقع پر وہاں پہنچ گئے اور عرض کیا: میں آپ پر فدا ہو جاؤں یہ کام آپ دوسروں (نوکروں' غلاموں) کے ذمہ

کیوں نہیں فرمادیتے ؟

امام: دوسروں کے حوالہ کیوں کروں؟ جو افراد مجھ سے بہتر تھے وہ ہمیشہ ان کاموں میں مصروف رہے ہیں۔ مثلاً کون اشخاص؟

جناب رسول خداؐ جناب امیر المومنینؑ اور میرے تمام آباءواجداد زمین میں کام کرنا اور جد وجہد کے ساتھ مصروف رہنا بنیادی طور پر انبیاء مرسلینؑ، اولیاء انبیاء اور خدا کے صالح بندوں کی سنت ہے۔"

امامؑ اپنے اس عمل سے اپنے مکتب کے پیروؤں اور عقیدت مندوں کو یہ بتارہے تھے کہ نہ صرف یہ کام کرنے میں کوئی عیب نہیں ہے خواہ وہ کسی درجہ و مرتبہ والا آدمی ہو اور کوئی شخص اور کوئی شخصیت ہو، بلکہ کام کرنا اور محنت و مشقت کے ساتھ اسے انجام دینا انبیاء و اولیاء خدا کے لئے زیب و زینت تھا اور ہے اور اگر کوئی قوم اپنا واقعی استقلال چاہتی ہے اور دوسری اقوام و ملل سے نجات حاصل کرنا چاہتی ہے تو اس کے لئے محنت و جانفشانی، تلاش وجدوجہد کے سوا کوئی چارہ نہیں اور وہ بھی بالخصوص کاشتکاری اور روزی پیدا کرنے کے میدان میں۔

شہادت

پچیسویں رجب اس مردِ دلیر کی شہادت کی یاد دلاتی ہے جس نے اپنے زمانہ کی مسلط و جابر طاقت کے مقابلہ میں "نہیں" کہا اور اس کے نتیجہ میں اس منزل تک پہنچ گئے کہ ہارون کی طاغوتی حکومت نے اپنی عیب دار و ذلیل زندگی کو باقی رکھنے کے لئے اپنی تمام قوتوں اور تمام وسائل کو زمانہ کے ایک حر اور حریت نواز انسان کے خلاف بروئے کار لایا، یہ

ایک کلمہ ''نہیں'' ہارون کی فاسد حکومت کے لئے بے حد گراں تھا' امام نے ''نہیں'' کہا اور تمام علوی نبرد آزما اور مبارزہ کرنے والے یکجا ہو کر حضرت کے پہلو میں صف بستہ ہو گئے اور پھر انقلابی اقدامات شروع کر دیئے اور باطل پر حق کی فتح وظفر اور حرمت و رسالت اسلام کی حفاظت کی راہ میں جان کی بازی لگا دی اور تنگ و تاریک قید خانوں' دار و رسن کی مشقتیں برداشت کرنے یہاں تک کہ جان دینے تک پائیداری ثابت قدمی کا ثبوت دیا اور ایسے ایسے نمایاں وعظیم کارنامے بطور یادگار چھوڑ گئے جس کا سلسلہ بنی عباس کی ظالم و جابر حکومت کا تختہ الٹ جانے تک جاری رہا اور اس انقلابی اقدام نے دنیائے اسلام کے آزادی بخش رہبر وقائد کے نام کو جاوداں کر دیا اور اب بھی جب کہ امام کے مبارزات کو کتنی صدیاں گزر چکی ہیں آزاد وحریت پسند وعدالت خواہ لوگ ہارون کی ظالم حکومت کو نفرت ولعنت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور انسانیت کے خلاف نقشہ و پلان بنانے والوں کو انسان کے لفظ سے پکار جانے کے لائق نہیں سمجھتے۔

ہارون اور دوسرے ظالم مادیت پسند اور کارٹر صفت افراد یہ ادراک کر ہی نہیں سکتے کہ راہ خدا میں شہادت اور مقاصد اسلام کو ترقی دینے اور آگے بڑھانے کے لئے خون کا ایثار ان مردان خدا کا بلند ترین مقصد ہوتا ہے جو حقیقی مجاہدین اور قافلہ انسانیت کے معصوم قائدوں کے بہترین نمونہ ہوتے ہیں' اگر دوسرے لوگ لیت ولعل کے ساتھ اور شہادت کے عشق میں امید وآرزو کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں تو ان لوگوں نے اپنی روزانہ زندگی کے دستور میں شہادت کو مخصوص مقام دیا ہے اور اس انتظار میں ہیں اور رہتے ہیں کہ شہادت کی سعادت انہیں نصیب ہو' کیونکہ ان لوگوں کی شہادت جانبازی وجاں نثاری اور خون کے ایثار کو قابل تاسی نمونہ کے عنوان سے دوسرے رہروان راہ حقیقت وعدالت کے لئے گوارہ وپسندیدہ

بنا دیتی ہے اوران کی شہادت کے بیش بہا شہد کو حق وانصاف کے راہ پیماؤں کے دہن میں شیریں تر اور لذیذ تر کر دیتی ہے اور اس ترتیب سے یہ لوگ اپنے مقدس مقصد سے نزدیک تر ہو جاتے ہیں۔ ہمارے اس مقالہ کے ہیرو کی مجاہدہ وتلاش سے بھر ہوئی زندگی ان جانبازیوں اور قربانیوں کے انہیں نمایاں روشن نمونوں میں سے ایک ہے۔

وہ ۱۷۹ھ تھا جب ہارون نے مراسم حج ادا کرنے کے بعد ان بعض چغل خوریوں اور غلط خبروں کی بناء پر جو اسے امام علیہ السلام کے روحانی مشاغل کے بارے میں لوگوں نے پہنچائی تھیں۔ امامؑ کو مدینہ سے شہر بدر کر کے قید و نظر بند کر دیا، لیکن ہارون کی مسلسل وبار بار کی قید و بند امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو حق وحقیقت گوئی سے باز نہ رکھ سکی اور نہ آپؑ کو ہارون کا مطیع و فرمانبردار بنا سکی نہ آپؑ کے کان اور زبان پر کوئی بندش عائد کر سکی، اس نے آپؑ کو بصرہ میں عیسیٰ بن جعفر حاکم شہر بصرہ کے پاس بھیجا، اس کی تھوڑے ہی عرصہ بعد اپنے مخصوص باڈی گاڈ فضل بن ربیع کی نگرانی میں دے دیا پھر فضل بن یحییٰ برمکی کی تحویل میں اور آخری مرتبہ سندی بن شاہک کی قید میں محبوس کر دیا کہ صرف اس ملعون کی قید میں آپؑ چار سال سے زیادہ عرصہ تک رہے جس میں آپؑ صرف مقید ہی نہیں تھے بلکہ بہت سی نامناسب روحانی وجسمانی مشقتوں اور تکلیفوں سے بھی دوچار تھے۔

صاحب ارشاد (جناب شیخ مفیدؒ) کا بیان

جس وقت ہارون رشید اپنے سفر حج کے سلسلہ میں مدینہ وارد ہوا تو امامؑ اشراف مدینہ کی ایک جمیعت کے ساتھ اس کے استقبال کو تشریف لے گئے، اس سے ملاقات کے بعد حضرت مسجد رسولؐ میں واپس آئے، جس وقت ہارون قبر رسولؐ کی زیارت کے لئے مسجد

النبیؐ میں گیا تو اپنی گفتگو کے ضمن میں قبر رسول کی طرف خطاب کر کے یہ کہا:

"یارسول اللہ انی اعتذر الیک من شیئی اریدان افعلہ اریدان احبس موسی بن جعفر فانہ یرید التشتت بین امتک و سفک دمائھا"

"اے پیغمبر خداؐ! میں ایک چیز کے بارے میں آپؐ سے عذر خواہی کرتا ہوں میں چاہتا ہوں کہ آپؐ کے فرزند موسیٰ بن جعفر کو مقید کر دوں کیونکہ وہ چاہتے ہیں کہ آپ کی امت (مسلمانوں) کے درمیان اختلافات وتفرقے پیدا ہوں جوان کی خونریزی کا باعث ہوں۔"

اس برائت وصفائی کی زیارت جو ظالموں کا قاعدہ ہے کے بعد گرفتاری کا حکم دیا اور امامؑ کو لوگوں نے مسجد رسولؐ ہی میں گرفتار کر لیا اور ہارون کے سامنے لائے اور حضرتؑ کو پابند سلاسل کیا اس کے بعد وہ محملیں تیار کیں جو دو خچروں پر باندھی گئیں اور ایک محمل کے ساتھ ایک جمعیت کو بصرہ کی طرف روانہ کیا اور دوسری محمل کو کوفہ کی طرف اور اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ منزل لوگوں پر مشتبہ ہو جائے اور یہ نہ جان سکیں کہ حضرتؑ کو کہاں اور کس شہر کی طرف روانہ کیا گیا ہے اور اس طریقہ سے امامؑ کو بصرہ عیسیٰ بن جعفر حاکم بصرہ کے پاس لے کر پہنچے اور اس وقت ایک سال تک حضرتؑ اسی کی زیر نگرانی مقید رہے۔

امام ہمیشہ حالت نماز میں فرماتے تھے:

"خدایا! میں ہمیشہ تجھ سے عبادت کے لئے فرصت واطمینان کی دعا کیا کرتا تھا تو نے مجھے اس کی توفیق عطا فرمائی لہٰذا میں تیرا شکر گزار ہوں۔"

ہارون نے حاکم بصرہ کو امامؑ کے قتل کر دینے کا منصوبہ بنا کر اس سلسلہ میں ایک خط بھیجا اس نے اپنے خاص آدمیوں سے اس کے متعلق مشورہ اور تبادلہ خیالات کیا' ان سب نے اس کو

اس عمل سے کنارہ کش رہنے کی رائے دی اور اس اقدام کی عظیم مسئولیت سے ہوشیار کیا' یہاں تک کہ عیسیٰ حاکم بصرہ نے ہارون کے خط کا جواب ان الفاظ میں دیا:

''موسیٰ بن جعفر کے قید و بند کی مدت طولانی ہو چکی ہے لیکن میں نے اس طولانی مدت میں مختلف وسیلوں اور طرح طرح سے ان کا امتحان کیا اور کبھی کبھی اپنے جاسوسوں کو مختلف حیلوں اور بہانوں کے ساتھ حضرتؑ کے ساتھ ہم نشین رہنے پر مقرر کیا تاکہ ان کی دعاؤں' مناجاتوں اور گفتگوؤں کے مضمون سے اطلاع و آگاہی حاصل کریں مگر سب نے بیک زبان یہی بیان کیا کہ وہ حضرتؑ ایک ایسے شخص ہیں جو عبادت خدا اور دعاؤں سے تھکتے ہی نہیں اور ہمیشہ امر الٰہی کی بجا آوری میں مشغول رہتے ہیں اور مناجاتوں میں تیرے خلاف یا میرے خلاف دعا بد فرماتے ہوں یا لعن و نفرین کرتے ہوں' آپؑ کی تمام دعاؤں اور مناجاتوں کا مضمون' طلب مغفرت و بخشش اور مسلمانوں کی حالت کی عمومی اصلاح کی دعا ہوتا ہے۔

اگر تم کسی دوسرے شخص کو حکم دے دو کہ وہ حضرتؑ کو مجھ سے لے کر اپنی نگرانی میں رکھے تو بہتر و مناسب تر ہوگا' ورنہ میں اس سے زیادہ حضرتؑ کو اپنے پاس مقید نہیں رکھ سکتا اور انہیں آزاد کر دوں گا۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے میں حضرتؑ کی نگہداشت سے خود بے حد رنج و تعجب میں مبتلا رہتا ہوں' میں اپنے ضمیر و وجدان سے بے حد بے چین و متاثر ہوں۔''

(ارشاد شیخ مفیدؒ۔ ص/۲۵۱۔ طبع نجف اشرف' نور الابصار شبلنجی۔ ص۱۰۴' اسعاف الراغبین۔ ص۱۴۸)

بغداد کی طرف حضرتؑ کی منتقلی

ہارون نے عیسیٰ کا خط پڑھنے کے بعد حکم دیا کہ حضرتؑ کو بصرہ سے بغداد لایا جائے اور خود اس کی نگرانی میں رکھا جائے' (چنانچہ حضرتؑ بصرہ سے بغداد منتقل کئے گئے) اور

ہارون نے اپنے خاص باڈی گاڈ کے افسر اعلیٰ فضل بن ربیع کے سپرد کیا تا کہ وہ حضرتؑ کی لازمی نگرانی کرے۔

فضل نے حضرتؑ کو اپنے مکان کے ایک حجرہ میں جگہ دی اور خاص افراد کو حضرتؑ کے روحانی حالات و کیفیات کی دریافت و تحقیق اور جاسوسی اور جملہ امور سے آگاہی و اطلاع حاصل کرنے کے لئے معین کیا تا کہ وہ سب حضرتؑ کے بارے میں زیادہ سے زیادہ وقت و باریکی کے ساتھ سراغ حاصل کرنے کی کوشش میں مصروف رہیں۔

لیکن امامؑ ان تمام مسائل سے لاپرواہو کر صرف اپنے پروردگار کی طرف متوجہ تھے اور ہمیشہ اطاعت و عبادت الٰہی میں مشغول رہتے تھے اکثر دنوں کو روزہ رکھتے تھے اور راتوں کو صبح تک تہجد و مناجات میں مصروف رہتے تھے اور عبادت و مناجات سے ایک لمحہ کے لئے بھی فارغ نہیں بیٹھتے تھے۔ فضل بھی امامؑ کے ان اعمال و عبادات کا مشاہدہ کرنے کے بعد اپنے ضمیر و وجدان سے شرمندہ و متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور اپنے ضمیر کی آواز سے نبرد آزمائی میں ایک حد سے زیادہ ہٹ دھرمی پر قائم نہ رہ سکا اور اس کے نتیجہ میں اس نے امامؑ کی قید و بند میں قدرے کشائش دی اور حضرتؑ کی تعظیم و تکریم و احترام و تحصیل رضامندی کی کوشش کرنے لگا۔

ہارون علاقہ "رقہ" میں اس وقت مقیم تھا کہ جاسوسوں نے اس کو امامؑ کے ساتھ فضل کے محبت و احترام آمیز برتاؤ کی خبر پہنچائی وہ فضل کے اس فعل سے بہت رنجیدہ ہوا اور اس کو خط لکھا:

"تیرا یہ عمل مجھے سخت ناگوار گزرا ہے تجھے حکم دیا جاتا ہے کہ یہ خط پانے اور پڑھنے کے بعد حضرتؑ کو قتل کر دے۔"

فضل نے خط پڑھا لیکن حکم پر عمل کرنے سے احتراز کیا اور یہ خبر بھی ہارون تک پہنچا دی گئی چنانچہ اس نے ایک خط عباس بن محمد کو لکھا کہ تم لوگ موسیٰ بن جعفرؑ کے حالات پر کڑی اور گہری نظر رکھو اور اگر وہ فضل کی تحویل میں آرام و آسائش کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہوں تو تم لوگ انہیں فضل سے لے کر اپنی نگرانی میں رکھو۔

اور ایک دوسرا خط اس نے سندی بن شاہک کو لکھا جو رذالت و کمینہ پن اور شقاوت و سنگدلی میں اپنا نظیر نہیں رکھتا تھا' اس خط میں اس کو لکھا کہ ''اس خط کے پہنچتے ہی وہ محمد بن عباس کے اوامر و احکام کے مطابق مکمل طور سے عمل کرے۔''

قاصد نے دونوں خطوط دونوں مقامات پر پہنچائے اور ہارون کا جاسوسی شعبہ اپنے کام میں مشغول ہو گیا اور حقیقت کو آشکارا کر دیا ہارون نے فضل بن یحییٰ کے حاضر ہونے کا حکم صادر کیا اور پھر اس کو سندی بن شاہک کے سامنے لوگوں نے برہنہ کیا اور اس کے برہنہ جسم پر سو تازیانے لگائے اور ہارون کو تعمیل حکم کی اطلاع دے دی۔

ہارون نے مجمع عام میں اعلان کیا کہ فضل نے خلیفہ وقت کی اطاعت سے سرتابی کی ہے اس لئے اس کو لعنت و نفرت کا سزاوار قرار دیا جاتا ہے' اس کے بعد کہا: میں اس پر لعنت کرتا ہوں' تم اس پر لعنت کرو لوگ تو حالات سے لاعلم و بے خبر تھے ہی فوراً سب ہارون کے ہم آواز ہو گئے یہ خبر جب فضل کے باپ یحییٰ بن خالد کو ملی تو وہ فوراً خلیفہ کے پاس حاضر ہوا اور فضل کے بارے میں سعی و سفارش صفائی و رفع اشتباہ کی کوشش میں مصروف ہو گیا اور کہا: ''ابھی وہ جوان ہے اور کافی تجربہ نہیں رکھتا' اس کے ذمہ جو خدمت تھی میں اسے خواہش کے ساتھ قبول کرتا ہوں اور تمہاری خوشدلی کا سامان فراہم کر دوں گا۔''

ہارون خوش ہو گیا اور فضل کی تقصیر و کوتاہی سے درگزر کی اور لوگوں کے سامنے اعلان کیا کہ

”فضل ایک امر میں مخالفت وسرتابی کا مرتکب ہوا تھا‘ لیکن اب اس نے توبہ کر لی ہے‘ لہٰذا میں نے اسے معاف کیا‘ تم سب بھی اس کو معاف کر دو۔“

ان تمام زبان بستہ لوگوں نے یک زبان ہو کر کہا‘ ہم سب اس شخص کے دوست ہیں‘ جسے خلیفہ دوست رکھتا ہو اور اس شخص کے دشمن ہیں جسے خلیفہ دشمن رکھتا ہو۔

یحییٰ بن خالد بلند مرتبہ افسران کے ساتھ رقہ کی طرف روانہ ہوا‘ لوگ اس کے استقبال کے لئے دوڑے اور اس چاروں طرف سے اپنے حصار میں لے لیا اور اس سے حالات سفر کے متعلق سوال کرنے لگے‘ اس نے لوگوں کو خوش کرنے کی غرض سے کہا کہ: ”میں مالیات کی اصلاح وتعدیل اور خلیفہ کے ملازمین کے امور کی نگرانی کرنے کی غرض سے آیا ہوں۔“

چنانچہ اولاً چند روز وہ اسی قسم کے کاموں میں بظاہر مشغول رہا لیکن چند روز کے بعد اس نے سندی بن شاہک کو اپنے پاس بلوایا اور امام موسیٰ بن جعفرؑ کے قتل کے بارے میں ہارون کے مخصوص حکم سے اس کو آگاہ کیا اور اس نے بھی اسے قبول کر لیا اور پھر ایک روز حضرتؑ کے کھانے میں زہر ملا دیا اور اسے حضرتؑ کو کھلایا۔ بعض مورخین کی رائے یہ ہے کہ زہر خرما میں ملایا تھا‘ بہر طور جیسے بھی زہر دیا گیا ہو‘ دیا گیا اور امامؑ اس زہر کے اثر سے ایسے تپ شدید میں مبتلا ہو گئے کہ فقط تین دن زندہ رہ سکے اور تیسرے روز جان کو جان آفرین کے سپرد کیا اور احکام خداوندی کی تبلیغ کی راہ میں درجہ عالیہ شہادت حاصل کیا۔

(داستان مسمومیت امام کو علماء و مورخین اہل سنت میں سے علامہ ابن صباغ مالکی نے الفصول المہمہ۔ ص ۲۲۰ میں شبلنجی نے نور الابصار۔ ص ۲۹۱ میں ابن صباغ مالکی نے اسعاف الراغبین۔ ص ۱۴۸ میں ابن حجر ہیثمی نے الصواعق المحرقہ۔ ص ۱۹۱ میں سید محمد عبدالغفار نے ائمۃ الہدیٰ۔ ص ۱۱۱ میں مسعودی نے مروج الذہب۔ جلد ۳۔ ص ۳۶۵ میں نقل کیا۔ مسعودی نے اپنی اسی کتاب میں اتنا اور اضافہ کیا ہے کہ موسیٰ بن جعفرؑ نے ہارون کی حکومت کے پندرہویں سال ۵۴ سال کے سن میں بغداد میں مسموم ہو کر دنیا سے رحلت فرمائی۔)

بغرض فریب دہانی ایک مجلس کی تشکیل

مسمومیت کے نتیجے میں امامؑ کی شہادت کے بعد سندی بن شاہک نے چند درباری زرخرید علماء کہ جن کے درمیان "ہیثم بن عدی بھی تھا اور بغداد کے چند معتمد سفید داڑھی والوں اور فوجی افسروں کی ایک جماعت کو امامؑ کے جنازہ کے پاس جمع کیا تاکہ وہ سب کسی قسم کی ظاہری یا باطنی جراحت وزخم خوردگی، مسمومیت اور اس کی امام کے ساتھ دوسر جنایت کاریوں کے آثار وعلامات کے نہ ہونے کی تصدیق وگواہی کردیں اور اس سلسلہ میں ایک تحریر پر دستخط کردیں کہ امامؑ نے اپنی طبعی موت سے انتقال فرمایا ہے۔ان تمام مقامی معتمدین اور ایمان سے عاری مومن نماؤں نے گواہی دی اور اس کاغذ پر اپنے اپنے دستخط کردیئے کہ موسیٰ بن جعفرؑ نے اپنی طبیعی موت سے انتقال فرمایا ہے۔

ہارون کا مقصد

امامؑ کو قید خانوں میں مقید رکھنے سے ہارون کی غرض وغایت کیا تھی؟ یہ ایک سوال ہے جو مورخین کی نگاہوں اور توجہ کو اپنی طرف موڑتا ہے،ایک جماعت کا نظریہ یہ ہے کہ اس کا مقصد یہ تھا اور وہ یہ چاہتا تھا کہ امامؑ کو مقید ونظر بند رکھ کر حضرتؑ کے شیعوں اور پیروؤں کے ساتھ حضرتؑ کے عملی رابط کو منقطع کردے اور اس طرح سے شیعوں کی ترقی اور ان کے علمی وتعلیمی استقلال کو بخیال خویش شدید ترین وناقابل تلافی نقصان پہنچائے۔لیکن وہ اس امر سے غافل تھا کہ فقہ جعفری کی حقیقت اور باطنی طاقت اپنی طبیعی رفتار کو خود ہی تکمیل وترقی عطا کرنے میں مصروف تھی اور لوگوں کے دلوں اور رجحانات کو اپنی طرف مائل کرتی جارہی تھی

اور یہی وجہ ہے کہ امامؑ کو مقید و نظر بند رکھنے سے نہ صرف یہ کہ عملی حیثیت سے معمولی سا وقفہ بھی رونما نہیں ہوا بلکہ اس کے برعکس دلوں میں امامؑ کی قدر و منزلت اور حضرتؑ سے عقیدت بڑھتی اور قوت پکڑتی گئی اور حضرتؑ کی محرومیت حضرتؑ کی محبوبیت کا بڑا سبب بن گئی۔

ایک دوسری جماعت کا نظریہ یہ ہے کہ امامؑ کو مقید رکھنے سے ہارون کا مقصد یہ تھا کہ حضرتؑ کے دوسرے لوگوں سے رابطوں تعلقات اور آمد و رفت پر نظر رکھے اور علویین جن میں حضرتؑ کی ذات مغز مفکر کی حیثیت رکھتی تھی کی طاقتوں کو کسی ایک مرکز پر مجتمع ہونے سے باز رکھے، لیکن یہ امر بھی علاوہ اس کے کہ ہارون کی حالت کے لئے کسی طرح نفع بخش ثابت نہیں ہوا بلکہ علویین کے علمیات کی شدت میں کئی گنا اضافہ کا باعث بن گیا اور ان کو انتقام گیری کے جذبات کے لحاظ سے بھی زیادہ مضبوط اور زیادہ مستحکم و شدید بنا رہا تھا، یہاں تک کہ وہ لوگ اس راہ خلافت کے قوی ترین مانع اور سنگین رکاوٹ بن گئے۔

لوگ کہتے ہیں کہ: جنازۂ امامؑ کو جسر بغداد پر رکھنے کا سبب شاید یہ اصل رہی ہو جس کا شیعوں کی ایک جماعت امام ہفتمؑ کے بارے میں عقیدہ رکھتی تھی کہ امامؑ ہی قائم منتظر ہیں اور امامؑ کی طولانی قید و بند نے اس عقیدہ کو زیادہ مستحکم کر دیا تھا، چنانچہ وہ لوگ یہی کہتے تھے کہ یہ طولانی قید دراصل غیبت قائم ہے، غالباً یحییٰ بن خالد نے اسی خیال سے حکم دیا کہ مجمع عام میں اعلان کریں کہ "یہ موسیٰ بن جعفرؑ کا جنازہ ہے جن کے متعلق رافضی یہ گمان کرتے ہیں کہ یہی قائم منتظر ہیں جنہیں موت نہیں آئے گی۔" چنانچہ بھی لوگوں نے جنازہ کو دیکھا اور حضرتؑ کے انتقال کی گواہی دی۔

بہر حال حقیقت جو بھی ہو اتنا تو مسلمہ امر ہے کہ امام ہارون کی ڈکٹیری اور اس کے ظلم و ستم

سے مقابلہ کے نتیجے میں شہید ہوئے اور ہارون رشید امامؑ کی شان میں جن اہانت آمیز حرکتوں، گستاخیوں اور بے ادبیوں کا مرتکب ہوا ان سے تاریخ کے اوراق سیاہ ہیں اور ہارون ہی کو امامؑ کے قتل وشہادت کا اصلی سبب جانتے ہیں۔

﴿اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ بَیْتِ النُّبُوَّةِ وَمَوْضِعِ الرِّسَالَةِ وَمُخْتَلَفَ الْمَلَائِکَةِ وَمَھْبِطَ الْوَحْیِ وَمَعْدِنَ الرَّحْمَةِ﴾

جو آپؑ کا انکار کرے، وہ ناکام رہے گا

جو آپؑ کا ساتھ چھوڑے، وہ گمراہ ہوگا

جو آپؑ کے دامن سے وابستہ رہے، وہی کامیاب ہوگا

جو آپؑ کی پناہ میں آ جائے، وہ محفوظ رہے گا

جو آپؑ کی تصدیق کرے، اُس کے لیے سلامتی ہے

جو آپؑ سے متمسک ہو، وہ ہدایت یافتہ ہے

جو آپؑ کے نقشِ قدم پر چلے، اُس کی آرامگاہ جنت ہے

جو آپؑ کی مخالفت کرے، اُس کا ٹھکانہ جہنم ہے

(زیارت جامعہ)

امام علی بن موسیٰ الرضاؑ
مبلّغِ توحید

امام علی بن موسیٰ الرضاؑ
مبلّغِ توحید

اسلام عالمگیر توحیدی حکومت کی بنیاد پر استوار ہوا ہے' توحید ہی ہے جو بشر کو ذلتوں اور رسوائیوں سے نجات دلاتی ہے۔

۱۱رذیقعدہ دنیائے اسلام کے آٹھویں برحق و معصوم امام حضرت رضا علیہ السلام کی ولادت باسعادت کی سالگرہ کا مبارک دن ہے اور ہمارے چودہ بزرگوار معصومین علیہم السلام میں سے امام ہشتمؑ کی واحد ذات ہے جن کے وجود مبارک نے سرزمین ایران میں اپنی ابدی آرام گاہ کے ذریعہ ایرنیوں کو افتخار بخشا ہے۔

امام رضاؑ نے ۱۴۸ھ ہجری میں اپنے جدو بزرگوار امام جعفر صادقؑ بنیان گزار فقہ جعفری کی رحلت کے ٹھیک ۱۶ر روز بعد میدان حیات میں قدم رکھا اور دنیائے علم و معرفت اور عالم فضیلت و تقویٰ کو اپنے قدم مبارک سے زینت و افتخار بخشا، آپؑ کی زندگی اور امامت کا زمانہ جو فقط بیس سال تک رہا اس زمانہ سے مقارن تھا جسے علوم اور افکار و عقائد کے ٹکراؤ اور ان کو دوسری زبانوں میں منتقل کرنے کے اور یونان و اسکندریہ کے تصنیفات و معارف کے عربی زبان میں ترجمہ کا دور کہا جاتا ہے' طرح طرح کے نظریات و عقائد اسلامی ماحول میں پھیلتے جارہے تھے اور اسی ضمن میں عقائد و آراء میں تضاد و ٹکراؤ کی صورتیں بھی سامنے آتی تھیں اور اس رہ گزر میں لوگوں کی واحد تکیہ گاہ انہیں امام معصومؑ کا فیض رساں وجود تھا۔

امام رضاؑ علم ودانش کی ترقی اور معارف اسلامی کی ترویج کی طرف بہت زیادہ توجہ مبذول فرماتے تھے اس انداز سے کہ آپؑ کی پر فیض و پر کشش مجلس شاگردوں اور طالبان علوم کی کثرت سے ہمیشہ موجزن رہتی تھی اور مختلف مذاہب وعقائد کے پیشواؤں اور مختلف جماعتوں کے فکری رہبروں سے امامؑ کے مناظروں اور مباحثوں کے پر جوش جلسے مشہور و معروف ہیں اور خلافت اسلامی کے خاص مرکز میں خلیفہ کے روبرو امام علی مقام اور ادیان و مذاہب کے مشہور و نامور علماء جو دنیا کے ہر خطہ اور ہر علاقہ سے اس مرکز کی طرف آتے تھے کہ درمیان بحث و مباحثہ ہوا کرتے تھے اور ہمارے آٹھویں امامؑ ان بحثوں کے ضمن میں مذاہب و ادیان کے علماء و صاحبان نظر کے سامنے دین اسلام کے حقائق کی تشریح و توضیح فرمایا کرتے تھے' ظاہر ہے کہ یہ مناظرے و مباحثہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے سلسلے میں گہرے اثرات کے حامل ہوتے تھے' امام عالی مقامؑ کی تاریخ زندگی میں ثنویہ (دو خداؤں کا اعتقاد رکھنے والے) کے ساتھ اجتماعات دہریوں اور طبیعیوں کے ساتھ مباحثہ' کیتھولک عیسائیوں (جاثلیق) کے ساتھ مناظرے' یہودیوں (راس الجالوت) کے ساتھ مجادلے اور زندیقوں و بے دینوں سے بحث و تمحیص کے واقعات ثبت ہیں جن کا مطالعہ کرنے کے بعد ہر شخص امامؑ کی علمی و روحانی و ہدایتی مقام و منزلت کا بخوبی اندازہ کر سکتا ہے۔

نیشاپور میں امامؑ کا کلام

نیشاپور ایک قابل توجہ حوزۂ علمی رکھتا تھا جو اس زمانہ کے علماء و دانشمندوں کا فکری و علمی مرکز تھا۔ امام رضاؑ طوس جاتے ہوئے ایک روز جب اس شہر سے گزر رہے تھے تو یہاں

کے علماء نے امامؑ سے درخواست کی کہ حضرتؑ اپنے جد بزرگوار کی کوئی حدیث تبرکاً و تمیناً فرمائیں تاکہ ان کے دلوں کے صفحات پر بطور یادگار باقی رہے۔

امامؑ نے اس حالت میں کہ سادہ سا لباس زیب تن فرمائے ہوئے تھے اپنا نورانی چہرہ مبارک حاضرین کے سامنے کیا جن میں ہر طبقہ کے لوگ تھے اور مکمل سکوت وخاموشی کا پہرہ ہوگیا' اس وقت حضرتؑ نے وہ حدیث جو" سلسلۃ الذہب" کے نام سے مشہور ہے بیان فرمائی: (جس کا مفہوم یہ ہے)

"اسلام کی بنیاد توحیدی جہاں بینی پر رکھی گئی ہے' کلمہ توحید ایک مضبوط ومستحکم الٰہی قلعہ ہے جو افراد اس قلعہ میں داخل ہو جائیں گے وہ عذاب الٰہی سے نجات پائیں گے۔"

امامؑ نے یہ حدیث بیان فرما کر تھوڑی دیر توقف فرمایا پھر سر مبارک کو دوبارہ ہودج سے باہر نکالا اس حالت میں کہ یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ حضرتؑ کچھ اور فرمانا چاہتے ہیں آپؑ نے حدیث مزکورہ میں ان کلمات کا اضافہ فرمایا:" لکن بشرطھا وشروطھا وانا من شروطھا " (لیکن ایک شرط اور کچھ شروط کے ساتھ اور میں اس کی شروط میں سے ایک ہوں) یعنی عذاب سے نجات وبے خوفی وآسائش ولایت کی شرط کے ساتھ جو اپنے صحیح معنی ومفہوم میں ہو مکمل توحیدی نظام ہے۔

امام رضاؑ اور ولایت فقیہ

ولایت وسرپرستی اور عادلانہ وباخبر رہبری وحدانیت پرستی ہی سے چھوٹا ہوا چشمہ ہے' اگر لائق اور سچے رہبر مصروف کار نہ ہوں تب بھی طاغوت زمانہ بجائے خدا کے حاکم بن بیٹھیں گے اور حکمرانی کرنے لگیں گے اور کلام خدا کی تاثیر اور توحیدی نظام کے بے نظیر

اثرات ختم ہو جائیں گے۔

ولایت فقیہ اور فقہائے ربانی کی دینی پیشواؤں کی عصمت و ولایت کے عہدہ کی نیابت کرتے ہوئے سرپرستی ورہبری اسی توحیدی اصل سے پھوٹا ہوا چشمہ ہے خصوصاً اس لئے کہ حضرت امام رضاؑ کا ایک کلام اس سلسلہ میں موجود ہے جس کو نقل کر کے ہم اپنے مقالہ کے اس گوشہ کو تمام کرتے ہیں۔

عبدالواحد محمد بن عبدوس عطار نیشاپوری نے امام رضاؑ سے "اولوالامر" کے بارے میں اور اس کے وجودی فلسفہ کے متعلق سوال کیا تو امامؑ نے اسے جو مفصل جواب مرحمت فرمایا تھا وہ اس طرح ہے:

"چونکہ احکام وقوانین الٰہی روشن وواضح ہو چکے ہیں اور ان کا طور وطریقہ معین ہو چکا ہے اور لوگ مجبور و ناچار ہیں کہ الٰہی مقررہ حدود سے سرمو تعدی وتجاوز نہ کریں اور ان قوانین کی حفاظت ونگہداشت کے لئے کسی صاحب قدرت اور واقعی پاسدار امانت دار فرد کا ہونا ضروری ہے جو لوگوں کو حق کے دائرہ سے خارج نہ ہونے دے اور دوسروں کے حقوق پر تجاوز و دست درازی نہ کرنے دے' اگر وہ فرد باقدرت مومن اور لوگوں کو تعدی وتجاوز سے باز رکھنے والا نہ ہوگا جو حقوق اللہ کی طرف دفاع کر سکے تو لوگ خودغرضی وخودخواہی اور حصول منفعت کے جذبات سے مغلوب ہو کر دوسرے کے حقوق پر دست درازی کرنے سے کوتاہی نہیں کریں گے اور اس امر کا ایک دوسرا سبب بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ کوئی قوم بھی بغیر کسی سرپرست ونگراں کے اپنی زندگی وحریت کو قائم نہیں رکھ سکی ہے' اس لئے امور دنیوی واخروی دونوں کے لئے کسی رئیس وسرپرست کا ہونا لازمی ہے اور لوگوں کو ان کی اس ضروری احتیاج سے باز نہیں رکھا جا سکتا' اگر محض بدعتیوں' بے دینوں اور توحید کے منکروں کی دستبرد دین کی

حفاظت ونگہداری کے عنوان سے بھی ہو تب بھی کسی سرپرست اور ولی کا وجود لازمی امر ہے کیونکہ اگر کوئی سرپرست اور ولی اور احکام الٰہی کا محافظ موجود نہ ہوگا تو الٰہی شریعت وخدائی احکام اور سنتیں اور اسی طرح عبادت کے طریقے متغیر ہو جائیں گے اور اس تغیر و پراگندگی میں تمام لوگوں کی خرابی وتباہی پنہاں ہے۔"

امامؑ کا طرز زندگی

امام رضاؑ بہت سادہ ومعمولی طرز کی زندگی بسر فرماتے تھے اور اس قدر بلند مرتبہ و عظیم المنزلت ہونے کے باوجود آپؑ اپنے خادموں کے ساتھ دسترخوان پر تشریف فرما ہوتے اور ان کے ساتھ غذا تناول فرماتے تھے اور کھانا کھانے کے وقت جب تک تمام غلام وخدمت گار دسترخوان پر بیٹھ نہ جاتے آپؑ کھانا کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتے تھے' کئی بار لوگوں (عباسی دربار کے بعض متکبرین) کی طرف سے اس کی تاکید کی گئی اور اس پر اصرار کیا گیا کہ امامؑ کے واسطے خاص غذا تیار کی جائے یا علیحدہ دسترخوان بچھایا جائے' لیکن امامؑ نے کبھی اس کی اجازت نہیں دی اور ان توقعات کے جواب میں فرماتے تھے کہ:

"مه ان الرب تبارک وتعالى واحد والاب واحد والام واحد والجنات بالاعمال"

"خاموش رہو! اس قسم کی بات نہ کرو کیونکہ ہم سب کا خالق و پروردگار ایک ہے' ہم سب کے ماں باپ ایک ہیں اور جزائیں اعمال وکردار کے اعتبار سے دی جائیں گی' ایسی صورت میں کیسے میں اپنے کو الگ اور ممتاز کر سکتا ہوں۔"

مستضعفین و پسماندہ محتاج افراد کا خیال

امامؑ کھانا کھانے کے وقت ایک بڑا سا پیالہ اپنے پاس رکھتے تھے اور ہر کھانے میں تھوڑا تھوڑا سا نکال کر اس پیالے میں رکھتے اور پھر حکم دیتے کہ اسے ان فقراء اور محتاجوں کے درمیان تقسیم کر دیا جائے جو معمولاً شہر کے کنارے اور گوشوں میں رہتے تھے اور سخت تاکید فرماتے کہ خبردار! نیکی کو ظاہر نہ ہونے دیں اور فرماتے تھے کہ ''جو شخص کسی کے ساتھ احسان کرتا ہے اور اسے پوشیدہ رکھتا ہے تو اس کا ثواب کئی بار حج بجالانے کے برابر ہوگا۔''

ان بزرگوار کی تعلیمات اور حکمت آمیز باتیں

امامؑ بزرگوار عالی مقام کے ان گہر بار کلاموں میں سے جو متواتر طور پر نقل کیے گئے ہیں مشہور و معروف حدیث ''حدیث سلسلۃ الذہب'' ہے جو حضرت نے خراسان کے سفر میں مقام مرو (نیشاپور) پر ہزاروں استقبال کرنے والوں کے سامنے ارشاد فرمائی تھی، اس حدیث کا نام ''سلسلۃ الذہب'' رکھنے کا سبب یہ ہے کہ اس کی روایت سلسلہ وار جبرائیل امین تک پہنچتی ہے اور جبرائیل نے زبان قدرت سے اسے اس طرح سنا کہ:

''کلمه لا اله الا الله حصنی فمن قالها دخل حصنی ومن دخل حصنی امن من عذابی۔''

''یعنی کلمہ لا الہ الا اللہ اور اس فلسفہ پر اعتقاد الٰہی محکم قلعہ ہے پس جو شخص اس کا اعتقاد رکھے گا اور اس کے راہ میں دفاع کرے گا وہ عذاب الٰہی سے محفوظ و بے خوف ہوگا۔''

اس حدیث نے آج اپنی پوری تجلی اور پورا مقام پالیا ہے' مقصد توحید اور عظیم توحیدی نظا
بہت بلند اور بے حد مستحکم الٰہی قلعہ ہے' جو لوگ توحید والٰہی نظام کے پرچم کے سایہ میں قد
بڑھائیں گے وہ روحی اضطراب سے محفوظ اور وجدان اور اندرونی و بیرونی بے چینیوں او
عذاب سے آسودہ ونجات یافتہ ہوں گے' وہی توحیدی نظام جو جامعہ بشریت کی مادی
روحانی زندگیوں کا واقعی تکمیل کرنے والا ہے۔

شہادت

اپنی حیات مقدسہ کے آخری دنوں میں ایک روز امامؑ نے نماز ظہر بجالانے کے
بعد یاسر خادم کو بلایا اور پوچھا۔ کیا تمام خدمت گاروں نے کھانا کھالیا ہے؟

آقائے نامدار! اس حالت میں کہ آپ کا مزاج اس قدر ناساز ہے' کھانے کی کسے فکر ہے؟
امامؑ کا نرم ونازک دل اس امر سے راضی نہیں ہوا کہ آپ کے گھر کے خدمت گار چند گھنٹے بھی
بھوکے رہیں اور غذا انہیں گوارہ نہ ہو۔ امامؑ نے اپنی آخری قوت کو جمع کیا اور بڑی زحمت و
مشقت سے بستر کے کنارے بیٹھ گئے اور فرمایا:

''دستر خوان بچھاؤ۔''

خدمتگاروں نے جب امامؑ کو اپنے درمیان دیکھا تو بڑے اشتیاق کے ساتھ دستر خوان
لگایا اور کھانا لاکر چن دیا' امامؑ نے حکم دیا تو سب لوگ حضرتؑ کے گرد جمع ہو گئے اور دستر خوان
کے کنارے بیٹھ گئے اور کھانا کھایا' اس اثناء میں امامؑ ایک ایک سے گفتگو فرماتے رہے اور
ہر ایک سے اس کی حالت پوچھتے رہے' (جب سب کھانے سے فارغ ہو گئے تو) حضرت

نے حکم دیا کہ اب خواتین کے لئے دستر خوان لگائیں' یہاں تک کہ تمام خواتین بھی کھانے سے فارغ ہو گئیں۔

اور اس کے فوراً بعد حضرتؑ پر ضعف و نقاہت غالب آ گئی اور آپؑ بے ہوش ہو گئے اور آخر کار وعدہ الٰہی پورا ہونے کا وقت آ گیا اور حضرتؑ بڑے درد و رنج کے ساتھ دنیا سے آنکھیں بند کر لیں' یہ عظیم مصیبت ماہ صفر ۲۰۳ ہجری کے آخری دن شہر طوس میں نازل ہوئی اس وقت حضرتؑ کی عمر مبارک کے ۵۴ سال' تین مہینے اور انیس روز گزرے تھے۔

امامؑ کی تشییع جنازہ اور دفن

امامؑ کی رحلت کے چند ہی لمحوں بعد مامون نے بحالت پریشان اپنے کو امامؑ کے گھر میں پہنچایا اور گریبان چاک کر ڈالا' آنسو بہا رہا تھا اور اپنا سر پیٹ رہا تھا اور فریاد کر رہا تھا۔

لوگ حضرتؑ کے گھر کے سامنے جمع ہوئے اور نالہ و فریاد گریہ و زاری کی آوازیں بلند تھیں' کچھ لوگ حضرتؑ کے قاتل کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے جس کے ضمن میں کبھی کبھی مأمون کا نام بھی سنائی دی رہا تھا۔

مامون نے یہ بات محسوس کی کہ اگر امامؑ کے جنازہ کی آشکارا طور پر اور ظاہر بظاہر تشییع ہو گی تو ممکن ہے ناگوار حالات و حادثات سے دوچار ہونا پڑے اس لئے حضرتؑ کے اقرباء میں سے ایک شخص کو بلا کر حکم دیا کہ لوگوں میں یہ اعلان کر دے کہ حضرتؑ کے جنازہ کی تشییع آج نہیں ہو گی' جب پبلک متفرق ہو گئی تو اس نے حکم دیا۔ اس کے مطابق راتوں رات حضرتؑ کو غسل دیا گیا اور ہارون کی قبر کے قبلہ جانب جو حمید بن قحطبہ کے باغ میں واقع تھی حضرتؑ

کو سپرد خاک کیا گیا۔

وہ مقام جہاں پر اب بھی امامؑ کی قبر مقدس موجود ہے اور کروڑوں شیعیان اہل بیت اطہا
کے لئے زیارت گاہ بنی ہوئی ہے اس زمانہ میں وہ مقام طوس کے قصبات و دیہات میں
سے ایک چھوٹا سا گمنام گاؤں تھا جس کو سناباد کہتے تھے' اسی منطقہ میں حمید بن قحطبہ کا گر
کے موسم میں رہائش کے لئے ایک محل تھا' یہ شخص عباسی دربار کے سرداروں میں سے ایک تھ
جب ہارون خراسان کے سفر میں بیمار ہوا اور دنیا سے رخصت ہوا تو اسی محل میں دفن کیا گی
مامون نے اولاً یہ چاہا تھا کہ امامؑ کی قبر ہارون کی قبر کے پہلو میں ہارون کی پشت سر کی جانب
قرار دے لیکن وہ ایسا نہیں کر سکا اور اپنی کوشش میں ناکام رہا آخرکار اس معصوم امامؑ کے
پاک و مطہر جسم کو ہارون کی قبر کے قبلہ کی جانب سپرد خاک کیا گیا۔

اسی زمانہ میں جب دعبل خزاعی نے امامؑ کی خبر شہادت اور مقام دفن کے متعلق سنا
حضرتؑ کی مصیبت میں ایک مرثیہ کہا' منجملہ اشعار مرثیہ کے یہ دو شعر بھی ہیں۔

قبرآن فی طوس خیر الناس کلھم

و قبر شرھم ھذا من العبر

ما ینفع الرجس من قرب الذکی وما

علی الذکی بقرب الرجس من ضرر

"(طوس میں دو قبریں' پہلو بہ پہلو) واقع ہیں' ایک بہترین خلق کی قبر ہے اور دوسری بدتر
شخص کی' یہ بات عبرت کے قابل ہے۔
نہ تو اس ناپاک کو امامؑ کے طیب و طاہر جسم کی قربت کوئی نفع پہنچا سکتی اور نہ اس ناپاک جس
کی قربت سے اس طیب و طاہر جسم امامؑ کو کوئی ضرر پہنچ سکتا۔"

دعبل کا قول بالکل درست ہے' لیکن اس کے باوجود یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہارون کے لئے اتنا ہی دنیاوی فائدہ کافی ہے کہ امامؑ کے جسم اقدس کی برکت سے اس کی قبر بھی اسی طرح محفوظ ہے حالانکہ خلفاء بنی عباس کی قبریں عموماً گمنام و نامعلوم بلکہ معدوم ہیں' اسی طرح بنی امیہ کی قبریں بالکلیہ منہدم ہو چکی ہیں' نشان تک بھی باقی نہیں رہ گیا ہے اور ان کے اجسام نذر آتش ہو چکے ہیں۔

امام علیہ السلام کے مختصر کلمات

☆ . " ان اللہ یبغض القیل ولقال واضاعہ المال و کثرۃ السئوال "

''خداوند عالم بے ہودہ وفضول گوئی' مال کے ضائع و برباد کرنے اور بہت زیادہ سوال کرنے کو دشمن رکھتا ہے۔''

☆۔''من حدث نفسہ بالفقر بخل ومن حدثھا بطول العمر حرص ۔''

''جس کے دل میں مفلسی و ناداری کا خیال پیدا ہو جاتا ہے وہ بخیل ہو جاتا ہے اور جس کے دل میں طول عمر کا خیال پیدا ہو جاتا ہے وہ حریص ولالچی ہو جاتا ہے۔''

☆۔'' من حاسب نفسہ ربح ومن غفل عنھا خسر ومن خاف امن ومن اعتبر ابصر ومن البصر فھم ومن فھم علم''

''جو شخص اپنے نفس کا محاسبہ کرے گا وہ نفع میں رہے گا اور جو شخص اس سے غفلت برتے گا وہ گھاٹے میں رہے گا' جو شخص (خدا سے) ڈرے گا وہ بے خوف رہے گا اور جو شخص نصیحت حاصل کرے گا وہ بینا ہو جائے گا اور جو شخص بینا ہو جائے گا وہ سمجھ جائے گا اور جو شخص سمجھ جائے گا وہ دانا و صاحب علم ہو جائے گا۔''

☆۔ ''صدیق الجاهل فی تعب''

''نادان و جاہل آدمی کا دوست ہمیشہ رنج میں رہے گا۔''

☆۔ ''افضل المال ماوقی به العرض و افضل العقل معرفه الا انسان نفسه''

''بہترین مال وہ ہے جس سے آبرو کی حفاظت کی جائے اور بہترین عقل انسان کا اپنے آپ کو پہچاننا ہے۔''

☆۔ ''المومن اذا غضب لم یخرجه عن حق و اذا رضی لم یدخله رضاه فی باطل و اذا قدر لم یاخذا کثر من حقه''

''مردِ مومن جب غضبناک ہوتا ہے تو اس کا غضب اسے حق سے خارج نہیں ہونے دیتا اور جب وہ خوشنود ہوتا ہے تو اس کی خوشی اسکو باطل میں نہیں ڈال دیتی اور جب اسے قدرت حاصل ہوتی ہے تو اس قدرت کی وجہ سے اپنے حق سے زیادہ نہیں لیتا۔''

☆۔ ''اجتهد و ان یکون زمانکم اربع ساعات : ساعه لله لمنا جاته وساعه لار المعاش وساعه المعاشرة الاخوان الثقاة والذین یعرفونکم عیوبکم ویخلصون لکم فی الباطن ' وساعه تخلون الذاتکم ' وبهذا الساعه تقدرون علی الثلاث الساعات''

''کوشش کرو کہ تمہاری زندگی کی ساعتیں چار حصوں میں بٹی ہوئی ہوں۔ایک حصہ خاص اللہ کے لئے کہ تم اس میں سے مناجات کرو' ایک حصہ امور معاش و زندگی کے لئے' ایک حصہ ایسے دوستوں اور دینی بھائیوں کے وہاں آمد و رفت اور ان کی ہم نشینی کے لئے جو قابل وثوق و اطمینان ہوں اور جو تمہارے عیبوں کو تمہیں پہنچوا دیں اور اپنے دلوں میں بھی تمہارے لئے خلوص رکھتے ہوں اور ایک حصہ اپنی جائز و حلال لذتوں اور تفریحوں کے لئے مخصوص کر

دو کہ اس حصہ کے ذریعہ تم دوسرے تینوں حصوں پر بھی قادر ہو سکتے ہو۔"

☆۔"من استغفر بلسا نه ولم يندم بقلبه فقد استهزا بنفسه"

"جو شخص صرف اپنی زبان سے مغفرت کا طالب ہو اور اپنے دل میں شرمندہ و پشیمان نہ ہو تو وہ خود اپنا مذاق اڑا رہا ہے۔"

☆۔"من اسئل الله التوفيق ولم يجتهد فقداستهزء بنفسه"

"جو شخص خدا سے توفیق کا خواستگار ہو اور خود کوشش نہ کرے تو وہ خود اپنا مذاق اڑا رہا ہے۔"

☆۔"من سئل الله الجنه ولم يصبر على الشدائد فقد استهزء بنفسه"

"جو شخص خدا سے جنت کا خواہشمند ہو اور مشکلات اور سختیوں میں صبر نہ کرے تو وہ خود اپنا استہزاء کر رہا ہے۔"

☆۔"من تعوذ بالله من النار ولم يترک شهوات الدنيا فقد استهزء بنفسه"

"جو شخص آتش جہنم سے خدا کی طرف پناہ لے مگر دنیاوی خواہشات کو ترک نہ کرے تو وہ خود اپنا مذاق اڑا رہا ہے۔"

☆۔"من ذكر الله ولم يستبق الى لقائه فقداستهزء بنفسه"

"جو شخص خدا کو یاد کرے اور اس کی ملاقات کے لئے سبقت نہ کرے وہ خود اپنا استہزاء کر رہا ہے۔"

☆۔"لا يستكمل عبد حقيقه الايمان حتى تكون فيه ثلاث : الفقه في الدين ' وحسن التقدير في المعيشه ولصبر على الرزايا"

"کوئی بندہ ایمان کی حقیقت کو مکمل نہیں کر سکتا جب تک اس میں یہ تین صفتیں نہ پائی جائیں۔ دین کے بارے میں گہری واقفیت رکھتا ہو اور امور معیشہ میں حسن تدبیر سے کام

لیتا ہو اور مشکلات و مصائب میں صبر کرتا ہو۔"

☆ ۔"لیس العبادۃ کثرۃ الصیام و الصلواۃ و انما العبادۃ کثرۃ التفکر فی امر اللہ "

"عبادت صرف روزوں اور نمازوں کی کثرت نہیں ہے بلکہ قابل قدر و قیمت عبادت خدا کے بارے میں زیادہ اور گہرا تفکر و تدبر اور اس کی معرفت کی کوشش کرنا ہے۔"

﴾اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ بَيْتِ النُّبُوَّةِ وَمَوْضِعِ الرِّسَالَةِ وَمُخْتَلَفَ الْمَلَائِكَةِ وَمَهْبِطَ الْوَحْيِ وَمَعْدِنَ الرَّحْمَةِ﴿

خداوندِ عالم نے آپؑ حضرات کو مکرّم بندوں کے نہایت اشرف مرتبہ پر فائز کیا ہے

مقرّب بارگاہ لوگوں میں سب سے اعلیٰ منزل آپ لوگوں کی ہے

اور الٰہی نمائندوں کے وہ رفیع الشان درجات آپؑ کو حاصل ہے

جن تک نہ کسی کی رسائی ہے نہ کوئی اُس سے زیادہ بلند ہو سکتا ہے

نہ اُس سے سبقت لے سکتا ہے

اور نہ اُس تک پہنچنے کی کوئی شخص امید رکھ سکتا ہے

(زیارت جامعہ)

امام محمد تقی علیہ السلام
مجاہدین راہ حق کی نسلِ پاک کے ایک
معصوم

امام محمد تقی علیہ السلام

مجاہدین راہ حق کی نسل پاک کے ایک معصوم

ایک مبارک و مسعود پیدائش

عبادت و ریاضت کے مہینے رجب ۱۹۵ھ کی دسویں تاریخ جمعہ کے دن معارف اسلام کی نشر و اشاعت کے ادارے میں ایک ایسے نومولود نے عرصہ حیات میں قدم رکھا جو مقام نبوت کا وارث اور اسلام کے حقائق عالیہ کا مفسر بنا۔

برج امامت کے نویں روشن ستارے اور عصمت و طہارت کے گیارہویں کوکب درخشاں جو آٹھویں امام حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ کے اکلوتے فرزند ہیں جن کا نام نامی "محمد" رکھا گیا اس لئے کہ آپؑ اپنے جد بزرگوار پیغمبر گرامی قدر اسلامؐ کے نظریات و مجاہدات کی تجدید کرنے والے تھے اور اس کے بعد صفات زہد و ورع و تقویٰ کی بناء پر جو آپؑ کی ذات میں نمایاں طور سے مشاہدہ کئے گئے "تقی" کے لقب سے ملقب ہوئے اور اس سخاوت و بخشش کی بناء پر جو آپؑ راہ خدا میں فرماتے تھے لقب "جواد" سے بھی مشہور و معروف ہوئے۔ آپؑ کی بافضیلت و عفت مآب مادر گرامی جناب سبیکہ یا خیزران نامی ایک مصری خاتون تھیں جو ام ولد تھیں اور جناب ماریہ قبطیہ مادر جناب ابراہیم و زوجہ جناب رسول خداؐ کے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔

آپ فضیلت و تقویٰ کے لحاظ سے اس منزل پر تھے کہ ائمہ معصومؑ کی توجہ کا مرکز رہے ہیں۔

چنانچہ وہ حدیث جو امام موسیٰ بن جعفرؑ سے منقول ہے اس میں امامؑ نے آپؑ کو اپنی خاص عنایات و توجہات سے نوازا ہے اور اپنے دوستداروں میں سے ایک شخص کو یہ وصیت فرماتے ہیں کہ "اگر تمہارے لئے ان سے ملاقات ممکن ہو تو انہیں میرا سلام پہنچا دینا۔"

امامؑ نے اپنے معصوم پدر کی زیر نگرانی اور ایسی پرہیز گار و بافضیلت ماں کے آغوش الفت و محبت میں پرورش پائی اور رسالت اور عظیم الٰہی امانت کی قبولیت و انجام وہی کے لئے آمادہ ہوئے' وہی امانت اور آسمانی مقدس فرمان جس کی انجام دہی کے ذمہ دار تمام ائمہ طاہرین یکے بعد دیگرے ہوتے رہے۔

ظاہری صفات

آپؑ کے جسمانی اوصاف و خصوصیات کو مورخین نے اس طرح بیان کیا ہے۔ معتدل مائل بہ بلندی قد و قامت' چہرہ مبارک کا رنگ گندمی مائل بہ سبزی' دندان ہائے مبارک سفید اور چھوٹے چھوٹے' ابرو باریک اور باہم ملے ہوئے' آنکھیں سیاہ اور بڑی بڑی' ناک اونچی اور باریک تھی۔

ہمارے نویں امامؑ بھی اپنی عمر مبارک کے پانچویں بہار میں تھے جب آپؑ کے پدر بزرگوار امام رضاؑ مدینہ سے عازم ایران ہوئے' اور ۲۰۳ ہجری تھی جب امام رضاؑ نے شہادت پائی تو یہ نومولود مسعود اپنی عمر مبارک کے ساتویں سال میں تھے کہ امامت کی ذمہ داریاں آپؑ کے کاندھوں پر آ گئیں۔

شیعیان آل محمد عجیب و غریب مقدرات الہیہ سے اس بات کو بعید نہیں جانتے کہ ایک

سات سال کا بچہ امت کی امامت اور ملت کی رہنمائی کے لئے منتخب ہو جائے جس طرح سے اس بات کو بعید نہیں جانتے کہ حضرت ''یحییٰ'' پیغمبر سن طفولیت میں پیغمبری کے عہدہ پر فائز ہوں یا حضرت ''عیسیٰؑ'' طفولیت و شیر خواری کے دور میں پروردگار عالم کی خاص مہربانیوں کے مستحق قرار پائیں اور اپنی مادر گرامی کی عصمت و طہارت ثابت کرنے کی لئے الٰہی پیغام لوگوں تک پہنچائیں، اسی وجہ سے خاندان امیر المومنینؑ کے دوستداران اور شیعیان آل محمدؐ کمال اخلاص و ایمان کے ساتھ امام جوادؑ کو آپؑ کی پدر گوار کے بعد پیشوا و امام مانتے اور قبول کرتے ہیں۔ چنانچہ آپؑ کی امامت و پیشوائی کا آغاز اول ربیع الاول ۲۰۳ ہجری سے ہوتا ہے اور اکثر اسلامی مورخین کی تصریح کے بموجب آپؑ کی امامت کا دور پورے سترہ سال تک رہا۔

امامؑ کے القاب

لقب یا کنیت ایک دوسرا نام ہوتا ہے جو ماں باپ کے اصل نام رکھنے کے بعد مولود کے اوصاف، عادات و اطوار لیاقت و شخصیت کے پیش نظر اعزہ و اقرباء یا دوسرے لوگ رکھ دیا کرتے ہیں اور اس قسم کی نام گزاری عرب کے ماحول اور ادبیات میں بہت ہی حساس اہمیت اور بلند مقام کی حامل ہوتی ہے یہاں تک کہ بہت سے موقعوں پر تو یہ دوسری نام گزاری پہلی نام گزاری کو بھی پس پردہ کر دیتی ہے۔

امام محمد تقیؑ علاوہ ''ابو جعفر ثانی'' کی کنیت کے (کہ امام پنجم حضرت امام محمد باقرؑ کی کنیت ابو جعفر اول تھی) مزید کئی القاب رکھتے ہیں جن میں سے چار مشہور القاب کی طرف ہم یہاں اشارہ کرتے ہیں۔

(۱)۔ جواد: یہ کلمہ ہے جو لفظ جود سے لیا گیا ہے اور جس کے معنی بخشنے والا بخشش کرنے والا اور راہ خدا میں ایثار کرنے والے کے ہوتے ہیں' امام جواد حاجتمندوں کو پہچاننے کے سلسلہ میں بصیرت کامل اور بخشش کرنے والا ہاتھ رکھتے تھے اور مسلمان حاجتمند آپ کے عطیات و عنایات اور مہر و محبت سے برابر بہرہ مند ہوتے رہتے تھے۔

علی بن عیسٰی اربلی صاحب کشف الغمہ میں کہتے ہیں:

''امام جواد بخشش کرنے والوں کے سردار' سخاوت و کرامت کے مصداق کامل ہیں' کیونکہ احسان و کرم ائمہ طاہرین ذاتی خصائص و خصائل اور ان کے ملکوتی طبائع میں سے تھی اور یہی وہ حضرات ہیں جو فضل و کرم الٰہی کے بحر لامحدود کے کنارے ہیں۔''

(۲)۔ تقی: یہ لفظ تقویٰ اور وقایہ سے لیا گیا ہے جو اپنے معنی کے لحاظ سے نگہداز پرہیزگار اور راہ صلاح و سداد و عفت کے سکھانے والے کے مکمل مصداق تھے جس کے بارے میں دوست دشمن سب متفق الرائے ہیں۔

(۳)۔ مرتضٰی: یہ کلمہ لفظ رضا سے ماخوذ ہے یعنی منتخب' برگزیدہ اور لوگوں کے درمیان سے چنا ہوا' کیونکہ امام عالی مقام اپنے روحانی امتیازات اور فوق العادۃ باطنی صلاحیتوں اور لیاقتوں کے لحاظ سے تمام لوگوں میں ممتاز و منتخب تھے جن سے خدا بھی راضی تھا اور خدا کے صالح و شائستہ و نیک بندے بھی۔

(۴)۔ قانع: یہ کلمہ لفظ قنوع و قناعت سے لیا گیا ہے یعنی راہ خدا میں جو کچھ بھی پیش آئے اس پر قانع و راضی تھے اور کبھی اپنی طرف سے کسی پریشانی' عاجزی اور بے صبری کا معمولی طور پر بھی اظہار نہیں فرماتے تھے۔

حضرت کے دوسرے القاب میں ''مرضی' متوکل' مختار' متقی'' بھی بیان کئے گئے ہیں۔ جو

حضرات اس بارے میں تفصیل چاہتے ہوں وہ متعلقہ کتابوں کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

معصوم ائمہ اور لوگوں کے روحانی واجتماعی رہبروں کے عظیم اور اہم امتیازات میں سے ایک امتیازی صفت ان حضرات کا کمال عقل وادراک ہے جو تمام لوگوں کے عادی واجتماعی ادراک سے بلند و بالاتر رہا ہے اور یہ حضرات اندیشہ وفکری وہوش وفراست کے مراتب کے اعتبار سے اپنی خاص خصوصیات کے حامل تھے ان حضرات کا سن طفولیت اور بچپن بھی اس ذاتی صلاحیت وقابلیت اور دیگر خصوصیات سے مانع نہیں تھا' ان بزرگواروں کے علم ودانش کی برتری اور عقلی ادراکات کے بلند مراتب کے سلسلہ میں بہت کافی تاریخی شواہد موجود ہیں' ان میں سے بطور نمونہ چند دانشمندوں اور بزرگان علم وادب کے نظریات وخیالات کو اپنے مدعا کی تائید میں پیش کر رہے ہیں جو خود بے شمار حقائق کی نقاب کشائی کر سکتے ہیں۔

امام جوادؑ کے متعلق علماء اہل سنت کے نظریات وآراء

(۱)۔علامہ سبط ابن جوزی کتاب ''التذکرہ'' میں حضرت کے متعلق اس طرح رقمطراز ہیں:

''محمد جوادؑ نے ۱۹۵ھ میں عرصہ حیات میں قدم رکھا اور ۲۲۰ میں (صرف) ۲۵ سال کی عمر میں عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی، آپ علم وتقویٰ، سخاوت وپرہیزگاری میں بالکل اپنے والد بزرگوار کے مثل آپ ہی کے ہم قدم تھے، آپ مرتضیٰ وقانع کے القاب سے ملقب تھے۔آپ کی وفات بغداد میں واقع ہوئی اور مقابر قریش میں اپنے جد بزرگوار امام موسیٰ بن جعفرؑ کے پہلو میں مدفون ہوئے اور اب بھی دوستداروں اور عقیدتمندوں کی

زیارت گاہ ہے۔''

(۲)۔علامہ ابن صباغ مالکی حضرتؑ کے متعلق لکھتے ہیں:

''ابو جعفر محمد جوادؑ مدینہ کے اندر ۱۹۵ ہجری میں متولد ہوئے، آپؑ نسب کے اعتبار سے بلند ترین خانوادہ سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ آپؑ فرزند علی ابن موسیٰ کاظم ابن جعفر صادق ابن محمد باقر ابن علی ابن حسین ابن علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔آپؑ نے بغداد میں اس عالم فانی کو چھوڑا، آپؑ کی مدینہ سے شہر بدری اور بغداد میں لائے جانے کا باعث عباسی خلیفہ معتصم تھا، جس نے حضرتؑ کو مدینہ سے بغداد بلوایا، آپؑ اپنی بیوی ام الفضل بنت مامون کے ساتھ بغداد تشریف لائے وہ محرم ۲۲۰ھ کی ۲۸ ویں تاریخ تھی اور اسی سال ماہ ذیعقدہ کے آخر میں دنیا کو الوداع کہا اور مقابر قریش میں اپنے جد بزرگوار امام موسیٰ بن جعفرؑ کے پہلو میں مدفون ہوئے، رحلت کے وقت آپؑ کا سن مبارک ۲۵ سال کا تھا، آپؑ کی زوجہ (ام الفضل) معتصم کے محل میں رہنے والی عورتوں کا جزء بن کر اسی محل میں رہنے لگی، کہا جاتا ہے کہ آپؑ کی شہادت زہر خورانی کی وجہ سے واقع ہوئی، آپؑ کے دو فرزند علی اور موسیٰ اور دو بیٹیاں فاطمہ اور امامہ بطور یادگار باقی رہ گئیں۔''

(۳)۔ابن تیمیہ اس طرح گہر ریز ہیں۔

''محمد فرزند علی ملقب بہ جواد اعیان و بزرگان بنی ہاشم سے ہیں' سخاوت و کرم میں شہرت تامہ رکھتے ہیں' آپؑ نے سن شباب اور ۲۵ سال کی عمر میں رحلت فرمائی' آپؑ کا سنہ وفات ۲۲۰ ہجری تھا۔''

(۴)۔فاضل معاصر سید محمد ہاشمی افغانی امام عالی مقام کے متعلق کہتے ہیں:

''معتصم امام جوادؑ کی علمی و روحانی عظمت کے سامنے اپنی حکومت و سلطنت کے بارے

میں خائف و ہراساں تھا اسی وجہ سے آپ کو مع آپ کی زوجہ (ام الفضل) کے مدینہ سے بغداد طلب کیا تا کہ حضرت کو اپنی زیر نگرانی رکھے اس کے بعد معتصم کی دسیسہ کاریوں کے نتیجہ میں اس کی بھتیجی ام الفضل نے حضرت کو زہر دے دیا اور مقابر قریش میں اپنے جد بزرگوار امام موسیٰ بن جعفرؑ کی مقدس پہلو میں مدفون ہوئے۔"

ہم اس عظیم مرد خدا اور معصوم و امام برحق کی مبارک میلاد کے موقع پر مقام ولایت و امامت کے تمام دوستداروں اور شیداؤں کو تہنیت و تبریک پیش کرتے ہیں۔

اس وجہ سے کہ امام جوادؑ نے امامت اور شیعوں کی پیشوائی کی عظمت کو قائم رکھتے ہوئے مامون کے داماد اور "ابن الرضا" کے معروف نام سے اتنی کافی شہرت و عظمت حاصل فرمائی تھی کہ تمام شیعہ آپ کے فرمان اور اوامر و نواہی کے صادر ہونے کے منتظر رہتے تھے اور مختلف جہات سے وسیع اسلامی سلطنت کے لوگوں کے لئے توجہ و تعظیم و احترام کا مرکز تھے معتصم عباسی خلیفہ حضرت کی طرف سے خوف و ہراس محسوس کر رہا تھا اور اس فکر میں رہتا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضرت کی شخصیت و محبوبیت کے سائے میں مرکزی حکومت کے خلاف کوئی تحریک اٹھائی جائے اور ان تخیلات کو معتصم کے اعوان و انصار کی بدگوئیوں اور دسیسہ کاریوں سے اور زیادہ تقویت پہنچی تھی۔

یہی افکار تخیلات اس امر کا باعث ہوئے کہ ۲۸ ر محرم ۲۲۰ ہجری میں امام جوادؑ کو مدینہ سے بغداد بلایا گیا' اگر چہ یہ دعوت اور حضرت کی تشریف آوری بظاہر تعظیم و احترام کے ساتھ عمل میں آئی لیکن در حقیقت یہ حضرت کو جبراً حاضر کرنا تھا اور مقصد یہ تھا کہ اس طرح حضرت براہ راست خلیفہ کی نگرانی میں رہیں' بغداد میں گیارہ مہینے قیام فرمانے کے بعد آخر ماہ ذیقعدہ ۲۲۰ ر ہجری میں جب کہ آپ کا سن مبارک صرف ۲۵ سال کا تھا معمولی علالت کے بعد

(اور بیشتر مورخین تاثیر زہر کا احتمال دیتے ہیں) رحلت فرمائی اور دنیائے علم و معرفت کو عزادار و سوگوار بنا دیا۔

شہادت (عظیم فیض)

الٰہی احکام اور اسلام کے بیش بہا پیغام کی تبلیغ و اشاعت کی راہ میں شہادت ایک بلند ترین و بیش بہا نشان افتخار ہے جو ہمارے معصوم ائمہ میں سے ہر امام کی پیشانی پر جگمگا رہا ہے اور ان تمام حضرات نے اس جاں نثاری کو قرآن کی راہ میں دل و جان سے قبول فرمایا ہے۔

امام جوادؑ کی مسمومیت و شہادت راہ خدا میں پیش آنے والے واقعات شہادت میں ایک بے حد غم انگیز واقعہ ہے کیونکہ حضرتؑ نے صرف پچیس سال کی مختصری عمر میں اپنی جان جان آفریں کے سپرد کی اور زہر کے اثر سے درجہ شہادت اور خوشنودی و رضاء پروردگار کے بلند مراتب پر فائز ہوئے۔

سبب شہادت

امامؑ کی فوق العادۃ محبوبیت و ہر دلعزیزی لوگوں کے دلوں میں ہر روز بڑھتی اور زیادہ ہوتی جا رہی تھی' بہت سے گروہ حضرتؑ کے کلام کے زیر اثر اور پابند تھے اور حضرتؑ کے گرویدہ تھے اور یہی سبب تھا کہ تمام عباسی حضرت جوادؑ کی شخصیت' آپؑ کے اوصاف و خصائل اور تاثیر و نفوذ کلام کی وجہ سے وحشت و گھبراہٹ سے دوچار ہو گئے اور سازشوں اور دسیسہ کاریوں میں مصروف ہو گئے اور حضرتؑ کے قتل پر کمر باندھی اور آخر کار اسی پرانی

گندی سیاست کی پیروی کرتے ہوئے کہ جس کے ماتحت بڑے اور سر برآوردہ لوگوں کو جن سے حکومت خطرہ محسوس کرتی ہو بغیر کسی صورت وصدا کے زہر کے ذریعہ راستے سے ہٹا دیا کرتے تھے' اسی حربہ کو یہاں بھی استعمال کیا اور آپ کی زوجہ (ام الفضل) جو معتصم کی بھتیجی تھی کے ذریعہ زہر آلود انگور سے مسموم کیا اور پھر وہی ام الفضل خلیفہ کے حرم وہل بیت میں داخل ہوگئی۔

امامؑ کی شہادت کے اس حادثہ عظیم اور نا قابل تلافی وخسارہ نے دلوں میں گہرے رنج وغم کی لہر دوڑادی اور پایہ تخت دوسرے صوبے اور شہر سب ایک دم سے معطل ہوگئے۔

شہادت کا ایک دوسرا سبب

امامؑ کی شہادت کا جو سبب ہم نے پہلے بیان کیا' اسی کے موافق اکثر مورخین کی رائے ہے لیکن جناب عیاشیؒ صاحب تفسیر مشہور ایک دوسرا نکتہ ذکر کرتے ہیں جو اہمیت و اعتبار سے خالی نہیں ہے خصوصاً اس لئے کہ متاخرین میں سے چند علماء نے اسی نظریہ کو قبول کیا ہے' عیاشیؒ لکھتے ہیں کہ "امام عالی مقامؑ کی مسمومیت کا سبب وباعث خشک و بے جا مذہبی تعصبات تھے جو اس زمانہ کے بعض دین فروش عالم نماؤں کی طرف سے ظہور پذیر ہوئے اور اس کا قصہ حسب ذیل ہے۔

ذرقان جو احمد بن ابی داؤد (قاضی القضاۃ بغداد بزمان معتصم) کا مصاحب وندیم تھا نقل کرتا ہے کہ ایک روز قاضی القضاۃ معتصم کے دربار سے واپس آیا تو بہت بے چین اور غصہ میں بھرا ہوا تھا میں نے پوچھا کہ کیا بات ہے جو میں آپ کو اس قدر متاثر وعصبانی دیکھ رہا

ہوں؟

اس نے کہا: "میں ان ابو جعفر فرزند علی بن موسیٰ الرضا کے ہاتھوں بہت پریشان ہوں اے کاش میں آج سے ۲۰ سال قبل ہی رخصت ہوگیا ہوتا اور ایسے حالات نہ دیکھتا جواب دیکھ رہا ہوں۔ لوگوں نے ایک چور کو خلیفہ کے سامنے پیش کیا جس نے خود چوری کا اقرار کیا' خلیفہ نے فقہاء سے اس پر حد جاری کرنے کا طریقہ دریافت کیا ان میں محمد بن علی بھی موجود تھے میں نے جواب میں کہا کہ اس کا ہاتھ گٹے سے کاٹنا چاہئے' معتصم نے پوچھا کہ اس کی دلیل کیا ہے؟ میں نے کہا کہ ہاتھ کا اطلاق ہتھیلی اور انگلیوں کے مجموعہ پر ہوتا ہے' قرآن مجید تیمّم کے موقع پر آواز دے رہا ہے کہ چہرہ اور ہاتھوں پر مسح کرو' تو وہاں پر یہی پورا ہاتھ (ہتھیلی مع انگلیوں کے) مقصود ہے۔ علماء کی ایک بڑی اکثریت بھی میری ہی ہم خیال وہم زبان تھی' لیکن دوسرے بعض علماء نے یہ خیال ظاہر کیا کہ چور کا ہاتھ کہنیوں تک کاٹنا چاہئے کیونکہ آیہ وضو میں خدا فرماتا ہے: "فاغسلو او جوھکم و ایدیکم الی المرافق" یعنی کہنیوں کی حد تک دھویا جائے تو یہ حد بندی بتاتی ہے کہ ہاتھ کا اطلاق کہنیوں سے انگلیوں تک ہے اور چور کا ہاتھ بھی کہنیوں کی حد تک کاٹنا چاہئے۔

چونکہ اس مسئلہ میں علماء کے درمیان اختلاف واقع ہوگیا اس لئے خلیفہ نے محمد بن علی کی طرف رخ کیا اور کہا:

اے ابا جعفر! آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

حضرت نے فرمایا: کہ چونکہ علماء اس مسئلہ میں بحث کر رہے ہیں اس لئے مجھے آپ معاف رکھیں' معتصم نے کہا آپ کو خدا کی قسم کہ آپ بھی اس بحث میں اپنا نظریہ ظاہر فرمائیں۔ ابو جعفر نے کہا کہ اب جب کہ تم نے مجھے قسم دلا دی ہے تو کہتا ہوں کہ یہ حدیں جو علماء مجلس نے

بیان کیں یہ سب اشتباہ خطا ہیں' چور کے ہاتھ کی صرف انگلیاں بغیر انگوٹھے کے کاٹی جائیں گی۔

خلیفہ نے پوچھا کہ آپ کی دلیل کیا ہے:

تو آپ نے جواب میں فرمایا: کہ سجدہ بدن کے سات اعضاء پر ہوتا ہے پیشانی' دونوں ہاتھ' دونوں پاؤں کے انگوٹھے اور دونوں گھٹنے پس اگر ہاتھ کو گٹے سے کاٹ دیا جائے گا تو اعضاء سجدہ میں ایک عضو کی کمی واقع ہو جائے گی' حالانکہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ سجدہ گاہیں (اعضاء سجدہ) مال خدا ہیں اور مال و امر خدا میں کوئی شریک و سہیم قرار نہ دو' لہٰذا جو عضو خدا کے لئے مخصوص ہو گیا وہ نہیں چاہتا کہ کاٹا جائے (اور آیہ وضو میں دھونے کی حد کی تعین مقصود ہے نہ کہ محدود کی حد اور اس کی تعین)

معتصم امام کی اس تعبیر سے بہت خوش ہوا اور امام کے بیان کے مطابق حکم دیا کہ چور پر حد جاری کریں' ذرقان کہتا ہے کہ ابن ابی داؤد بہت زیادہ پریشان تھا اس خیال سے کہ امام کا نظریہ کیوں مان لیا گیا' اس واقعہ کے تین روز بعد (قاضی القضاۃ) خلیفہ کے پاس گیا اور کہا :

یا امیر...... میں اس لئے آیا ہوں کہ آپ کو نصیحت کروں اور یہ نصیحت آپ کی اس محبت کا جو آپ ہم سے رکھتے ہیں شکرانہ ہے میں ڈرتا ہوں کہ اگر نہ کہوں تو کفران نعمت کا مرتکب ہوں گا اور عقاب الٰہی کا مستوجب قرار پاؤں گا' وہ میری نصیحت یہ ہے کہ: جس وقت آپ علماء و فقہاء کی مجلس تشکیل دیں تا کہ کسی اہم دینی مسئلہ کا حل تلاش کریں تو یہ صحیح ہے کہ یہ امر مجلس بند کمروں میں ہوا کرتا ہے لیکن اس مجلس کے باہر فوجی افسران' وزراء و امراء اور منشیان دروازوں پر موجود رہتے ہیں اور شاہد و ناظر رہتے ہیں' اس مجلس کے مذاکرات اس کے باہر بھی بیان کئے جاتے ہیں تو جب سننے والے یہ دیکھیں گے کہ آپ علماء فقہاء کی اکثریت کی

رائے کو ایک فرد واحد کی رائے کے تحت الشعاع میں ڈال دیتے ہیں اور ایک ایسے فرد واحد کی رائے کو قبول کر لیتے ہی جس کی امامت کی لوگوں کی ایک جماعت قائل و معتقد ہے اور وہ جماعت اس بات کی بھی معتقد ہے کہ وہی ایک شخصیت اسلامی حکومت کی فرماں روائی کے لئے شائستہ ہے تو یہ امر اس بات کا موجب ہو گا کہ آہستہ آہستہ لوگ ان کی طرف متوجہ ہوتے جائیں گے اور بنی عباس سے روگرداں ہو جائیں گے اور پھر آپ کی اور بنی عباس کی حکومت و سلطنت تباہ ہو جائے گی اور امامت و خلافت آپ کے ہاتھوں سے لے کر ان کے حوالہ کر دیں گے۔ معتصم اس کی ان بدگوئیوں اور مکاریوں سے بہت زیادہ متاثر ہوا اور اس سے کہا' خدا تجھے اس ضروری نصیحت کے عوض جزاء خیر عطا کرے' چوتھے روز اس نے حکم دیا اور اس کے مطابق دربار کے ایک منشی نے وزیروں کی ایک جماعت کی دعوت کی اور محمد بن علی التقی کو بھی مدعو کیا' جس وقت حضرت کے پاس دعوت کہنے کے لئے آدمی گیا تو حضرت نے قبول نہیں کیا اور فرمایا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ میں اس طرح کی مجلسوں میں شرکت نہیں کرتا ہوں۔

دعوت دینے والے نے اصرار کیا یہ مجلس صرف کھانے کی ہے اور اس میں خلیفہ کے وزیروں کی ایک جماعت بھی مدعو ہے' ہم چاہتے ہیں کہ آپ بھی تبرکا ہی سہی قدم رنجہ فرما کر ہمیں مفتخر فرمائیں' اس شخص کے بار بار آمد و رفت اور بے حد اصرار و تاکید کی بناء پر مجبوراً حضرت نے قبول کیا اور مہمانی میں شرکت فرمائی۔ کھانا تناول فرمانے کے بعد ہی فوراً امام نے زہر کا احساس فرمایا اور فوراً ہی اپنی سواری کو چاہا کہ آگے بڑھائیں' صاحب خانہ نے اخلاق کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ابھی تو بہت جلدی ہے۔ ابھی ہماری خواہش ہے کہ آپ کچھ دیر اور تشریف رکھیں۔

امام نے فرمایا؛ تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ میں جتنی جلد ممکن ہو یہاں سے چلے جاؤں، اس کے بعد صرف ایک شب و روز کے فاصلہ سے امام جوادؑ مسموم نے دنیا سے رحلت فرمائی اور مقابر قریش میں اپنے جد بزرگوار کی قبر کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

امام کی مسمومیت کے معاملہ میں خواہ وہ اس طریقہ سے عمل میں آئی ہو یا اس طریقہ سے جسے بیشتر مورخین نے لکھا ہے، بہر صورت یہ ثابت ہے کہ امام ظالم و ستمگر عباسی حکومت کی پس پردہ سازشوں اور خیانت کا نشانہ و شکار ہوئے اور اس طرح کی حرکتیں ظالم و جابر استبدادی حکومتوں کے ہاتھوں اکثر و بیشتر رونما ہوتی رہی ہیں۔

ہمارے نویں امام کے سوائے علی (امام علی نقی) اور موسیٰ کے کوئی اور فرزند نہیں تھے اور اس لحاظ سے کہ علی اور موسیٰ کے درمیان علم و دانش، تقویٰ و پرہیزگار اور باطنی فضائل کے اعتبار سے بہت زیادہ فاصلہ تھا بلکہ دونوں میں کوئی نسبت نہیں تھی۔ اس لئے کہ کسی شخص کے ذہن میں شبہ نہ پیدا ہو کہ موسیٰ امامت کے مسئلہ میں امام ہادیؑ کے رقیب ہوں گے؛ خصوصاً جب کہ امام جوادؑ نے بارہا اپنے فرزند صالح حضرت امام علی ہادیؑ کی امامت و پیشوائی کے بارے میں تصریح فرمادی تھی اور اپنی مقدس زندگی کے آخری لمحات میں بھی اس اہم موضوع کے متعلق ہدایت فرمائی۔

نویں امام کے بیت الشرف کے دربان جیرانی کا بیان ہے کہ:

''میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے کہ میرے مولا امام جوادؑ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں احمد اشعری کو پیغام بھیجا کہ اس دنیا سے اب رخصت ہو جاؤں گا اور اپنی جگہ پر اپنے فرزند علی کو مقرر کرتا ہوں۔ پس میرے جو حقوق تمہارے ذمہ ہیں وہ سب حقوق ان کے ہیں؛ احمد نے بھی حضرت کے پیغام کو لکھ لیا اور اس کے دس نسخے اعیان و سربرآوردہ دس

افراد کے پاس بھیج دیئے کہ اگر میری موت واقع ہو جائے تو وہ لوگ اسے کھول کر پڑھ لیں (اور اس کے مطابق عمل کریں۔)''

امام علیہ السلام کی رحلت کے بعد (جب وہ خط کھولا گیا تو) معلوم ہوا کہ وہ امام علی ہادیؑ کی امامت و جانشینی سے متعلق تھے۔ اسماعیل بن مہران جو امام جوادؑ کے خاص دوستداروں میں سے تھے' کہتے ہیں کہ نویں امام جب پہلی مرتبہ عازم عراق ہوئے تھے اور خلفاء عباسی کی طرف (جبراً) حاضر کئے گئے تھے تو اس سفر کے متعلق میرے دل میں بڑی تشویش پیدا ہوئی' میں نے امام کی خدمت میں اپنی اس تشویش کا اظہار کیا اور اسلام کے آنے والے پیشوا کے بارے میں سوال کیا تو امامؑ نے فرمایا:

''خوف نہ کرو جس غیبت کے متعلق تم اندیشہ کر رہے ہو ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے' لیکن اس کے بعد دوبارہ (اپنی زندگی کے آخری سال ۲۲۰ھ) میں نویں امام معتصم عباسی کی دعوت پر مدینہ چھوڑ رہے تھے تو میں نے اپنا وہی پہلا سوال دہرایا تو امام نے فرمایا کہ یہ سفر پرخطر ہے جس کا میں نے عزم کیا ہے' تم یہ جان لو کہ امامت میرے بعد میرے فرزند علی کا حق ہے۔''

امام جوادؑ نے اس عظیم الٰہی پیغام رسانی کے بعد اپنی جان عزیز جان آفریں کے سپرد کی۔ خداوند متعال کا لاکھوں درود و سلام امامؑ کی پاک و معصوم روح پر اور آپؑ کے طیب و طاہر آباء واجداد پر جنہوں نے اپنی مساعی جمیلہ' جد و جہد اور اپنے مجاہدات کے ذریعہ آزادی و انسانیت کے پیغامات جامعہ بشریت کے سپرد کئے ہیں۔

﴿اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ بَيْتِ النُّبُوَّةِ وَمَوْضِعِ الرِّسَالَةِ وَمُخْتَلَفَ الْمَلَائِكَةِ وَمَهْبِطَ الْوَحْيِ وَمَعْدِنَ الرَّحْمَةِ﴾

میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں اور آپؑ حضرات کو بھی گواہ بناتا ہوں

کہ میں آپؑ پر ایمان رکھتا ہوں

اور اُن تمام چیزوں پر ایمان رکھتا ہوں جن پر آپؑ یقین رکھتے ہیں

آپؑ کے دشمنوں کا بھی انکار کرتا ہوں

اور ہر اُس چیز کا انکار کرتا ہوں جس کا آپؑ نے انکار کیا ہو

میں آپؑ کی جلالت شان کی معرفت رکھتا ہوں

اور آپؑ کے دشمنوں کی ضلالت سے باخبر ہوں

آپؑ سے اور آپؑ کے چاہنے والوں سے محبت رکھتا ہوں

جس سے آپؑ صلح کرے جس سے میری صلح

جس سے آپؑ جنگ کرے جس سے میری جنگ

جس کو آپؑ حق کہیں اُسے حق ماننے والا

(زیارت جامعہ)

امام علی نقی علیہ السلام

دسویں حجت حق

امام علی نقی علیہ السلام

دسویں حجت حق

سال ولادت

ابوستان ولادت کے دسویں ثمر بار ہویں نہال عصمت وطہارت اور نویں امام کے پہلے فرزند ارجمند نے ۲۱۲ ہجری میں پیغمبر گرامی قدر اسلام کے مقدس و نورانی شہر مدینہ منورہ کے ایک محلہ میں اس مقام پر جس کا نام "صریا" تھا دنیا میں آنکھیں کھولیں اور اس خوبصورت و بہترین نام سے جو خاندان رسالت میں قدیم سابقہ اور بہترین یادگار کی حیثیت رکھتا تھا موسوم ہوئے' آپ کے پدر بزرگوار نے آپ کے لئے "علی" نام منتخب کیا۔ آپ نے جو اپنے جد بزرگوار ہی کی طرح پروردگار عالم کی طرف سے اسلام کی طرف سے دفاع اور مسلمانوں کے حقوق کی بازیابی پر ماموریت رکھتے تھے۔ لہٰذا اپنے لئے وہی اپنے جد بزرگوار کی کنیت سے موسوم ہوئے اس لئے کہ امام رضاؑ کی کنیت ابوالحسن ثانی تھی اور خاندان امامت کے پہلے ابوالحسن جناب امیرالمومنین حضرت علی ابن ابی طالب تھے۔

"ابن الرضا" آپ کا اور آپ کے بعد آنے والے ائمہ کا مشہور و درخشاں ترین لقب تھا جو اس زمانہ میں آپ کے دسیوں القاب کے درمیان ستارۂ درخشاں کی طرح آپ کے سر پر جگمگا رہا تھا' آپ کے دوسرے القاب میں سے ہادی' ناصح' عالم' فقیہ' امین' عسکری' دلیل'

فتاح، متوکل اور مرتضیٰ کے نام لئے جاسکتے ہیں جس طرح کہ آج بیشتر دوستداران وشیعیان آل محمدؐ آپ کو آپ کے مشہور لقب ''ہادی'' سے پہچانتے ہیں۔

آپ نے اپنے پدر بزرگوار کی لمی وروحانی تربیت کے سائے میں ۷ سال زندگی بسر کی اور اپنے پدر بزرگوار کی رحلت کے بعد آپ اسلام کی روشن ترین و بلند ترین شخصیت کے مالک تھے کہ عالم اسلام کی فقہی وعلمی مشکلات کو اپنے علم وبصیرت سے حل فرمایا کرتے تھے آپ امت کے ہادی ورہنما اور ملت کے امام تھے۔

امام ہادیؑ کی حیات مقدس کا زمانہ

امام علی ہادیؑ کا زمانہ ولجاؤ وتشویش کا زمانہ اور اضطراب کا دور تھا' آپ کے زمانہ میں خاندان امیر المومنینؑ اور آپ کی اولاد امجاد اور دوستداروں کے ساتھ زبردستی وتندخوئی اور بداعمالیاں اپنے اوج پر پہنچی ہوئی تھیں' بنی عباس نے طرفداران امیر المومنینؑ کی ایذا رسانی اور ان پر ظلم وستم کو اپنی عمومی سیاست کے پروگرام میں سرفہرست رکھا تھا اور اس سیاست کا اصلی سبب اولاد امیر المومنینؑ کی مختلف سمتوں سے سرکشی وسرتابی کو قرار دیتے تھے کیونکہ وہ لوگ ظلم واضطراب سے زیر بار زندگی کو موت ونیستی سمجھتے تھے اور اپنے کو حکومت کی سرکشیوں اور زیادتیوں کے سامنے مسئول جانتے تھے' اس زمانہ میں عباسی خلفاء کی انتہائی کوشش وجد جہد صرف اس فکر میں صرف ہوتی تھی کہ اس خاندان (علوی) کے نمایاں وسر بر آوردہ افراد کو سخت ترین تکلیف دہ طریقوں سے عاجز کردیں اور شکست دے دیں اور ان لوگوں کو جو بہت گہرا اثر ورسوخ اور زیادہ اسلامی وعمومی اصالت ومحبوبیت رکھتے ہوں انہیں

ان کے محل سکونت سے شہر بدر کر دیں اور خاص مرکز حکومت میں انہیں اپنی نگاہوں میں رکھیں اور نظر بند رکھ کران کی نگرانی کریں' خلفاء کے جاسوسوں اور کارکنوں نے لوگوں کو عجیب وحشت ورعب میں گرفتار کر رکھا تھا حد یہ تھی کہ کوئی شخص بھی کسی دوسرے کی طرف سے مطمئن نہیں تھا' بھائی کے خوف سے اظہار خیال سے پرہیز کرتا تھا اور زور وزبردستی والی حکومت اپنے سنگین سایوں کو لوگوں کے دلوں اور ذہنوں پر پھیلاتی جا رہی تھی اور اس کی شدت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

دوستداران اہل بیتؑ کے ساتھ خلفاء کے رویہ اور سلوک کا ایک نمونہ

خلفاء بنی عباس اپنی تمام قدرت وامکان کے ساتھ جو وہ رکھتے تھے دوستداران اہل بیت کو سختی سے کچلنے میں کوشاں تھے' وہ سب یہ چاہتے تھے کہ آزادی خواہی مساوات طلبی اور عدل وانصاف کی اس آواز کو جو طرفداران خاندان رسالت کی طرف سے بلند ہو کر قوم کے گوش زد ہو رہی ہے بالکل خاموش کر دیں اور ناکام بنا دیں' اسی وجہ سے اپنی زندگی کے تمام حالات میں اسی فکر واندیشہ میں رہتے تھے کہ طرفداران اہل بیت کا ایک سرے سے خاتمہ کر دیں' بہتر ہے کہ ہم اس کینہ وعداوت کا ایک روشن نمونہ ''مورخ معاصر متوکل بارئن عرب'' کی تاریخ کے اوراق سے ناظرین کے سامنے پیش کر دیں۔

''ابن سکیت (متوفی ۲۴۴ھ) یعقوب ابن اسحاق دورقی مصنف کتاب اصلاح المنطق جو مشہور مورخ ابن خلکان کے الفاظ میں بغداد کے منشیوں میں سب سے زیادہ ماہر منشی تھا۔ اپنے کافی ووافر علم ودانش کی وجہ سے بنی عباس کے سفاک خلیفہ متوکل کے گھرانہ میں نفوذ و

رسوخ پیدا کیا لیا تھا اور متوکل کے دونوں بیٹوں کو تعلیم دے رہے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ باطنی طور پر ان کے دلوں میں اہلبیتؑ کی محبت و دوستی کی تخم ریزی کرنے میں بھی مصروف تھے اور ان سبھوں کو معرفت و ولایت کے سرچشمہ زلال سے آشنا بھی کر رہے تھے' باپ کو اس امر کی کچھ بو مل گئی تھی کہ اس کے بیٹوں نے علیؑ اور آپؑ کے خاندان کی طرف رجحان اور میلان قلبی پیدا کر لیا ہے، اسکے حاشیہ نشینوں نے اس سے کہا کہ ممکن ہے یہ باتیں معلم کے ذریعہ ان کے ذہنوں میں پیدا ہوئی ہوں۔

ایک دن خلیفہ خراماں خراماں کلاس درس میں پہنچ جاتا ہے اور معلم کو مورد محبت و تشویق قرار دیتا ہے اور لڑکوں کے درس میں ترقی و پیشرفت ہونے کا شکریہ ادا کرتا ہے اور باتوں باتوں میں اپنے طبیعی لہجہ میں معلم سے پوچھتا ہے "تم نے میرے بیٹوں کو کیسا پایا اور ان کو تم کیسا سمجھتے ہو؟"

ابن سکیت جواب میں ان دونوں کی مدح و ستائش کرتے ہیں' اچانک خلیفہ پوچھتا ہے اور کہتا ہے:

"معتز و موید (متوکل کے دونوں بیٹے) تمہارے نزدیک زیادہ عزیز و صاحب قدر و منزلت ہیں یا حسنؑ و حسینؑ۔ (فرزندان علیؑ)"

ابن سکیت بغیر تقیہ اور بلا خوف و ہراس اسی طبیعی لہجہ میں جس میں متوکل نے سوال کیا تھا کمال صراحت و صفائی کے ساتھ جواب دیتے ہیں۔

"علیؑ کے غلام قنبر بھی میرے نزدیک تجھ سے اور تیرے ان بیٹوں سے زیادہ عزیز و قابل قدر و منزلت ہیں۔"

متوکل جسے ایسے جواب کی توقع نہیں تھی فوراً حکم دیتا ہے کہ "اس عظیم اور بے نظیر ادیب

کی زبان اسی وقت گدی سے کھینچ لیں...... ہاں! علیؑ اور خاندان علیؑ سے دوستی کی سزا یہی تھی کہ اس کی زبان کو کاٹ دیں...."

امامؑ کے بارے میں علماء و مورخین کے آراء و خیالات

(۱)۔ "خیر الدین زرکلی" صاحب کتاب "الاعلام" کہتے ہیں:

"علی ابن محمد جواد ابن علی بن موسیٰؑ فرقہ امامیہ کے دسویں امام صالح پرہیزگاروں اور زمانہ کے شائستہ ترین لوگوں میں سے ایک تھے' مدینہ میں متولد ہوئے' آپؑ کے بارے میں متوکل سے بہت سی غلط چغل خوریاں اور الزام تراشیاں کی گئیں یہاں تک کہ اس نے آپؑ کو مدینہ سے سامراء بلوایا اور حکم دیا کہ آپؑ کی قیام گاہ کو محل تفتیش قرار دیں اور تلاشی لیں' لیکن کوئی ایسی چیز جو خلیفہ کی مخالفت کی دلیل و ثبوت قرار پائے نہیں ملی' اس کے بعد حضرتؑ کو آپ کے بیت الشرف کی طرف احترام کے ساتھ واپس کر دیا۔"

(۲)۔ "علی بن محمد مالکی" صاحب "الفصول المہمہ" "متوفی ۸۵۵ھ رقمطراز ہیں:

"کسی مدح و منقبت کا تصور نہیں کیا جاسکتا مگر یہ کہ اس کا سلسلہ آپ (امامؑ) پر جا کر منتہی ہوتا ہے' آپؑ کا نفس پاک' آپؑ کا اخلاق اور طور طریقہ مہذب اور آپؑ کی سیرت و روش معتدل تھی۔"

(۳)... "ابن کثیر" صاحب "البدایہ والنہایہ" کی رائے امامؑ کے بارے میں یہ ہے کہ:

"فرزند امام جوادؑ و پدر امام حسن عسکریؑ ایک مرد زاہد و عابد تھے' متوکل نے آپؑ کو مدینہ سے سامراء منتقل کیا اور آپؑ بیس سال سے زیادہ مدت تک وہاں مقیم رہے اور ۲۵۴ ہجری

میں سامراء میں رحلت فرمائی، جس وقت کہ متوکل نے آپ کو مجلس شراب میں بلوایا اور آپ کو بھی شراب نوشی کے لئے دعوت دینے کی جسارت کی تو آپ نے خلیفہ کے جواب میں فرمایا: ''مجھے معاف رکھو اب تک شراب کا ایک قطرہ بھی میرے وجود سے مس نہیں ہوا ہے اور ہرگز میرے خون میں مخلوط نہیں ہوا ہے۔''

(۴)۔ ''شمس الدین احمد بن محمد المعروف بہ ابن خلکان' متوفی ۶۸۱ھ کتاب ''وفیات الاعیان'' امام کے متعلق کہتے ہیں:

''امام رضاؑ کے پوتے ابوالحسن جو 'عسکری' کے نام سے مشہور ہیں فرقہ امامیہ کے اماموں میں سے ایک امام ہیں' آپ کے بارے میں چغل خوری کرنے والوں نے متوکل سے بہت زیادہ بدگوئیاں کیں' یہاں تک کہ اس نے آپ کو مدینہ سے سامراء احضار کیا۔''

یہ دسیوں اسلامی علماء و مورخین کے خیالات و افکار میں سے بہت تھوڑے سے نمونے تھے' تلاش و جستجو کرنے والے تاریخ کی تہوں میں دوسرے بہت سے نمونے ڈھونڈ سکتے ہیں۔

امامؑ کی زندگی کی ایک سبق آموز و دل پسند داستان

''سبط ابن جوزی' صاحب ''خواص الامہ'' کہتے ہیں:

''یحییٰ بن ہرثمہ کہتا ہے کہ امام ہادیؑ کے سامراء منتقل ہونے کے چند روز بعد متوکل بیمار پڑا۔ حالت مرض میں اس نے یہ نذر کی کہ اگر اس مرض سے شفاء پا گیا تو مال کثیر صدقے میں دے گا۔

چند روز کے بعد اس نے شفا پائی' فقہاء و علماء شہر سے دریافت کیا کہ مجھے کتنا مال تصدق کرنا

چاہئے؟ اور کتنی رقم دینے سے میری نذر وفا ہو جائے گی؟

ان میں کسی نے بھی درست وصحیح جواب نہیں دیا۔

اس نے ایک شخص کو علی ہادیؑ کی خدمت میں بھیجا اور مسئلہ کو پیش کیا' امامؑ نے جواب دیا کہ اسے چاہئے کہ ۸۳ درہم تصدق کرے' متوکل نے اس حکم کی دلیل پوچھی امامؑ نے جواب میں فرمایا کہ قرآن مجید اسلامی جنگوں میں ربانی تائیدات کو صفت ''کثیر'' سے توصیف کرتا ہے' ارشاد ہوتا ہے کہ ''لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ ویوم حنین'' (خداوند متعال نے کثیر مقامات پر تمہاری مدد کی اور حنین کے روز بھی) اور معلوم ہے کہ جو جنگیں اور غزوات پیغمبر اسلام کو پیش آئی ہیں ان کی تعداد ۸۳ سے زیادہ نہیں تھی کیونکہ آنحضرتؐ نے ۲۷ بار غزوہ کے لئے لشکر ترتیب دیا ہے جن میں سے آخری جنگ غزوۂ حنین تھی۔

تمام فقہاء اور خود متوکل اس جواب سے بہت زیادہ تعجب اور خوش ہوئے اور متوکل نے بہت زیادہ مال امامؑ کی خدمت میں بھجوایا' امامؑ نے اس کے لینے سے انکار فرمایا کہ ایک نذر واجب ہے اس مال کو تم خود جہاں چاہو تصدق کرو۔''

جود وسخاء

امامؑ کے چند عقیدت مند و دوستدار حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے جن کے نام عثمان بن سعید' احمد بن اسحاق اشعری اور علی بن جعفر ہمدانی تھے' ان میں سے کسی ایک نے اپنی پریشان حالی اور زندگی کی تلخیوں کا تذکرہ امامؑ کے سامنے کیا اور اپنے قرضوں کی سنگینی کی شکایت حضرتؑ سے کی۔

امامؑ نے اپنے وکیل ونمائندہ کو جن کا نام عمرو تھا حکم دیا کہ ۳۰ ہزار دینار علی بن جعفر کو دیئے جائیں اور ۳۰ ہزار دینا خود نمائندہ لے کر اپنے تصرف میں لائیں۔ ابن شہر آشوب صاحب کتاب مناقب اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد اتنا اضافہ کرتے ہیں کہ امامؑ کی یہ عنایت و اعانت ایک طرح کا معجزہ ہے کیونکہ ایسی بخشش صرف بادشاہان وسلاطین ہی کر سکتے ہیں۔

بخشش اور احیاءِ حقوقِ شیعہ

علماء اہل سنت میں سے ایک عالم کمال الدین ابن طلحہ نے اپنی کتاب میں اس داستان کو بیان کیا ہے کہ:

''ایک روز ابوالحسنؑ (امام دہم) شہر سامراء کے میدان میں سفر کر رہے تھے کہ وہاں کے باشندوں میں سے ایک شخص نے جو آپؑ کے چاہنے والوں میں سے تھا وہیں پر اپنی شخصی احتیاج کو حضرتؑ کی خدمت میں عرض کیا اور بیان کیا کہ قرض کے سنگین بوجھ (دس ہزار) تلے دبا ہوا ہوں جس کی ادائیگی میرے لئے بے حد مشکل ہے اور آپؑ کے علاوہ کوئی ایسا شخص میری نظر میں نہیں ہے جس سے میں اپنی حاجت روائی کی درخواست کروں۔

امامؑ نے فرمایا کہ تو ہرگز تنگ دل و پریشان نہ ہو البتہ جو میں تجھ سے کہوں اس کے مطابق عمل کر اور اس میں کوتاہی نہ کرنا' پھر امامؑ نے اپنے دست مبارک سے ایک رقعہ تحریر فرمایا اور اسے حکم دیا کہ اس رقعہ کو لے اور جب تو سامراء آئے تو یہ رقعہ مجھے دکھا کر مجھ سے مطالبہ کرنا' خواہ میں اس وقت لوگوں کے مجمع میں ہوں' اس بارے میں کوتاہی نہ کرنا۔

ایک روز اس وقت جب کہ امامؑ سامراء میں چند بزرگوں اور خلیفہ کے حاشیہ نشینوں کے مجمع

میں تشریف فرما تھے وہ مرد عرب وارد ہوا اور امامؑ کو وہ نوشتہ دکھایا اور اصرار کے ساتھ رقم کا مطالبہ کرنے لگا' امام نے نہایت نرمی وملائمت کے ساتھ عذر خواہی کی اور ادائیگی کے لئے مہلت طلب فرمارہے تھے کہ مناسب وقت پر ادا کروں گا مگر وہ شخص مہلت دینے پر قطعا آمادہ نہیں ہوتا تھا۔

جس وقت اس واقعہ کی خبر متوکل کو ملی تو اس نے حکم دیا کہ ۳۰ ہزار دینار امامؑ کی خدمت میں لے جائیں' جب یہ رقم امامؑ کی خدمت میں پہنچ گئی تو امامؑ نے اسے اسی حالت میں محفوظ رکھ دیا' یہاں تک کہ وہ مرد عرب دوبارہ وارد ہوا امامؑ نے فرمایا کہ یہ ساری رقم تمہاری ہے اس سے تم اپنے قرض ادا کرسکتے ہو اور اپنی خانگی ضروریات بھی پوری کرسکتے ہو' مرد عرب نے عرض کیا کہ اس رقم کی ایک تہائی مقدار سے کم ہی میں میری حاجت پوری ہوجائے گی (زیادہ لے کر کیا کروں گا) امامؑ نے وہ تمام رقم اس کو عنایت فرمادی وہ شخص اس محبت اور احسان کے جواب میں کہنے لگا ''خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت وولایت کو کس خانوادہ میں قرار دے۔''

امامؑ کی اس طرح کی تعلیم شاید اس خیال سے ہو کہ آپ یہ چاہتے ہوں گے کہ دربار خلافت کی تبلیغات کے اثر کو بالکل ناکارہ بنادیں' کیونکہ چغل خوروں اور جاسوسوں نے یہ مشہور کر رکھا تھا کہ امامؑ کافی و وافر مال جمع کرچکے ہیں اور اب چاہتے ہیں کہ اس سے اسلحے خریدیں اور رضا کاروں کی طاقت مہیا کریں اور دربار خلافت سے نبرد آزما ہوں' لہٰذا امامؑ کی یہ علمی تدبیر ممکن ہے ان لوگوں کی یاوہ گوئیوں اور غلط افواہوں کا مسکت جواب ہو۔

شہادت (دسویں حجت حق کی رحلت)

۳ رر جب دسویں امام علی النقی علیہ السلام المعروف بہ ہادیؑ کی رحلت کی برسی کا دن ہے جنہوں نے اپنی مقدس زندگی اور شہادت کے ذریعہ عالم اسلام کو علم و دانش، خلوص و صفاء باطن سے معمور فرمایا، آپ نے خلفاء بنی عباس کی طرف سے انتہائی دباؤ اور گھٹن کے تیرہ و تاریک دور میں آئین و دستور اسلام کی توسیع و اشاعت کا اہم کام انجام دیا اور اسلامی تعلیمات کی اصالت اور علوی انقلابی مکتب کی رہنمائیوں کو حوادث و آفات کے گزند سے محفوظ رکھا، آپ نے اس وقت کی ذہنی کج اندیشیوں اور فکری و مکتبی انحرافات سے بے امان مقابلہ و مبارزہ کے لئے قیام فرمایا اور دوسرے لوگوں کو بھی اس کے لئے شوق دلایا اور خود مبارزہ کے صف اول میں قائم رہے، آپ اپنے دور شباب ہی سے اور اسی زمانہ سے جب کہ آپ اپنے پدر بزرگوار کے مکتب میں علم و معرفت و کمال کا درس حاصل کر رہے تھے۔ مسلمانوں کی ہدایت و رہنمائی فرما رہے تھے اور اپنے علم و فضیلت پرور مکتب مقدس میں خاندان نبوت سے عقیدت و ارادت رکھنے والوں کی جماعتوں کی پرورش و تربیت فرما رہے تھے، آپ اپنے زمانے میں علم و دانش، فضیلت و شرف انسانی اور اسلامی مجاہدات میں اپنا مثل و نظیر نہیں رکھتے تھے اور آپ کے دامن سے وابستہ اور عقیدت مند لوگ آپ کی درسگاہ سے کسب فیض کے لئے آپ کے شمع وجود کے گرد پروانوں کی طرح گردش کرتے تھے اور آپ کے خرمن علم و دانش و شرف فضیلت سے زیادہ سے زیادہ بہرہ اندوز ہوتے تھے اس مختصر سے مقالہ میں حضرت کے متعلق غیروں کے اعترافات میں سے کچھ اور آپ کے علم و معرفت کے کچھ نمونوں کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

امام عالی مقام کی شہادت ۲۴۵ ہجری میں واقع ہوئی جب کہ آپ کی عمر مبارک ۴۲ سال تھی اور سبب شہادت وہ زہر تھا جو خلیفہ عباسی ''المعتز'' کے حکم سے حضرت کو دیا گیا تھا۔ آپ کی خبر شہادت سے شہر سامراء گریہ وزاری ونالہ وفریاد سے معمور تھا اور اس سال کا نام لوگوں نے سال غم واندوہ رکھ دیا۔ آپ نے رحلت کے وقت نور وحکمت خدا، شمشیر اور جناب رسول خداؐ کی امانتیں اپنے نور چشم حضرت امام حسن عسکریؑ کے سپرد کیں اور آپ کو اپنا وصی و جانشین قرار دیا۔

امام عالی مقامؑ جو عباسی حکومت وقت کے حکم سے زہر خوارنی کے نتیجہ میں شہید ہوئے تھے اپنی مخصوص وصیت وسفارش کے مطابق اپنے بیت مسکونی میں جو سامراء کے محلہ عسکر میں واقع تھا مدفون ہوئے اور آپ کے فرزند ارجمند امام حسن عسکریؑ نے قبل اس کے کہ خلیفہ عباسی یا اس کے نمائندے پہنچیں اس شاہراہ پر جو خلیفہ کے لشکر کے کمانڈر ''موسیٰ بن بغا'' کے مکان کے مقابل واقع ہے اپنے پدر بزرگوار کے جنازہ پر نماز پڑھی۔

مورخ مسعودی صاحب کتاب ''مروج الذہب'' کہتا ہے کہ:

''ابوالحسن علی بن محمد عسکریؑ کی رحلت ''معتز'' خلیفہ عباسی کی حکومت کے دور میں ۲۵۴ھ میں دوشنبہ کے دن ۲۶/ جمادی الاخر کو واقع ہوئی، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ حضرت ۴۰ سال کے تھے اور دوسرے بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ حضرت کی عمر ۴۲ سال تھی، کچھ لوگوں نے اس سے کم لکھا ہے۔

حضرت کے جنازہ کے پیچھے ایک کنیز کی آواز سنائی دیتی تھی جو یہ کہہ رہی تھی ''ہم نے دوشنبہ کے دن سے کیا کیا مصیبتیں نہیں اٹھائیں؟'' آپ کی نماز جنازہ احمد پسر متوکل نے شارع ابی احمد پر پڑھی اور حضرتؑ اپنے مکان مسکونی میں دفن کیے گئے۔

امام ہادیؑ کی رحلت کے موقع پر تمام اہل سامراء عموی طور پر متاثر و گریان ہو گئے' مخصوصاً خاندان امامت کے افراد فوق العادت رنج و غم کی حالت میں تھے۔''

صاحب رجال کشی نے اپنے معتبر اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے کہ:

''امام ہادیؑ کی رحلت کے دن آپ کے فرزند ارجمند ابو محمد حسن عسکریؑ اس حالت میں گھر سے باہر تشریف لائے کہ آپ کا گریبان چاک تھا' ایک شخص مخالف اہل بیتؑ ''ابن عون ابرش'' نامی ایک شیعہ کو لکھتا ہے کہ ''اماموں میں سے کسی ایک کو بھی تو نے دیکھا ہے یا کسی کے بارے میں سنا ہے کہ انہوں نے ایسے مواقع پر گریبان چاک کیا ہو؟

امام نے جواب میں تحریر فرمایا کہ: ''اے مسائل سے نادان! کیا تو نے یہ نہیں سنا ہے کہ حضرت موسیٰ پیغمبرؑ نے اپنے بھائی ہارون کی موت پر گریبان چاک کیا تھا؟''

اپنے جانشین کا تعین

آدمیوں کی ہدایت کے لئے امامت و رہنمائی کی عظیم مسئولیت و ذمہ داری کا تحمل اور اپنے جانشین کا تعین عظیم الٰہی فرائض میں سے ہے جو پروردگار عالم کے حکم سے لازم تھا کہ صورت پذیر ہو' ورنہ لوگ ضلالت و گمراہی میں پڑ جائیں گے۔ اسی وجہ سے ائمہ معصومین علیہم السلام میں سے ہر ایک کی زندگی میں اس قسم کی سفارش' وصیت اور تعین پائی جاتی ہے' اس کی تفصیل کلام و حدیث کی کتابوں میں ملے گی۔ محترم قاری بیشتر اطلاع حاصل کرنے کے لئے کتاب ''کافی۔ باب الحجۃ'' کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ ہم یہاں صرف دو موقعوں کو نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

(۱) ابو بکر فدفکی کا بیان ہے کہ دسویں امام نے مجھے تحریر فرمایا:

''پیغمبر خداؐ کے تمام نواسوں میں میرے فرزند حسنؑ امامت و پیشوائی کے لئے سب سے زیادہ شائستہ ولائق اور حقدار ہیں' وہ میرے سب سے بڑے فرزند اور میرے جانشین ہیں۔ پس سزاوار ہے کہ تم لوگ احکام و مسائل دین کو انہیں سے حاصل کرو اور مصائب و بلیات میں ابتلا کے وقت انہیں کی طرف رجوع کرو اور انہیں سے کسب علم و دانش حاصل کرو کیونکہ وہی اس کے اہل و سزاوار ہیں۔''

(۲)۔ بشار بن احمد بن عبداللہ بن محمد اصفہانی سے نقل کرتے ہیں:

''ہم لوگ امام دہمؑ کی رحلت کے دن تک آپؑ کے فرزند کو بعنوان امامت و رہبری نہیں پہچانتے تھے یہاں تک کہ آپؑ کے پدر بزرگوار کی رحلت کے بعد ہم پر یہ بات آشکارا ہوئی کہ آپؑ حجت خدا ہیں۔ جب آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار کے جنازہ پر نماز پڑھی اور اس شناسائی کا سبب یہ تھا کہ امام ہادیؑ نے بارہا یہ فرمایا تھا کہ میرے بعد تمہارا امام وہ شخص ہوگا جو میرے جنازہ پر نماز پڑھے۔''

امام حسن عسکریؑ نے اپنے پدر بزرگوار کے انتقال کے بعد بحکم خدا اور قبل کے اماموں کے نص کرنے اور آپؑ کے پدر بزرگوار کی وصیت و سفارش کے مطابق امامت کی ذمہ داریاں سنبھالیں اور آپؑ کی امامت کا زمانہ خلافت عباسی کی حد سے زیادہ سخت گیریوں کی وجہ سے تقیہ اور کامل احتیاط کے ساتھ گزر رہا تھا' اس کے باوجود اکثر اوقات آپؑ کو قید خانہ میں بھیج دیا جاتا تھا' جس کی تفصیل آپ گیارہویں امام معصوم حضرت حسن عسکریؑ کی کتاب زندگانی میں مطالعہ فرمائیں گے۔

﴿اَلسَّلامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ بَيْتِ النُّبُوَّةِ وَمَوْضِعِ الرِّسَالَةِ وَمُخْتَلَفَ الْمَلائِكَةِ وَمَهْبِطَ الْوَحْيِ وَمَعْدِنَ الرَّحْمَةِ﴾

خدا کی بارگاہ میں آپؑ کی سفارش کا طلبگار

آپؑ کے ذریعہ خداوند عالم سے تقرّب کا امیدوار ہوں

تمام حالات و معاملات میں اپنی ضروریات، حاجات اور ارادوں میں آپؑ کو مقدّم رکھنے والا

آپؑ کے آگے سرِتسلیم خم کرنے والا

میرا دل آپؑ کے آگے سپر انداختہ ہے

میری رای آپؑ کے تابع ہے

آپؑ کی نصرت پر (ہمیشہ) آمادہ ہوں

یہاں تک کہ خداوند عالم اپنے دین کو آپؑ کے ذریعہ حیات نو عطا کرے

آپؑ کے عہدِ حکومت کو واپس لائے قیام عدل کے لیے آپؑ کو غلبہ عطا کرے

اور زمین پر آپؑ کو طاقت و شوکت مرحمت فرمائے

(زیارت جامعہ)

امام حسن عسکری علیہ السلام
علوم دنیوی میں ایک قدم اور آگے

امام حسن عسکری علیہ السلام
علوم دنیوی میں ایک قدم اور آگے

ولادت باسعادت

امام حسن عسکری علیہ السلام وہ امام جنھوں نے انتہائی سخت گیریوں اور گھٹن کے ماحول میں خودسر حکمرانوں کے مقابلہ میں ''نہیں'' کہا۔

آٹھویں ربیع الاول (۸ یا ۱۰ ربیع الثانی۔ مترجم) شیعیان عالم کے گیارہویں معصوم امام حضرت حسن عسکریؑ کی ولادت باسعادت کا مبارک دن ہے۔ اسی مناسبت سے حضرت کی مقدس وفیض بخش زندگی اورانسانی والٰہی خدمات کے چند گوشے آپؑ کے دوستداروں اورعقیدت مندوں کے مطالعہ کے لئے پیش کئے جاتے ہیں تاکہ سب لوگ اہل بیتؑ کے پرفیض مکتب سے بہرہ مند وفیض یاب ہوں۔

حضرت امام حسن عسکریؑ تاریخ اسلام کی سخت ترین زباں بندی وسخت گیری کے حالات میں 'وحشت وتاریکی کے دور میں یعنی عباسی خلفاء کی طرف سے لوگوں کو مرعوب کرنے ہر وقت خائف ووحشت زدہ رکھنے کے زمانہ میں زندگی بسر کررہے تھے۔ بنی عباس کی حکومت کا سیاہ زمانہ تاریخ اسلام کے تاریک ترین شدید ہیجان واضطراب سے پر دوروں میں سے تھا اگرچہ زمانہ سازی کے ماتحت بعض عباسی خلفاء علم ودانش کی ترویج وترقی اور اہل علم

ودانش کی قدر و پشت پناہی کا مظاہرہ بھی کرتے تھے۔ لیکن حکومت اور انتظامی امور کے اعتبار سے ان کے کاموں کی بنیاد ہی ظلم واستبداد بے انصافی اور مسلمانوں کی خون ریزی وہتک حرمت پر قائم تھی' ان میں سے اکثر تو بے گناہ انسانوں کو قتل وغارت کرنا اپنے لئے بزرگ ترین سرمایہ افتخار سمجھتے تھے۔ بااثر ورسوخ عباسی افراد ایسی دردناک و بے رحمانہ قتل وغارت گری کی کارروائیوں کے نتیجہ میں جن کا ارتکاب انہوں نے سوریہ فلسطین اور عراق میں کیا' مرکب خلافت پر سوار ہو سکے اور پھر سختی کے ساتھ مسلمانوں کے مزید قتل وغارت کا سلسلہ قائم رکھ سکے۔

اس سلسلہ کے خلفاء جن کی حکومت کے دستور کی بنیاد جنگ وجدل اور مرعوب وستم دیدہ لوگوں کی تاراجی ولوٹ مار پر مبنی تھی صرف ایک بات پر متحد النظر تھے اور وہ صحیح واصلی اسلام کے محور سے اسلامی حکومت کو منحرف کرنا اور خاندان رسالتؐ کے مقابلہ میں محاذ آرائی کرنا تھا' اموی حکمرانوں اور عباسی ظالم وستمگر خلفاء کے درمیان صرف اس ایک نکتہ میں تفاوت و فرق تھا کہ یہ ہمیشہ یہ چاہتے تھے کہ اپنی سیاسی مداخلت اور حکومتی امور کو مذہبی رنگ دیں اور اسی بناء پر یہ لوگ سعی وکوشش کرتے تھے کہ اپنی حکومت کے مفاد کے لئے مذہبی عوامل اور دینی امکانات سے مدد حاصل کریں۔ یہ لوگ نہیں چاہتے تھے کہ محض سیاسی حکمراں کی حیثیت سے پہچانے جائیں بلکہ یہ اس امر کے مشتاق تھے کہ عین حکمرانی کی حالت میں ظاہری اعتبار سے دینی وجاہت اور مذہبی اعتبار کے بھی حامل سمجھے جائیں تاکہ اس وسیلہ سے عمومی افکار کے گھیرے اور قلبی احترام سے بھی مستفید ہوں اور اسی اصل کی بناء پر یہ لوگ اپنے خلاف واقعیت کاموں کے لئے اکثر مواقع پر فریب دینے والی دینی توجیہات سے کام لیتے اور مذہبی پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے تھے اور یہی سبب تھا کہ خاندان رسالت وعترت میں سے

بعض افراد کو حکومت مراکز سے نزدیک ہونے کے لئے دعوت کیا کرتے تھے۔

امامؑ کی بھاری ذمہ داری

امام حسن عسکریؑ کے حالات میں ہم پڑھتے ہیں کہ آپ اپنی ۲۸ سالہ عمر مبارک کے مختصر سے عرصہ میں کئی بار عباسی خلیفہ ''معتمد'' کے قید خانہ میں ڈالے گئے' یا یہ کہ آپؑ کے شیعوں دوستداروں اور پیروؤں کی آپؑ کی خدمت میں آمدورفت پر مامورین خلیفہ کی طرف سے کڑی نظر رہتی تھی اور سخت نگرانی کی جاتی تھی' یا غاصب حکومت کے نامشروع و حسب خواہش جواب میں معصوم امامؑ کی طرف سے ''نہیں کا کہنا تھا۔

امامؑ کے معاصر خلفاء

امام حسن عسکریؑ کی مختصر المیعاد حیات مقدسہ کے دور میں چھ عباسی خلفاء برسر اقتدار آئے اور ان سب خلفاء کا دور داخلی انقلابات اور سیاسی صورت حال کے لحاظ سے روز بروز اور یکے بعد دیگرے زیادہ بھیانک اور زیادہ تاریک ہوتا گیا جن کی ترتیب حسب ذیل ہیں: متوکل...(ص۲۰۱) معتز' مستعین' مستنصر مہتدی اور معتمد۔ آخر الذکر کی حکومت کی مدت (۲۳ سال) عباسی خلافت میں سب سے طولانی تھی اور مورخین اس شخص کے دور کے وحشیانہ قتل و خونریزیوں کے واقعات سے حیرت و تعجب میں ہیں' چنانچہ مورخ مسعودی نے ''مروج الذہب'' میں اس (معتمد) کے دور حکومت میں مقتولین کی تعداد کا تخمینہ پانچ لاکھ افراد سے زیادہ کا لگایا جاتا ہے۔

حضرتؑ کا دور امامت

امام حسن عسکری علیہ السلام اپنے پدر بزرگوار کی رحلت اور خود امامت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد عمال حکومت کے شدید دباؤ اور سخت گیریوں کی وجہ سے تقریباً چھ سال تک خانہ نشین و گوشہ گیر رہے اس دباؤ اور سخت گیری کا خاص سبب یہ تھا کہ اس زمانہ میں اہل بیت طاہرینؑ کے عقیدت مندوں کی کثرت و طاقت اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ یہ لوگ حکومت وقت کے لئے خطرہ کا نشان بن گئے تھے اور حکومت کے وجود کو ہدف تہدید بنائے ہوئے تھے دوسرا سبب یہ بھی تھا کہ چونکہ بطریق عامہ و خاصہ متواتر اخبار و احادیث کے بموجب پیغمبر اسلامؐ نے اپنے فرزند کے ظہور کی خبر دی ہے' اسی خاص مذہبی سبب کی بنا پر ہمارے گیارہویں امامؑ دوسرے ائمہ علیہم السلام سے کہیں زیادہ ذمہ دارانہ حکومت کے زیر مراقبت نگرانی رکھے گئے اور خلیفہ وقت نے بزعم خود نیچہ ارادہ کر لیا تھا کہ جس طرح اور جس ترکیب و ترتیب سے ممکن ہو شیعوں کی داستان امامت و ولایت کا خاتمہ کر دے۔ چنانچہ ہم تاریخ میں پڑھتے ہیں کہ امامؑ کی علالت کی خبر خلیفہ معتمد کو دی جاتی ہے' وہ طبیب کو حضرتؑ کی خدمت میں بھیجتا ہے اور دوسری طرف اپنے چند معتمدین اور چند قاضیوں کو حضرتؑ کے بیت الشرف پر مقرر کرتا ہے کہ مستقلاً حضرتؑ کے گھر کے داخلی حالات و کیفیات کے مراقب و نگران رہیں' پھر امامؑ کی شہادت کے بعد حکم دیتا ہے کہ خانہ امامؑ کی تلاشی لیں' چنانچہ متصل کئی ماہ تک مأمورین اطلاع و آگاہی جستجو اور حضرتؑ کے خلف و جانشین کی تلاش میں مشغول رہے یہاں تک کہ ایک روز بالکل مایوس و ناامید ہو گئے شاید وہ اس امر سے غافل

تھے کہ جس نور کو قدرت نے روشن کیا ہے وہ ان کی مذبوحانہ تلاش وجستجو سے بجھنے والا اور خاموش ہونے والا نہیں ہے۔

امامؑ قید خانہ میں

امام حسن عسکریؑ غاصب حکومت کے دستورات کی پیروی نہ کرنے کے نتیجے میں کئی بار معتمد عباسی کے زندان میں ڈالے گئے اور بدخصلتوں اور جلادوں کے مظالم کا نشانہ بنائے گئے اور آخرکار مسمومیت کے نتیجے میں ۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ کو اس سرائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی اور علم وفضیلت اور مبارزہ وجہاد میراث اپنی یادگار کے طور پر چھوڑ گئے۔

حکومتی زندان کا ایک ذمہ دار ''صالح بن وصیف'' کہتا ہے کہ:

''جب بھی حکام بالا کی طرف سے امام حسن عسکریؑ کے ساتھ سخت گیری وشدت کا حکم مجھے ملتا ہے تو میں شدید طور پر تاثر سے دوچار ہو جاتا ہوں کیونکہ باوجود اس کے کہ میں برابر دو بے رحم وسنگ دل افراد کو حضرتؑ کی نگرانی کے لئے معین کرتا ہوں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ یہ دونفر اس طرح حضرتؑ کی روحانیت' اخلاق اور زہد وعبادت کے زیر اثر آجاتے ہیں کہ دونوں اپنے آپ کو اپنے قیدی کی عبادت کے عاشقوں اور (حضرتؑ کے) باطنی مراتب ومناقب کے شیفتہ اور دوستداروں میں سے جانتے ہیں۔ وہ دونوں کہتے ہیں کہ حضرتؑ ہر شب شام سے صبح تک بیدار اور مصروف عبادت ومناجات رہتے ہیں کسی سے بات نہیں کرتے اور جس وقت ہماری طرف نظر اٹھا دیتے ہیں تو گویا ہم اپنی ساری طاقت وقوت

کھو بیٹھتے ہیں اور حضرتؑ کی عظمت و معنویت کے سامنے سر جھکانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔"

حضرتؑ کی روحانی عظمت اور بلندی منزلت اس قدر تھی کہ قید خانہ کو بھی ایک مکتب تربیت میں تبدیل فرما دیا کرتے تھے اور قید خانہ کے ذمہ دار اور مامورین نگہداشت و مراقبت کو اپنے اندیشہ و افکار و روحانیت کے زیر اثر کر لیا کرتے تھے۔

آپؑ کی علمی منزلت

آئمہ معصومؑ اور لوگوں کے دینی و روحانی رہبروں کی نمایاں و عظیم امتیازات میں سے ایک ان کا کمال ادراک و عقل و شعور ہے کیونکہ یہ حضرات لوگوں کی دینی سرپرستی و رہبری اور سعادت و نیک بختی کے عہدۂ جلیلہ پر پروردگار عالم کی جانب سے تمام دنیوی رموز و اسرار سے واقف تھے اور تاریخی شواہد اس حقیقت و برتری کا بولتا ہوا ثبوت ہیں۔

خاندان رسالت کا علم و دانش منبع وحی و منطق الہام سے نکلا ہوا ایک چشمہ ہوتا ہے اور کسی کتاب' کلاس اور کسی کسب و تحصیل کا محتاج نہیں ہوتا' چونکہ یہ حضرات خانوادہ وحی و الہام میں پرورش و تربیت یافتہ اور اسی عظیم درسگاہ سے فارغ التحصیل ہوتے ہیں اس لئے ان حضرات کی معلومات کا تجزیہ و تحلیل ہماری عقل و ادراک کی قوت و توانائی کے حدود سے باہر ہے' البتہ فقط ان آثار اور نمونوں کے ذریعہ سے جو ہم تک پہنچے ہیں ان کے علم و دانش و معرفت کے بیکراں سمندروں سے کچھ شناسائی پیدا کر سکتے ہیں۔ مثلاً بزرگواروں کی مقدس زندگی کا مطالعہ کرتے وقت ہم ان نمونوں سے دوچار ہوتے ہیں کہ کبھی کسی مجلس میں علماء کی طرف سے کوئی فقہی و علمی مسئلہ پیش ہوتا اور سب کے سب اس کے حل و جواب سے عاجز رہتے

لیکن امامؑ اس کا صحیح وقطعی جواب عنایت فرماتے تھے۔

ہم کتب معتبرہ میں پڑھتے ہیں کہ امامؑ عربی زبان والی سرزمین اور ماحول میں رہتے ہوئے ایک ترکی زبان بولنے والے سے اس کی اصلی ترکی زبان میں گفتگو فرماتے ہیں اور ایک دوسرے موقع پر علی بن مہریار اہوازی سے فارسی زبان میں گفتگو فرماتے ہیں اور ایسے ایسے مجہولات اور رازوں سے پردے اٹھاتے ہیں کہ ہماری عادی فہم وسمجھ کی حدود سے باہر ہے اور معمولی ضابطوں سے اس کی تفسیر وتاویل نہیں کی جاسکتی سوائے اس کے کہ ہم سے کہیں کہ ان حضرات کے علوم الٰہی وکسبی ہیں۔ (یعنی وہبی ہیں کسبی نہیں)

امام حسن عسکریؑ کی علمی وفکری یادگاریں جو حدیث' فقہ' کلام اور تفسیر کی کتابوں میں موجود ہیں وہ بہترین وغنی ترین علمی میراثوں میں سے ایک ہیں جو زندگی کے اصول اور تربیتی طریقوں اور ماوراء الطبیعت علوم ومعارف کو محکم ومضبوط ترین بیانات وتقاریر کے ساتھ ان علوم ومعارف کے شائقین کے اختیار میں دیتی ہیں اور آفرینش کے اسرار ورموز کو بلند ترین بیان سے توضیح کرتی ہیں اس طرح سے کہ آج کی علم اپنی تمام ترقی وپیش رفت کے باوجود امامؑ کے بیانات وتوضیحات سے ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا سکتا۔

ابوحمزہ نصیر جو امامؑ کے خدمت گاروں میں سے ایک ہیں کہتے ہیں کہ:

''میں نے بارہا مشاہدہ کیا کہ امامؑ ترک روم وفارس وغیرہ مختلف قوموں کی افراد سے انہیں کی زبان میں گفتگو فرماتے ہیں مجھے تعجب ہوتا اور میں اپنے دل میں کہتا کہ آپؑ تو مدینہ میں متولد ہوئے اور اجنبی اقوام وافراد سے رفت وآمد کا سلسلہ ملاقات اور رابطہ بھی نہیں رکھتے تھے پس ان زبانوں اور لہجوں کو کہاں سے حاصل کیا؟'' (ارشاد شیخ مفیدؒ۔ ص ۳۲۰)

باوجود اس کے کہ امامؑ عالی مقام کا دور امامت تمام نامناسب امور اور طرح طرح کے

حوادث سے تعبیر تھا پھر بھی حضرت نے اپنے مدت حیات میں بہت سے بیش بہا اور باقدر و قیمت آثار چھوڑے جن کا تذکرہ علماء و مورخین کی ایک جماعت نے کیا ہے۔

امام معصومؑ سے مختلف علوم و فنون اتنے زیادہ نقل ہوئے ہیں جن سے کتابیں بھری ہوئی ہیں' بڑے بڑے علماء و دانشور آپؑ کی علمی عظمت و شخصیت کے سامنے سر ادب و تواضع سے جھکائے ہوئے ہیں اور آپؑ کی علم و فضل کے چشموں سے بہت زیادہ بہرہ ور ہوئے ہیں جو حد شمار سے باہر ہیں۔(اعیان الشیعہ۔جلد۴۔ص ۲۹۱)

آپؑ اپنے خاص علم و درایت کے ذریعہ قرآن مجید کے بارے میں اسحاق کندی فیلسوف عراق کے دعووں کا جواب مسکت دے سکے اور ان کو محکوم و خاموش کر سکے۔

امامؑ کی صفت جود و سخا

خاندان رسالتؐ کے یہ معصوم افراد امادی مسائل و وسائل وامور زندگی کی طرف اس غرض سے توجہ و التفات فرماتے تھے کہ اس کے وسیلہ سے رضائے الٰہی حاصل کر سکیں اور بندگان خدا کی مشکلیں حل کر سکیں' اسی وجہ سے اس کے حاصل کرنے اور خرچ کرنے میں معمولی سا مضائقہ بھی گوارہ نہیں کرتے تھے اور اپنے پاس جمع شدہ مال جو خود انہیں حضرات کی محنتوں' کوششوں اور کاوشوں کا ماحصل ہوتا تھا کے خرچ کرنے میں تمام لوگوں سے آگے تھے۔

یوسف قیصر عباسی کہتا ہے کہ:

"کثیر العیالی اور مصارف کی فراوانی نے مجھے مجبور کیا کہ عباسی خلفاء کے دربار میں اور اس

کے اعیان واشراف کو خطوط لکھوں اور وہاں آمد ورفت کا آغاز کروں (تاکہ میری مشکلوں کے حل کی کوئی صورت پیدا ہو) لیکن میری اس کوشش اور جدوجہد کا کوئی معمولی سا نتیجہ بھی نہیں نکلا' کیونکہ وہ سب ہی نشہ جاہ وجلال میں مست اور دریائے شہوت ومنصب وریاست میں غرق تھے' لیکن ایک مرتبہ میرا گزر خانہ حضرت امام حسن عسکریؑ کی طرف سے ہوا تو بغیر اس کے کہ مجھ سے اور امامؑ سے اس سلسلہ میں کوئی گفتگو ہو امامؑ نے بغیر کسی تاخیر کے ایک تھیلی عنایت فرمائی جس میں چار سو دینار تھے میں امامؑ کی اس عطا کی برکت سے مشکلات زندگی سے نجات اور اپنے تمام قرضوں کے بوجھ سے چھٹکارا حاصل کر سکا۔''

امامؑ کے مشہور اقوال میں سے یہ ہے کہ:

''بہشت میں جانے کے اسباب میں سے ایک نیک عملی ہے اور خاص کر اس امر میں وہی افراد مشمول و مستحق رحمت الٰہی ہو سکتے ہیں جو کمزور طبقہ کے لوگوں پر رحمدل ہوں اور نیک عمل والے اور بخشش کرنے والے ہوں اور آپس میں ایک دوسرے کے مہربان ہوں۔''

(احقاق الحق۔ جلد ۱۲)

امام علیہ لسلام کی اقوال وہدایات وارشاد بہت زیادہ منقول ہیں' ان میں سے کچھ کو ہم بطور نمونہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔

امامؑ علم ودانش اور علم اندوزی ودانش آموزی کی تشویق کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اگر دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب ایک لقمہ بن جائے اسے میں کسی ایماندار عالم و دانشمند کو دے دوں تو مجھے خوف ہوگا کہ میں نے اس کے حق کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہو اور اس کے مقابل کسی فاسق' نادان وجاہل کو دنیا کی تمام نعمتوں میں سے سوائے ایک گھونٹ پانی کے کچھ نہ دوں تو مجھے اس کا اندیشہ ہوگا اس کے بارے میں میں نے اسراف سے کام لیا

ہو۔'' (گناہان کبیرہ۔ص ۱۵۳)

مشروبات (الکحل) کے استعمال کے بارے میں امامؑ کا فرمان

''میں خدا کو شاہد بناتا ہوں کہ میں نے اپنے پدر بزرگوار علی بن محمدؑ سے سنا اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار محمد بن علیؑ سے اور انہوں نے اپنے پدر عالی قدر علی بن موسیٰؑ سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار موسیٰؑ سے انہوں نے اپنے پدر گرامی قدر جعفرؑ سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار محمدؑ سے اور انہوں نے اپنے پدر عالی قدر علیؑ سے اور انہوں نے اپنے پدر حسینؑ سے اور انہوں نے اپنے پدر بزرگوار علی ابن ابی طالبؑ سے اور انہوں نے پیغمبر اسلامؐ سے اور آنحضرتؐ نے جبرئیل سے اور انہوں نے میکائیل سے نقل کیا ہے کہ اسرافیل نے نقل کرتے ہوئے خدا کو گواہ قرار دیا ہے کہ لوح محفوظ پر اللہ کا یہ فرمان ثبت ہے کہ: ''شراب خوار بت کی تعریف کرنے والے کے مانند ہے۔''

شاید شراب خواری کی بت پرستی سے تشبیہ کا سبب ایک قسم کی عادت آلودگی اور قلبی رغبت و میلان کا پایا جانا ہے جو دونوں صفتوں میں موجود ہوتی ہے اور دونوں کا ارتکاب کرنے والے قلبی و باطنی میلان و رغبت کے ماتحت ان دونوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

شہادت

جس وقت معتمد عباسی نے امام حسن عسکریؑ کی طرف لوگوں کی قلبی محبت و عقیدت اور میلان کا احساس کیا اور یقین کر لیا کہ مکرر و پے در پے حضرتؑ کو مقید کرنا بھی اس محبت و مودت کی جڑوں کو لوگوں کے دلوں کی گہرائیوں سے اکھیڑ نہیں سکتا اور حضرتؑ کے وجود کو اپنی

حکومت کے زوال کے لئے خطرہ کی گھنٹی تصور کرنے لگا' تو اپنی تمام تر سعی و کوشش سے آپؑ کے فیض وجود کو ختم کرنے کی فکر میں صرف کرنے لگا اور عملی و موثر تدبیر بروئے کار لانے کے درپے ہو گیا' آخر کار اس کی فکر کا نتیجہ اس مرحلہ پر ظاہر ہوا کہ ان حضرتؑ کو مسموم کرے اور لوگوں کو خاموش رکھنے اور شیعیان و عقیدت مندان اہل بیتؑ کے عمومی افکار کو مغالطہ میں مبتلا رکھنے کے لئے کوئی اسکیم بنائے' چنانچہ اس سلسلہ میں اس نے اپنی تدبیر کو عملی جامہ پہنا دیا' لیکن امامؑ کے عقیدت مندوں کو خوش رکھنے کے لئے طبیبوں کو حضرتؑ کا علاج کرنے کے لئے بھیجا اور خود بھی کئی بار حضرتؑ کی عیادت اور احوال پرسی کے لئے حاضر ہوا' لیکن زہر حضرتؑ کے جسم اقدس میں اپنا کام کرتا رہا یہاں تک کہ آٹھ روز تک بستر علالت پر گزارنے کے بعد ۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ کو حضرتؑ نے اس سرائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی۔

تاریخ کہتی ہے

جس وقت امامؑ کی علالت و بیماری کی خبر عام ہوئی اور معتمد خلیفہ عباسی تک پہنچی تو اس نے حکم دیا کہ حکومت وقت کا وزیر عبیداللہ بن خاقان ''خلیفہ کے خاص اور قریبی لوگوں میں سے پانچ افراد کو ساتھ لے کر امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوں اور خاندان امامت کی خبروں اور اندرونی حالات و کیفیات کو تحت نظر اور اپنے کنٹرول میں رکھیں اس کے علاوہ کئی نفر اطباء اور معالجوں کو حکم دیا کہ امامؑ کے مزاج کی کیفیت کو مسلسل زیر نظر رکھیں اور ساتھ خانہ امامؑ کے اندرونی حالات سے پوری طرح باخبر رہنے کی کوشش کریں' اس واقعہ کو ابھی

دو روز بھی پورے نہیں ہوئے تھے کہ یہ خبر ملی کہ امامؑ کا مزاج ضعف ونقاہت کی طرف مائل ہے طبیبوں کو تاکیدی حکم دیا گیا کہ خبر دار اب امامؑ کے گھر سے ہر گز نہ ہٹیں اور شہر کے "قاضی القضاۃ" سے یہ خواہش کی گئی کہ قاضیوں میں سے دس افراد کو منتخب کرے اور ان سب کو لے کر امامؑ کی خدمت میں جائے اور وہاں قیام کریں چنانچہ وہ سب امامؑ کی رحلت کے وقت تک خانہ امام میں موجود رہے جس روز امامؑ نے رحلت فرمائی تمام "شہر سامراء" نالہ وشیون کا یک خطہ بن گیا تھا بازار بند ہو گئے کام کرنے والوں نے اپنے کاموں کو معطل کر دیا اور عام طور پر تمام طبقات کے لوگ امامؑ کے غم میں سوگوار تھے اور گریہ وزاری ونالہ وفریاد کے ساتھ امامؑ کے جنازۂ مطہرہ کی تشیع میں حاضر ہوئے۔ شہر کی عام حالت منقلب تھی جس وقت جنازہ تیار ہو گیا تو خلیفہ نے اپنے چچا "عیسیٰ بن متوکل" کو مامور کیا کہ وہ حضرتؑ کی نماز جنازہ پڑھے جس وقت وہ نماز کے لئے کھڑا ہوا تو پہلے حضرتؑ کے چہرۂ اقدس سے کفن ہٹایا اور افراد بنی ہاشم وخاندان علوی کو دکھلایا کہ امامؑ اپنی طبیعی اجل اور حتمی موت سے دنیا سے رخصت ہوئے ہیں پھر عام مجمع کی طرف رخ کر کے یہ اعلان کیا کہ حضرتؑ کی موت کے قاضیوں اور طبیبوں کی ایک جماعت جن کے نام میں گنا تا ہوں موجود تھے اور خلیفہ کے خواص میں سے یہ افراد بھی تھے۔ آپؑ نے اپنے بستر پر اپنی طبیعی موت کے نتیجہ میں انتقال فرمایا ہے پھر امامؑ کے چہرہ کو چھپا دیا اور نماز جنازہ پڑھی پھر جنازہ کو اٹھانے کا حکم دیا یہاں تک کہ حضرتؑ دفن کر دیئے گئے۔

مذکورہ بیان سے ہمارا استفادہ

اس مستند بیان سے جس کو اکثر مورخین اور سیرت نویسوں نے قلمبند کیا ہے جو کچھ مستفادہ ثابت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ:

آنحضرتؑ کی مسمومیت خلافت کے ذمہ داروں کے ہاتھوں عمل میں آنا قوت سے خالی اور صحت سے بعید نہیں ہے یہاں تک کہ اس وقت کے لوگوں کے عمومی آراء وافکار کو بھی زیر پردہ قضیوں کی طرف متوجہ کیا ہے اور انہیں افواہوں اور چہ میگوئیوں نے زمامداران خلافت کو اضطراب وتشویش میں ڈال دیا تھا۔ اسی لئے ان لوگوں کی یہ کوشش رہی کہ اس طرح کی نمائشی تدبیروں اور مصنوعی پردوں کے ذریعہ لوگوں کے بیدار وآگاہ افکار وآراء کو دبا دیں اور بے کار کر دیں' مذکورہ بیان اس مشہور حدیث کی بھی تائید کرتا ہے جو ائمہ معصومین علیہم السلام کی مسمومیت اور شہادت کے بارے میں امام صادقؑ سے منقول ہے کہ:

''ہم سب کے سب یا تو زہر خورانی کے ذریعہ یا شہادت کے ذریعہ دنیا سے جائیں گے۔''

دفن امام علیہ السلام

صاحب ارشاد تحریر فرماتے ہیں کہ امام حسن عسکریؑ اول ماہ ربیع الاول کو صاحب فراش علالت ہوئے اور اس مہینہ کے آٹھ دن ختم ہوئے تھے کہ اماؑم نے دنیا سے رحلت فرمائی اور شہر سامراء میں اسی مکان میں جس میں آپؑ کے پدر بزرگوار ''امام ہادیؑ'' مدفون ہوئے تھے دفن کئے گئے' رحلت کے وقت آپؑ کی عمر مبارک ۲۸ سال تھی اور آپؑ کے واحد فرزند ''حضرت قائم منتظرؑ'' آپ کی یادگار باقی رہے اور آپؑ کے علاوہ اماؑم کے کوئی دوسرے فرزند نہیں تھے۔

شہادت کے بعد

امام حسن عسکریؑ کی شہادت کے بعد معتمد عباسی خلیفہ نے چند افراد کو مامور کیا کہ وہ سب حضرتؑ کے خانہ اقدس میں جائیں اور مکمل طور پر گھر کی تفتیش کریں اور تلاشی لیں اور حضرتؑ کے اثاث البیت اور جملہ شخصی وسائل زندگی کو جمع کر کے ان پر مہر کر دیں اور دائیوں کے ذریعہ حضرتؑ کے فرزندوں کے بارے میں سراغ و معلومات حاصل کریں اور حضرتؑ کے مکان کے تمام حجروں اور کمروں کو دیکھ ڈالیں چند دائیوں کو حکم دیا کہ حضرتؑ کی ازواج اور کنیزوں کو تحت نظر رکھیں او ان کی تفتیش کریں اگر ان میں سے کسی میں حمل کا اثر پائیں تو اس کی اطلاع دیں۔ چنانچہ دائیوں میں سے ایک کو ایک کنیز کے متعلق حاملہ ہونے کا گمان ہوا (اور اس کی اطلاع دی گئی) خلیفہ نے حکم دیا کہ اسے کسی حجرہ میں محبوس و مقید کردیں اور ''نحریر'' کو جو خلیفہ کا مخصوص خادم تھا اس کنیز کی مراقبت و نگرانی پر معین ہوا تا کہ خبر کا سچ یا جھوٹ ہونا واضح ہو جائے۔

امامؑ کے مخصوص خادم خبر دیتے ہیں

نمائندہ خلیفہ کے ذریعہ امامؑ کی نماز جنازہ پڑھانے کی جو داستان اوپر نقل ہوئی وہ مورخین شیعہ کی ایک جماعت مثل جناب شیخ مفید اور دوسرے علماء کی روایت کی بناء پر تھی، لیکن شیعوں کے دمیان جو روایات مشہور ہے وہ جناب ابن بابویہ کی روایت ہے جو وہ اپنی معتبر سندوں سے نقل کرتے ہیں۔

''ابوالادیان'' جو امام حسن عسکریؑ کے مخصوص خدمت گزر تھے بیان کرتے ہیں کہ:

"مجھے امام حسن عسکریؑ کی پر افتخار خدمت گزاری کا شرف حاصل تھا' آنحضرتؑ کے خطوط' پیغامات اور سفارشات کو میں حضرتؑ کے دوستوں اور شیعوں کو شہروں اور دوسری آبادیوں میں پہنچایا کرتا تھا' جس بیماری میں حضرت نے دنیا سے رحلت فرمائی میں حضرتؑ کی خدمت میں مشرف ہوا' امام نے جو خطوط تحریر فرمائے تھے مجھے عنایت فرمائے اور حکم دیا کہ انہیں میں "مداین" پہنچاؤں اور فرمایا کہ تمہاری اس مسافرت میں پندرہ روز صرف ہوں گے' جس وقت تم سر من رائی میں واپس آؤ گے تو تم گریہ وزاری و نالہ وفریاد کی آوازوں سے دوچار ہوگے، میں نے عرض کیا کہ اس وقت میری تکلیف کیا ہوگی اور خطوط کے جوابات کے بارے میں کیا ہوگا؟ فرمایا کہ جو شخص تم سے ان خطوط کے جوابات کا طالب ہو وہی میرا وصی جانشین ہے' میں نے عرض کیا کہ از راہ کرم کچھ اور وضاحت فرمائیں۔ فرمایا کہ جو شخص مجھ پر نماز پڑھے گا وہی میرا جانشین ہے' میں نے عرض کیا: کچھ اور وضاحت فرمائیں۔

فرمایا کہ جو شخص ہمیانی کے اندر کے مال اور اس کی مقدار بتائے وہی میرا جانشین ہے' امام کے رعب و عظمت نے مجھے اجازت نہیں دی کہ کچھ اور سوال کروں۔

میں نے خطوط کو مدائن پہنچایا اور ان کے جوابات حاصل کئے' پندرہواں دن تھا جب میں سامراء واپس پہنچا' جب میں شہر میں وارد ہوا تو دیکھا کہ شہر گریہ وزاری اور نالہ وشیون سے معمور ہے' میری نظر امام کے بھائی جعفر پر پڑی جو گھر کے دروازہ پر کھڑے ہیں اور کچھ لوگ انہیں گھیرے ہوئے ہیں اور انہیں بھائی کی وفات پر تسلی و تعزیت دے رہے ہیں اور بہ عنوان "امامت" انہیں تہنیت و مبارک باد دے رہے ہیں' میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر یہ شخص لوگوں کا امام و پیشوا ہے تو امامت کا حشر معلوم ہے کیونکہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے بارہا اس کو شراب پیتے اور اعیان واشراف شہر کے محلوں میں مشغول قمار بازی' شراب خواری

وتفریح وعیاشی دیکھا ہے' (پھر بھی) میں آگے بڑھا اور اسے تسلی دی اور پھر اس سے اور زیادہ نزدیک ہوگیا' لیکن اس نے میرے جواب میں کچھ بھی نہیں کہا' اسی لمحہ میں نے دیکھا کہ ''عقید'' امامؑ کے دوسرے خادم گھر سے باہر آئے اور جعفر کی طرف رخ کرکے کہا کہ ''جنازہ تیار ہے' آپ نماز پڑھ سکتے ہیں' جعفر اور ان کے گرد جو لوگ تھے سب جنازہ کے پاس آئے' جعفر نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھے اور چاہتے تھے کہ تکبیر کہیں کہ اچانک ایک صاحبزادے گھر سے باہر آئے اور جعفر کی عبا کا دامن پکڑ کر کھینچا اور فرمایا: ''چچا! پیچھے ہٹ جایئے میں اپنے پدر بزرگوار کے جنازہ پر نماز پڑھنے کا زیادہ حقدار ہوں۔'' جعفر پیچھے ہٹ گئے اور ان صاحبزادے نے نماز پڑھی' اس کے بعد لوگ جنازہ کو امامؑ کے پدر بزرگوار ''امام ہادیؑ'' کی قبر کے پاس لائے اور اس کے پہلو میں دفن کر دیا۔

اس کے بعد میری طرف رخ کرکے فرمایا:

''بصری! خطوں کے جوابات مجھے دو۔'' میں نے اپنے دل میں کہا: یہ دوسری علامت ہے' اب صرف ایک ابہامی نکتہ باقی رہ گیا ہے اور وہ ہے تیسری نشانی' حاضرین میں سے ایک نے پوچھا کہ یہ بچہ کون تھا؟ جعفر نے کہا میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا ہے اور نہ اسے پہچانتا ہوں۔ میں اپنی مشکل حل ہونے کا منتظر تھا اور وہ بھی اس طرح سے حل ہوگئی کہ۔

سب لوگ بیٹھے ہوئے تھے' ناگاہ شیعیان قم میں سے کچھ لوگ وارد ہوئے اور امام حسن عسکریؑ کے متعلق دریافت کیا جب ان کو حضرتؑ کی رحلت کی خبر دی گئی تو وہ لوگ بے حد متاثر و غمگین ہوئے پھر پوچھا کہ اب ہماری ذمہ داری کیا ہے اور کس طرف رجوع کرنا چاہیے؟ کچھ لوگوں نے جعفر کی طرف اشارہ کیا' ان لوگوں نے جعفر کو سلام کیا اور تسلی دی' پھر یہ ظاہر کیا کہ ہمارے پاس کچھ خطوط اور کچھ مال ہے' مہربانی فرما کر بتایئے کہ وہ خطوط کس

کے ہیں؟ اور مال کی مقدار کیا ہے؟ جعفر کھڑے ہو گئے اور اپنے لباس کو حرکت دیتے اور یہ کہتے ہوئے مجلس سے باہر نکل گئے کہ لوگ ہم سے غیب کا بھی مطالبہ کرتے ہیں۔

(عقید کہتے ہیں کہ) میں نے انہیں حساس لحات میں امام عصرؑ کی طرف سے ان لوگوں کو خطوط لکھنے والوں کے نام اور ہمیانی کے اندر جو رقم تھی اس کی مقدار بتائی، امامؑ نے مزید یہ اضافہ فرمایا کہ کل رقم کا مجموعہ ایک ہزار دینار اشرفی ہے جس میں سے دس دینار کھوٹے ہیں، ان لوگوں کہا کہ وہی ہمارے امام پیشوا ہیں۔ اس واقعہ کے بعد جعفر خلیفہ کے پاس گئے اور معتمد کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا، معتمد نے اسی تاریخ سے اپنے مامورین کو خانہ امام پر معین کیا تاکہ وہ سب ان بزرگوار کی تلاش و جستجو جاری رکھیں اور خود خلیفہ بھی ہمیشہ خاندان امامؑ کے اوضاع و احوال پر پوشیدہ طور سے نظر رکھتا تھا اور امام حسن عسکریؑ کی کئی کنیزوں کو حراست میں لے لیا او قاضی شہر کے خاندان کو ان لوگوں کے احوال و اوضاع کی تحقیق و تفتیش کے لئے مقرر کیا۔"

ایک سوال کا جواب

اب محترم پڑھنے والوں کے ذہن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہوگا کہ امامؑ کا اپنے پدر بزرگوار کے جنازہ پر نماز پڑھنا کس طرح اور کس ترتیب سے عمل میں آیا اور باوجود ان تمام نگرانیوں اور تفتیشوں اور تلاش و جستجو کے جو ظالم و جابر عباسی حکومت کی طرف بروئے کار لائی گئیں جن سے ہم گزشتہ صفحات میں آگاہ ہوئے ہیں، امامؑ نے کیونکر نماز پڑھی؟ اس سوال کو حل کرنے اور اس شبہ کو رفع کرنے کے لئے پہلے یہ ضروری ہے کہ اس مقام

وماحول کے احوال واوضاع اور صورت حال کے قرائن کی طرف توجہ دی جائے اور تب اس سوال کا جواب اور حل تلاش کرنا بے حد آسان ہو جائے گا۔

علامہ مجلسیؒ اور دوسرے علماء نقل کرتے ہیں کہ امام حسن عسکریؑ کی رحلت ۲۶۰ھ میں نماز صبح کے وقت واقع ہوئی' امامؑ نے اس شب میں جس کی صبح کو رحلت فرمائی ہے متعدد خطوط اہل مدینہ کو تحریر فرمائے اور اپنے خادم کے ذریعہ انہیں بھیجا' اس وقت امامؑ کی خدمت میں سوائے حسب ذیل چند نفر کے کوئی دوسرا شخص نہیں تھا۔

(۱) کنیز خاص ''صیقل'' نامی۔

(۲) مخصوص خادم ''عقید'' نامی۔

(۳) وہ عالی مقام شخصیت جس کے وجود سے لوگ آگاہی واطلاع رکھتے تھے (حضرت امام عصرؑ)

امامؑ کی کنیز کا بیان ہے کہ ہم نے امامؑ کی مخصوص دوا (فصطگی کا پانی) امامؑ کی خدمت میں پیش کی تا کہ حضرتؑ نوش فرمائیں' آپ نے فرمایا کہ پہلے پانی لاؤ تا کہ وضو کروں پانی لایا گیا اور امامؑ نے ایک رومال اپنے دامن پر پھیلایا اور وضو کیا اور نماز صبح ادا فرمائی۔ پھر اپنی مخصوص دوا دست مبارک میں لی تا کہ نوش فرمائیں' لیکن شدت علالت وضعف ونقاہت کی وجہ سے دست مبارک میں لرزش ہو رہی تھی اور دوا کا پیالہ لب اقدس سے ٹکراتا تھا اور آپ کے اندر اسے سنبھالنے کی طاقت نہیں تھی' میں نے پیالہ اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا تا کہ دوا پینے میں حضرتؑ کی مدد کروں کہ اچانک اسی لحہ حضرتؑ کی مقدس روح عالم قدس وملکوت کی جانب پرواز کر گئی۔

جناب محدث اردبیلی کیا فرماتے ہیں؟

حضرت کی علالت کا سلسلہ اول ماہ ربیع الاول سے شروع ہوا اور ۸/ ربیع الاول روز جمعہ صبح تک یہ سلسلہ قائم رہا' یہاں تک ۸/ ربیع الاول کو علی الصبح حضرت نے دار بقا کی طرف رحلت فرمائی اور اسی گھر میں جس میں آپ کے پدر بزرگوار سپرد خاک کیے گئے تھے آپ بھی مدفون ہوئے۔

آپ بھائی جعفر نے آپ کے سارے مال وملکیت پر قبضہ کر کے اپنے تصرف میں لائے اور حضرت کی کنیزوں، زوجہ اور خادموں کی حراست وگرفتاری میں پوری کوشش صرف کی اور انتظار فرج کا اعتقاد رکھنے والوں کی ایذا رسانی کے اسباب ہر روز مہیا کرتے رہے اور انہیں حبس وزجر اور خلیفہ سے شکایت کرنے کی دھمکیاں دیا کرتے تھے۔

راہ حل

اس قرینہ کی طرف کہ امام عالی مقام کی رحلت اول صبح بعد نماز واقع ہوئی توجہ کرنے سے مناسب حل کا راستہ جو نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ امامؑ کے فرزند معصومؑ کی نماز گزاری گھر کے اندر اور مخصوص دوستوں اور عقیدت مندوں کے ماحول اور امام معصومؑ کے فرج کے منتظرین اور شیعوں کے مجمع میں عمل میں آئی ہو۔اس کے بعد اس زمانہ کے معمول ودستور کے مطابق کہ وقت کی حکومتیں ایسی موقع پر عمل کی منزل میں دخیل ہوئی تھیں۔ مخصوص جگہ پر خلیفہ کے اعوان وعمال کے شرکت کے ساتھ نماز جنازہ عمل میں آئی ہوگی اور خلیفہ کی طرف سے معین آدمی بنام "عیسیٰ بن متوکل عباسی" نے امامؑ کے جنازہ پر دوبارہ نماز پڑھی ہوگی ۔اسی ترتیب سے جو ارشاد شیخ مفید اور بحار الانوار اور تاریخ وحدیث شیعہ کی دوسری کتابوں میں نیز مورخین اہل سنت کی کتابوں میں بیان ہوئی ہے' خداوند متعال وقائع و

حوادث کے بارے میں سب سے زیادہ آگاہ و دانا ہے۔

----

(۱)۔کشف الغمہ اربلی۔ص ۲۹۱

(۲)۔جلاء العیون۔ص ۵۷۹

(۳)۔جلاء العیون۔ص ۵۷۸' بحار الانوار۔ج ۱۲۔ص ۷۷

(۴)۔ارشاد شیخ مفید ص ۳۲۰' تاریخ عسکریین۔ج ۲۔ص ۱۰۹' جلاء العیون مجلسی۔ص ۵۷۷

(۵)۔ارشاد شیخ مفید ص ۳۲۰ چاپ آخوندی' بحار الانوار مجلسی' کشف الغمہ اربلی۔ص ۲۸۲

﴿اَلسَّلامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ بَيْتِ النُّبُوَّةِ وَمَوْضِعِ الرِّسَالَةِ وَمُخْتَلَفَ الْمَلائِكَةِ وَمَهْبِطَ الْوَحْيِ وَمَعْدِنَ الرَّحْمَةِ﴾

میری جان، مال، اہل وعیال اور میرے ماں باپ آپؑ لوگوں پر فدا ہو

میں جب تک زندہ رہوں، خداوند عالم آپؑ کی ولایت، محبتؑ اور دین پر مجھے

ثابت قدم رکھے

آپؑ کی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے

(آخرت میں) مجھے آپؑ کی شفاعت نصیب فرمائے

مجھے آپؑ کے اچھے چاہنے والوں میں قرار دے

جو آپؑ کے پیغام کے قدم بہ قدم چلنے والے ہیں

مجھے اُن لوگوں میں سے قرار دے

جو آپؑ کے نقش قدم کو اپناتے ہیں

آپؑ کے دور سلطنت میں با اختیار بننے والے ہیں

اور کل آپؑ کے دیدار کا شرف حاصل کرنے والے ہیں

(زیارت جامعہ)

حضرت امام زمان عجّل اللہ تعالیٰ فرجہ الشّریف

امن وامان کی بشارت دینے والے

حضرت امام زمان عجّل اللہ تعالیٰ فرجہ الشّریف
امن وامان کی بشارت دینے والے

نیمہ شعبان امانت وامنیت کی بشارت دینے والی تاریخ

ماہ شعبان عالم اسلام کی تاریخ میں شجاعت کی بشارت کا مہینہ' امید آفریں ونوید بخش مہینہ ہے۔ شعبان وہ مہینہ ہے جو حسینی نغمہ ساز ولادت کو آفتاب حق وحقیقت حضرت مہدیٔ موعود کی نورانی شعاعوں کے طلوع مسعود سے جوڑ دیتا ہے اور دنیا کے تمام مستضعفین ومقہورین کے اشتیاق کو روئے زمین کے تمام خطوں اور علاقوں میں عروج پر پہنچا دیتا ہے' اس مہینہ کی پندرہویں تاریخ عالم بشریت کے مصلح' عدل عمومی کے پھیلانے والے اور اسلام کی توحید ویکتا پرستی کی حکومت کو وسعت دینے والے' عدالت جہانی کے جاری کرنے والے' انسانوں کے حقوق کو ثابت کرنے والے مستکبرین پر مستضعفین کی حکومت اور اسراف کاروں اور گھمنڈ کرنے والوں پر محرومین کی انتہائی کامیابی کا مژدہ سنانے والے کی ولادت باسعادت کی بشارت دینے والی ہے۔

باطل پر حق کی فتح

مایوسی پیدا کرنے والے اور ناامید کرنے والے اندیشوں کے برخلاف اور قنوطیت پسندوں اور الحاد و مادیت پرستوں کے نظریات کے باوجود باطل پر حق کی طاقت کی انتہائی فتح، صلح وعدالت عمومی کی اشاعت وتوسیع، ظلم وجور وجبر وقہر کے خاتمہ، انسانی اقدار کے مکمل وہر چہار جانب استقرار مدنیت فاضل اور ایک آئیڈیل جامعہ کی تشکیل کا اندیشہ و نظریہ ایک ایسا نظریہ ہے کہ کم وبیش تمام اسلامی مذاہب اور فرقے جزئی اختلاف وتفاوت کے ساتھ جس کے قائل ومومن وعقیدت مند ہیں۔

یہ باطل پر حق کی فتح وظفر کا نظریہ ایک قرآنی اصل وحقیقت ہے، قرآن مجید اپنی متعدد آیتوں کے ذیل میں پوری قاطعیت و پورے یقین کے ساتھ ایمان کی انتہائی فتح، صالحین اور نیکو کاروں کے قطعی غلبہ اور ہمیشہ کے لئے ستمگروں اور ظالموں کے ہاتھوں کی کوتاہ ہو جانے کی بشارت دے رہا ہے اور اسلامی روایات میں اس مقدس خیال ونظریہ کے مستحقق ہونے کی امید وآرزو کو انتظار فرج کے عنوان سے یاد کیا گیا، اصلاح کنندہ قوت آفریں انتظار، ویسا ہی انتظار جیسا ایک مشتاق میزبان پوری تیاری وآمادگی کے ساتھ اپنے عالی قدر مہمان کا انتظار کرتا ہے نہ کہ سہل پنداری، مہمل کاری اور ویرانگری والا انتظار۔

استاد عالی قدر، مفسر حکیم الٰہی اور معاصر اسلام شناس علامہ طباطبائی اس بارے میں فرماتے ہیں:

''عمومی ہدایت کا قانون بشر کو کمال کی طرف لے جاتا ہے اور نوع بشر کی وحی ونبوت کی طاقت کے ذریعہ کمال انسانیت کی طرف رہبری ہوتی ہے، امام مہدیؑ کی ظہور کا مسئلہ خدا کی

طرف سے عمومی ہدایت ودوامی رہبری کا مسئلہ ہے اور چونکہ ابھی تک بشر کی کلی رہگذر میں عمومی ہدایت صورت پذیر نہیں ہو سکی ہے...ص ۲۱۶...کہ اس زمانہ میں جامعہ بشریت عدل وانصاف سے پر اور صلح وصفائی کے ساتھ بھی زندگی گزارے اور افراد انسانی بحر فضیلت و کمال میں غرق رہیں اور ایسی صورت حال کا قیام واستقرار خود انسان کے اپنے اختیار میں ہوگا اور ایسے جامعہ کا رہبر عالم بشریت کا نجات دہندہ اور روایات مہدیؑ موعود کا مصداق ہوگا۔

چونکہ ان طرح طرح کے ادیان ومذاہب میں سے جو دنیا میں حکومت کرتے ہیں جیسے وثنیت (بت پرستی)، کلیمیت (اسرائیل)، مجوسیت اور اسلام، ہر ایک بشریت کے کسی نجات دہندہ کی بات کہی ہے اور اس کے ظہور کی خوشخبری بھی دی ہے اگر اس شخصیت کی تطبیق میں اختلاف رکھتے ہیں اور یہ حدیث جو مسلمانوں کے نزدیک متفق علیہ ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ 'مہدیؑ موعود میرے فرزندوں (میری نسل) میں سے ہوگا۔'' اسی بات کی طرف اشارہ کرتی ہے۔'' (شیعہ در اسلام۔ص ۱۵۰)

غیبت کے سلسلہ میں پروفیسر ''ہنری کربن'' استاد فلسفہ سوربن یونیورسٹی پیرس کے جواب میں استاد عالی قدر اس طرح فرماتے ہیں:

''عدالت جہانی کا ہر ذی روح کے اپنے حق کو پالینے کے معنی میں متحقق ہونا ظہور امام عصرؑ کا بزرگ ترین فلسفہ ہے اور قابل توجہ امر یہ ہے کہ ظہور کے بزرگ ترین فلسفہ کی تعریف سینکڑوں نبویؐ روایتوں اور ائمہ معصومینؑ کی احادیث عدل وانصاف کی برقراری اور اس کی اشاعت وتوسیع سے کی گئی ہے۔

مشکل یہ ہے کہ نہ تو علم باوجود اپنی تمام باریک بینیوں کے بشریت کے جسم وجان کے مسئلہ

کو حل کرسکتا ہے اور نہ عقل باوجود اپنی نکتہ رسیوں کے حل کرسکتی ہے اور نہ ہنروفن باوجود اپنی تمام نازک اندیشیوں کے حل کرسکتا ہے۔ یہ ساری جنگیں طبقاتی اختلافاتی نسلی امتیازات طرح طرح سے استثمار واستحصال ستمگروں کے مظالم ڈکٹیری نام نہاانصاف وروں کے مظالم دباؤ و فشار کمیونزم و مارکسزم کے پس پردہ امپریلزم اور کپٹیلزم کی پیشانی پر جگمگانے والا امپریلزم اور تمام سرمایہ دارانہ نظام یہ سب کے سب شہادت دے رہے ہیں کہ عدالت جہانی مردہ ہے اور دنیا ایک ایسے انجینئر اور باغبان کی محتاج ہے جو معیاروں کے ساتھ انسان کے گوشوں اور پہلوؤں کو پہچان سکے اور عالمی عدالت کے تنومند درخت کو سرسبز و شاداب کرسکے اور نسان اور دوسرے جاندار موجودات کی ترقی وتکامل کا ادارہ قائم کرسکے شیعہ اس بات کے معتقد ہیں کہ امام محمد بن حسن العسکری عبد صالح قائم عجل اللہ فرجہ اس عالمی عدالت کے قائم کرنے والے ہوں گے۔'' (مصاحبہ استاد طباطبائی از انتشارات مکتب تشیع)

اس ترتیب نے تمام اہل عالم عموماً شیعہ اور پیروان اہل بیت خصوصاً ایک ختم ہونے والے انتظار میں زندگی بسر کرتے ہیں ایسا انتظار جو امید آفریں حرکت پیدا کرنے والا اور فعالیت وحرکت وعمل سے سرشار ہے۔

عظیم انتظار

استاد شہید مطہریؒ اس بارے میں بہت مفید ودلچسپ بیان دیتے ہیں وہ انتظار کو دو قسموں ویران کرنے والا انتظار اور امید بخش انتظار پر تقسیم کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

'' انتظار مستقبل کی طرف راہ کشائی کی ایک قسم ہے امید اصلاح کی ایک قسم ہے اور قسمت و

تقدیر سے دل بستگی کی ایک قسم ہے۔ نہضت و انقلاب مہدی موعود کا ایک ظاہری انتظار ہے جو صرف ماہیت انفجاری رکھتا ہے۔ یہ فقط اور فقط مظالم‘ نسلی امتیازات‘ حق کشی‘ زور زبردستی اور تباہیوں کی اشاعت و رواج سے پیدا ہوتا ہے‘ حقیقت میں یہ حصول و یافت کے ادارہ کی ایک قسم ہے جو پریشان ہونے کا نتیجہ ہے‘ جس وقت صلاح و درستی نقطہ صفر پر پہنچ جائے‘ حق وحقیقت کا کوئی طرفدار نہ ہو‘ باطل میدان میں اکیلا دندناتا پھرے‘ باطل کی قوت کے سوا کوئی اور طاقت حاکم نہ ہو‘ دنیا میں کوئی صالح فرد پایا ہی نہ جائے‘ تب یہ انفجار پیش آتا ہے اور غیب کا ہاتھ حقیقت کی نجات کے لئے آستین سے باہر نکلتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے کہ جہاں گناہ فال بھی سمجھا جاتا ہے اور تماشا بھی‘ معصیت لذت بھی ہوتی ہے اور مقصد براری بھی اور مقدس انتہائی انقلاب کی مدد بھی....

ظہور مہدی موعود کے انتظار کی یہ قسم اور انتظار فرج کی یہ نوع جو حدود و مقررات اسلامی کے معطل رہنے کی ایک قسم کی طرف منجر ہوتی اور جسے باجگیری کی قسم سمجھنا چاہئے کسی طرح بھی اسلامی و قرآنی میزانوں سے موافقت و مطابقت نہیں رکھتا۔‘‘

انتظار اصلاح کن

قرآن مجید کی وہ چند آیتیں جو اس انداز فکر کی اصل وجڑ ہیں مذکورہ بالا صورت انتظار کے بالکل برعکس رہنمائی کر رہی ہیں‘ ان آیتوں سے استفادہ ہوتا ہے کہ مہدی موعودؑ کا ظہور اہل حق و اہل باطل کے درمیان مبارزہ کی کڑیوں میں سے ایک کڑی ہے جو اہل حق کی انتہائی فتح و کامرانی پر منتہی ہوتی ہے۔

اس سعادت میں کسی ایک فرد کا شریک وسہیم ہونا اس امر سے مربوط ہے کہ وہ فرد عملاً اہل ایمان واہل عمل صالح کے گروہ میں شامل ہوئی ہے۔ اہل ایمان کی آخری وانتہائی فتح کا مظہر ہے نہ کہ اہل باطل کی فتح کا۔ قرآن مجید میں ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے کہ ''خدا نے مومنین شائستہ وباصلاحیت سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں روئے زمین پر اپنا جانشین بنائے گا اور اس دین پر انہیں ثابت قدم رکھے گا جسے اس نے ان کے لئے پسند کرلیا ہے۔'' ان کے خوف وہراس کے دور کو امن وعافیت کے دور سے بدل دے گا' اس وقت وہ لوگ بلا خوف وہراس اپنے خدا کی پرستش کریں گے اور خدا کی اطاعت میں سر جھکادیں گے اور کسی چیز کو اس کی عبادت واطاعت میں شریک نہیں بنائیں گے۔

ظہور مہدی مستضعفان عالم اور ذلیل وخوار کئے گئے لوگوں پر ایک احسان ہے اور ان سب کے پیشوا ومقتدا ہونے کا ایک وسیلہ ہے اور حکومت کے وارث ہونے کا ایک مقدمہ و تمہید ہے۔

ظہور مہدی موعود ایک متحقق ہونے والا وعدہ ہے جو خداوند عالم قدیم ترین زمانوں سے آسمانی کتابوں میں اپنے صالح ومتقی بندوں کو دیتا رہا ہے کہ زمین انہیں کی ہے اور عاقبت و انجام خیر توفقط پرہیزگاروں سے تعلق رکھتا ہے اور وہ حدیث معروف جس میں حضرت فرماتے ہیں کہ:

''یملا اللہ الارض قسطا و عدلا بعد ما ملئت ظلما و جورا''

ہمارے مدعا پر شاہد ہے کیونکہ اس حدیث میں ظلم پر تکیہ ہے اور بات ظالم گروہ کی ہے جو مظلوم گروہ کے وجود کا مستلزم ہوگا' یہ حدیث ہمیں بتاتی ہے کہ قیام مہدی ان مظلوموں کی حمایت کے لئے ہوگا جو حمایت کے مستحق ہیں۔

اسلامی روایات میں ایک ایسے زندہ گروہ کی بات بھی کہی گئی ہے جو ظہور امام ہوتے ہی امام کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔ بدیہی امر ہے کہ یہ گروہ بطور ابتدا بہ ساکن خلق نہیں ہوں گے۔ (یعنی آسمان سے یکبارگی ٹپک پڑے ہوں) یہ بہ قول مشہور کسی ہرے درخت کے تنے سے نہیں نکلیں گے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ظلم وفساد مین اشاعت ورواج کی حالت میں کچھ بلند مرتبہ مصلحین بھی وجود رکھتے ہوں کہ ایسا حق وحقیقت کا گروہ ابھی اپنی صف کے آخر میں نہیں پہنچا ہے یعنی اس گروہ کا سلسلہ ابھی ختم نہیں ہوا ہے' بالفرض اگر اہل حق اپنی تعداد کے اعتبار سے لائق توجہ نہ بھی ہوں لیکن کیفیت کے اعتبار سے اہل ایمان میں عظیم قدر وقیمت کے مالک ہیں اور حضرت سید الشہداء کے رفقاء وانصار کے ہم ردیف ہیں۔

تمام آیات وروایات سے استفادہ ہوتا ہے کہ قیام مہدیؑ موعود ومبارزات حق وباطل کی کڑیوں میں سے ایک آخری کڑی ہے جس کا سلسلہ آغاز آفرینش سے قائم ہے اور مہدی موعود تمام انبیاء واولیاء اور راہ حق وحقیقت کے مبارز بہادروں کا تحقق پذیر آئیڈیل اور کمال مطلوب رہا ہے۔

ولادت نور

پندرہویں ماہ شعبان ۲۵۵ھ کی نورانی شب تھی جس میں خداوند متعال نے گیارہویں امام حضرت امام حسن عسکریؑ کو ایک فرزند عنایت فرمایا جن کا نام امام نے محمد رکھا۔ آپؑ کی مادر گرامی قدر روم وایشیاء کوچک کے شہروں کی باشندہ تھیں جن نام نرجس تھا'

یہ وہ خاتون تھیں جو کمال عفت و پرہیز گاری میں ممتاز تھیں اور ذاتی خوبیوں اور صفات سے آراستہ تھیں جو امام دہمؑ کی بارگاہ تربیت و تعلیم سے کسب فیض کیا یہاں تک کہ اپنی لیاقت وفضیلت ہی کے نتیجہ میں ان کو امام دہمؑ کی بہو اور امام حسن عسکریؑ کی زوجہ ہونے کا شرف حاصل ہوا تھا۔

شیعوں کے امام موعودؑ نے اس بافضائل و کرامات باپ اور ایسی بافضیلت وعفت ماں سے دائرہ حیات میں قدم رکھا اور اپنے طلوع سے اپنے شیداؤں اور مستضعفین کے دلوں میں امید کا نور جگمگا دیا، یہ پرداز و اسرار نور مولود مسعود ۲۶۰ھ تک اپنے پدر بزرگوار کی زیر کفالت و تربیت زندگی بسر کرتا رہا۔ اس اندیشہ سے کہ عباسی ظالم حکومت کے مامورین آپؑ کے وجود سے آگاہ نہ ہوں لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہے اور شیعوں میں سے بھی صرف بہت خاص و مخلص دوست حضرتؑ کی خدمت میں باریابی کا شرف حاصل کر سکتے تھے۔

اپنے پدر بزرگوار کی شہادت کے بعد جب بار امامت آپؑ کے دوش پر آیا تو بہ امر الٰہی حضرتؑ نے غیبت اختیار فرمائی اور صرف آپؑ کے نائبین خاص ہی آپؑ سے ملاقات کا شرف حاصل کر سکتے تھے اور حضرتؑ کسی دوسرے شخص کے لئے ظاہر نہیں ہوتے تھے۔

امام علامہ ابن صباغ مالکی جو برادران اہل سنت کے علماء میں سے ایک ہیں وہ اس بارے میں علماء اسلام کے اقوال لکھتے ہیں۔

"گیارہویں امام سوائے ایک فرزند محمد الحجۃ المہدیؑ کے اور کوئی فرزند نہیں رکھتے تھے۔ حضرتؑ اپنے پدر بزرگوار کی رحلت کے وقت پانچ برس کے تھے اور خداوند متعال نے آپؑ کو حکمت کا معدن قرار دیا تھا' آپؑ حضرت یحییٰ پیغمبرؑ کی طرح عہد طفیل ہی میں درجہ امامت پر فائز ہوئے اور حضرت عیسیٰؑ کی طرح جنہوں نے بالکل بچپنے میں گہوارہ کے اندر مقام

نبوت حاصل کر لیا' وضاحت کے ساتھ یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ تمام پیغمبروں اور پیشواؤں اور بالخصوص پیغمبر اسلامؐ نے ''صاحب السیف القائم'' اور ''العبد الصالح'' فرما کر آپؑ کی توصیف فرمائی ہے۔'' (الفصول المہمہ۔ص ۲۹۱)

آپؑ کے ظہور کے ساتھ ہی اسلام کی عدالت گستر حکومت قائم ہوگی اور تمام انسان صلح و صفائی' برادری و برابری کے ساتھ ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو زندگی بسر کریں گے۔ جنگ وجدال' ظلم وجرائم' دروغ گوئی وفضول گوئی' بھوک اور احتیاج سب کی سب جامعہ انسانیت سے رخصت ہو جائیں گی' چاردانگ عالم میں بس امن کا پرچم لہرائے گا۔

اسی دن کے انتظار میں....

﴿اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ بَيْتِ النُّبُوَّةِ وَمَوْضِعِ الرِّسَالَةِ وَمُخْتَلَفَ الْمَلَائِكَةِ وَمَهْبِطَ الْوَحْيِ وَمَعْدِنَ الرَّحْمَةِ﴾

میری جان، مال، اہل وعیال، ماں باپ سب آپؑ حضرات پر فدا ہو

آپؑ کی گفتگو (سرتاپا) نور ہے

آپؑ کا فرمان ہدایت (کا سرچشمہ) ہے

آپؑ کی نصیحت تقوا کے بارے میں ہے

آپؑ کا عمل خیر (ہی خیر) ہے

آپؑ کی عادت احسان کرنے کی ہے

جب بھی نیکیوں کا تذکرہ ہو تو آپؑ حضرات سے ہی ان نیکیوں کی ابتداء بھی ہے، انتہا بھی، اصل بھی، فرع بھی، آپؑ ہی (اُس کے) مخزن بھی اور مرکز بھی

آپؑ ہی حضرات کے ذریعہ اللہ نے مجھے ذلّت سے بچایا

میری ہولناک پریشانیوں کو دور کیا

اور ہلاکت ابدی و آتش جہنم سے بچایا

(زیارت جامعہ)

رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا اَنْزَلْتَ وَ اتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِیْنَ

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ سُبْحَانَ رَبِّنَا اِنْ کَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا

اے پالنے والے! تو نے جو کچھ نازل کیا ہم اُس پر ایمان لائے

اور (تیرے) رسولؐ کا اتباع کیا

ہمیں (اس بات کے) گواہوں میں سے شمار کرنا

اے پالنے والے! ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو کجی کے طرف مائل نہ ہونے دینا

اپنی جانب سے ہمیں خصوصی رحمت سے نوازتے رہنا

بے شک تو بہت عطا کرنے والا ہے

یقیناً ہمارا پروردگار پاک ہے

اور ہمارے پروردگار کا وعدہ (حتمی طور پر) پورا ہونے والا ہے

(القرآن المجید)

فہرست کتاب

اہل بیتِ اطہارؑ کی مختصر سوانحِ حیات

عرض ناشر ---------------------------------- ۱

مقدمہ ---------------------------------- ۹

پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ---------- ۱۷

مقصد بعثت ---------------------------------- ۱۸

پیغمبر اسلامؐ اور حضرت علیؑ کے حیات طیبہ کے دور کی ایک تصویر ---------- ۲۱

بعثت اور رسالت قلم ---------------------------------- ۲۴

ہجرت ---------------------------------- ۲۷

امید امت ---------------------------------- ۲۸

پیغمبر اسلام کی رحلت ---------------------------------- ۲۹

حیات مقدس کی یاد ---------------------------------- ۲۹

آپؐ کے عفو ودرگزر کے چند نمونے ---------------------------------- ۳۲

مدینہ میں سب سے پہلا خطبہ ---------------------------------- ۳۳

مادیات سے بے اعتنائی ---------------------------------- ۳۵

حضرت علی ابن ابی طالبؑ ۔رگِ اسلام کا مقدس خون ---------- ۳۸

ولادت باسعادت ---------------------------------- ۳۹

مجاہد اعظم یا شجاعوں کا شجاع ---------------------------- ۴۰
میدان جہاد سے مجلس بحث تک ---------------------------- ۴۲
حضرت علیؑ غیر مسلم دانشمندوں کی نظر میں ---------------------------- ۴۳
ایک اور حوالہ ---------------------------- ۴۶
افکار علیؑ کی حکومت ---------------------------- ۵۲
شہادت ---------------------------- ۵۳
جناب فاطمہ زہراؑ ---------------------------- ۶۶
عمل و مبارزہ حق طلبی و انقلاب اور اسلام کی عظیم المرتبت و مثالی خاتون ---------------------------- ۶۷
ولادت باسعادت ---------------------------- ۶۷
دشمنوں کی شماتت ---------------------------- ۷۱
سیدہ طاہرہ کی زندگی کا زمانہ ---------------------------- ۷۲
(۱) معیار ازدواج ---------------------------- ۷۴
(۲) مہریہ ---------------------------- ۷۴
(۳) معمولی جہیز ---------------------------- ۷۵
رحلت ---------------------------- ۷۸
امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام ---------------------------- ۸۰
صبر و استقلال و استقامت کے کوہ گراں ---------------------------- ۸۱
ولادت ---------------------------- ۸۱
امام حسنؑ کے بعض روحانی خصوصیات ---------------------------- ۸۳

شجاعت ودلیری ---------------------- ۸۴

مظلوم کی حمایت ---------------------- ۸۵

فصاحت وبلاغت ---------------------- ۸۶

صلح یا مسلمانوں کے خون کی حفاظت ---------------------- ۸۸

مقاومت ومقابلہ یا صلح ---------------------- ۸۹

مظلومین، محرومین کا فریادرس ---------------------- ۹۱

امام حسین ---------------------- ۹۴

دنیائے اسلام کے خونین شہادت کے مؤسس وبانی ---------------------- ۹۵

مولودسوم شعبان ---------------------- ۹۷

امام حسین علیہ السلام کا ایک درس ---------------------- ۹۹

کربلا کا جاوداں معرکہ شجاعت۔ شمشیر پر خون کی فتح کا معرکہ ---------------------- ۱۰۰

مکتب ونظریہ شہادت ---------------------- ۱۰۱

تمام انقلابی تحریکوں کو الہامی قوت بخشنے والا ---------------------- ۱۰۲

بے نظیر قربانی ---------------------- ۱۰۵

استعمار (نوآبادیاتی نظام حکومت) کے خلاف قیام گاہ ---------------------- ۱۰۸

عاشورہ ایک یورپی مورخ کی نگاہ میں ---------------------- ۱۱۴

اسلامی علماء وافاضل ومورخین ---------------------- ۱۱۹

نسل انسانی کی عظیم شخصیت ---------------------- ۱۲۲

شجاعت واستقامت کا درس ---------------------- ۱۲۵

آزاد مردوں کے پیشرو ---------------------- ۱۲۷

عاشورہ حسینی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۲۹

فلسفہ عزاداری ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۳۰

ابدی چہرہ اور جاودانی علامت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۳۵

زینب کبریٰ ؑ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۳۷

کربلا کی شیر دل اور نینوا کی شجاع و دلیر بانوئے محترم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۳۸

زبان زینب شمشیر اسلام ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۳۸

توابین یا توبہ کرنے والے گروہ کا قیام ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۲

کوفہ میں جناب ثانی زہرا زینب کبریٰ ؑ کا خطبہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۴۸

دربار شام میں کربلا کی دلیر خاتون کا خطبہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۵۰

اربعین حسینی ؑ خواتین اسلام کے لیے رزم و جہاد کا سبق ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۵۷

علوم اسلامی کے ایک طالب علم کے اشعار ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۶۰

اربعین ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۶۶

امام سجاد ؑ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۷۰

آزاد منش و معصوم امام ؑ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۷۱

حیرت انگیز انکشافات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۷۶

پاستور (پستر) سے پہلے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۷۶

حقوق بشر ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۷۷

بے نظیر جرأت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۷۷

شام میں حضرت کا پر شور خطبہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۷۹

امام محمد باقرؑ مشکلاتِ علوم کے شگافتہ کرنے والے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۲

ولادت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۳

مناظر کربلا کا ناظر وشاہد ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۵

آپ سے خلفاء وقت کی عداوت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۷

امامؑ کے اخلاقی ارشادات کا ایک نمونہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۸

شہادت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۸۹

امام محمد باقرؑ کے ارشادات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۰

امام جعفر صادق فقہ جعفری کے رئیس وبانی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۳

ولادت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۴

جعفری دانش گاہ (یونیورسٹی) کے موسس وبنیان گزار ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۵

مادہ پرستوں کے شبہات کا ازالہ اور جواب ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۶

فقہ جعفری کے بانی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۷

امامؑ کے چند ارشادات وہدایات ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۱۹۹

مکتبی مبارزہ کے بنیان گزار امام صادقؑ کی شہادت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۰۰

امام موسیٰ بن جعفرؑ ارادہ وعزم پختہ کے کوہ گراں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۱۰

آپ کے صفات وخصائل ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۱۳

طاعت وعبادت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۱۵

فکری مکتبوں کے ظہور کا زمانہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۱۶

امام کی شجاعت ودلیری کی علامت کا ناشناختہ رہ جانہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۲۱۷

علمی نہضت و بیداری کے علمبردار ---------- ۲۱۸
میدان واستناع وانکار کے افسرِ اعلیٰ ---------- ۲۱۹
شہادت ---------- ۲۲۲
صاحب ارشاد (جناب شیخ مفیدؒ) کا بیان ---------- ۲۲۴
بغداد کی طرف حضرت کی منتقلی ---------- ۲۲۶
بغرض فریب دہانی ایک مجلس کی تشکیل ---------- ۲۳۰
ہارون کا مقصد ---------- ۲۳۰
امام علی ابن موسیٰ الرضاؑ مبلغ توحید ---------- ۲۳۴
نیشاپور میں امام کا کلام ---------- ۲۳۶
امام رضا اور ولایت فقیہ ---------- ۲۳۷
امام کا طرز زندگی ---------- ۲۳۹
مستضعفین و پسماندہ اور محتاج افراد کا خیال ---------- ۲۴۰
ان بزرگوار کی تعلیمات اور حکمت آمیز باتیں ---------- ۲۴۰
شہادت ---------- ۲۴۱
امامؑ کی تشیع جنازہ اور دفن ---------- ۲۴۳
امامؑ کے مختصر کلمات ---------- ۲۴۴
امام محمد تقیؑ مجاہدین راہ حق کی نسل پاک کے ایک معصوم ---------- ۲۴۹
ایک مبارک و مسعود پیدائش ---------- ۲۵۰
ظاہری صفات ---------- ۲۵۱
امامؑ کے القاب ---------- ۲۵۲

امام جواد کے متعلق علماء اہل سنت کے نظریات و آراء ۲۵۴
شہادت (عظیم فیض) ۲۵۷
سبب شہادت ۲۵۷
شہادت کا ایک دوسرا سبب ۲۵۸
امام علی نقی دسویں حجت حق ۲۶۵
سال ولادت ۲۶۶
امام ہادیؑ کی حیات مقدس کا زمانہ ۲۶۷
دوستداراں اہل بیت کے ساتھ خلفاء کے رویہ اور سلوک کا ایک نمونہ ۲۶۸
امامؑ کے بارے میں علماء و مورخین کے آراء و خیالات ۲۷۰
امامؑ کی زندگی کی ایک سبق آموز دل پسند داستان ۲۷۱
جود سخا ۲۷۲
بخشش اور احیاء حقوق شیعہ ۲۷۴
شہادت ۲۷۵
اپنے جانشین کا تعین ۲۷۷
امام حسن عسکریؑ علوم دینوی میں ایک قدم اور آگے ۲۸۰
ولادت باسعادت ۲۸۱
امامؑ کی بھاری ذمہ داری ۲۸۲
امامؑ کے معاصر خلفاء ۲۸۳
حضرت کا دور امامت ۲۸۴
امامؑ قید خانہ میں ۲۸۵

آپ کی علمی منزلت ---------- ۲۸۶
امامؑ کی جود وسخا ---------- ۲۸۸
شہادت ---------- ۲۹۰
تاریخ کہتی ہے ---------- ۲۹۱
مذکورہ بیان سے ہمارا استفادہ ---------- ۲۹۳
دفن امامؑ ---------- ۲۹۳
شہادت کے بعد ---------- ۲۹۴
امامؑ کے مخصوص خادم خبر دیتے ہیں ---------- ۲۹۴
ایک سوال کا جواب ---------- ۲۹۷
راہ حل ---------- ۲۹۹
حضرت امام زمان (عج) امن وامان کی بشارت دینے والے ---------- ۳۰۲
نیمہ شعبان امانت وامنیت کی بشارت دینے والی تاریخ ---------- ۳۰۳
عظیم انتظار ---------- ۳۰۶
انتظار اصلاح گن ---------- ۳۰۷
ولادتِ نور ---------- ۳۰۹
فہرستِ کتاب ---------- ۳۱۴
ہماری مطبوعات کا مختصر تعارف ---------- ۳۲۲

☆☆☆☆

ہماری مطبوعات کا مختصر تعارف

ہم حیات وقیام اور عزائے امام حسینؑ کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟

عزاداری کیوں

سید علی شرف الدین

- عزاداری کا یہ لامتناہی سلسلہ کس لیئے ہے؟
- اس عزاداری کا مقصد کیا ہے؟
- عزاداری کا سلسلہ کب تک جاری رہے گا؟
- احیاء عزاداری کے کیا معنی ہے؟
- زیارت امام حسینؑ کس ذمہ داری کے احساس کو بیدار کرتی ہے؟

اصولِ عزاداری

سید علی شرف الدین

- عزاداری امام حسینؑ مذہب تشیع کے عظیم شعائر سے ہے لیکن اسے ہرج ومرج، بے قاعدگی اور بے اصولی سے کیسے بچایا جائے؟
- کیا وجہ ہے کہ عزاداری اپنے عظیم اہداف ومقاصد اور معنویت اور اثرات کھو بیٹھی ہے؟
- کیا وجہ ہے کہ عزادارانِ امام حسینؑ کل جہاں کھڑے تھے آج بھی وہیں اور آئندہ بھی منزل سے قریب ہونے کی کوئی امید نظر نہیں آرہی ہے؟
- ہم عزاداری کیوں اور کس لئے برپا کرتے ہیں؟
- امام حسینؑ امت کے گناہ بخشوانے کے لئے فدا ہوئے یہ نقطہ نظر کیا صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو اس کی کوئی دلیل قرآن وسنت اور عقل سے ملتی ہے؟
- خداوند عالم کی طرف سے امام حسینؑ کو ایک مخصوص حکم ملا تھا اور امام اس فریضہ کی انجام دہی کی خاطر دشمنوں کے ہاتھوں شہید ہونے کیلئے کربلا پہنچے کیا اس نظر کے صحیح یا غلط ہونے کی مضبوط دلیل ہے؟

دار الثقافۃ الاسلامیۃ پاکستان

ایت و یم و عزے امام .. بارے .. یہ جانتے ہیں؟!

- قیام وانقلاب امام حسینؑ کی ابجد اور اس کے بنیادی نکات کا آغاز کہاں سے ہوتا ہے؟
- امام حسینؑ نے مدینہ چھوڑتے وقت اور مکے میں وارد ہوتے وقت کن آیات کی تلاوت فرمائی؟
- آخر امام نے ایام حج میں کس طرح مکے چھوڑا کیونکہ حج کا احرام باندھنے کے بعد حج کو ادھورا چھوڑنا جائز نہیں اور حج کو مکمل کرنا لازمی ہے؟
- اہل کوفہ اہلبیتؑ نے امام حسینؑ کی صحیح معرفت وعقیدت رکھنے کے باوجود کیوں امام حسینؑ کو روز عاشورا یک وتنہا چھوڑا؟

قیام امام حسینؑ
کا
جغرافیائی جائزہ

سید علی شرف الدین

کتاب مجاہد اعظم کتب خانہ امام حسینؑ میں مدفون یا گمشدہ کنز مخفی میں ایک گران بہا خزینہ ہے جو آج سے پچاس سال پہلے کتب تشیع کے مایہ ناز، عالم دین علامہ محقق سید شاکر حسین امروہوی نے ہندوستان میں لکھی ہے۔

نادان عزاداروں کی طرف سے شامل کردہ ملاوٹوں، خام خیالیوں، وہمیات اور خوابوں سے پاک ومنزہ عزاداری کی علمبرداری اور قیام وعزائے حسینی کے بارے میں کیے جانے والے شکوک وشبہات سے بالاتر ہو کر باطل کو چیلنج کرنے والی کتاب ہے۔

یقیناً یہ کتاب امت اسلامی کو فرقہ واریت کی لعنت سے نجات دلانے، وطن اسلامی کے خلاف برسرپیکار استعماری ایجنٹوں سے مقابلہ کرنے، مراکز دینی کے حقوق کی ادائیگی اور حقوق شرعیہ سے ملنے والے لقمہ کو حلال کرنے میں حد درجہ ممد ومعاون ثابت ہوگی۔

مجاہد اعظم

علامہ محقق سید شاکر حسین امروہوی

دار الثقافۃ الاسلامیۃ پاکستان

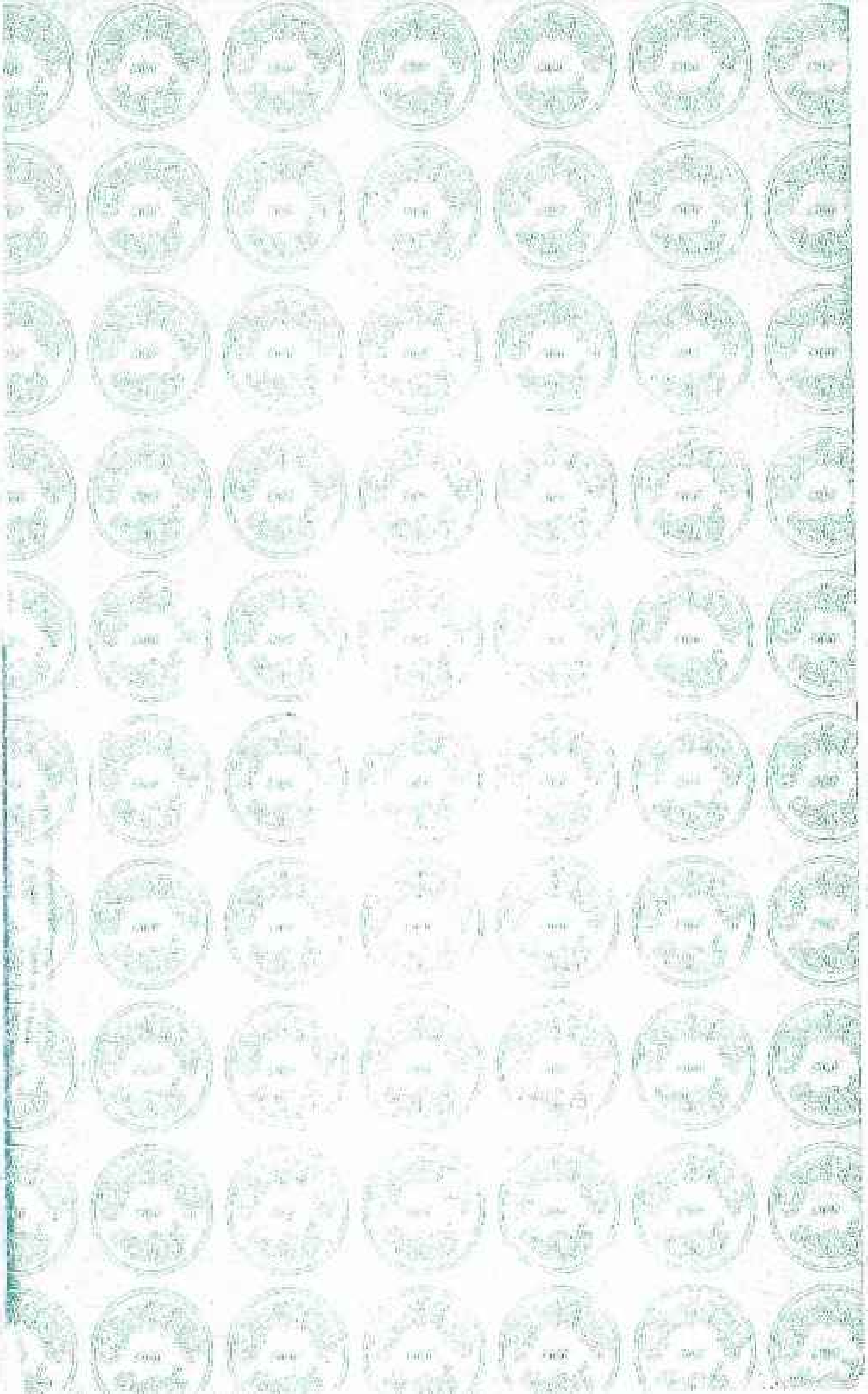

ہم اہلبیت اطہارؑ کی مثالی سیرت کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟